معارج الدّین

سائنس کی کائنات، سائنس مذہب کی روشنی میں۔
معمائے حیات اور حیات بعد الممات کی بصیرت افروز
تحقیق و تشریح اور تمام مشہور مذاہب یعنی مصریوں
ہندوؤں، یونانیوں، زرتشتیوں، یہودیوں، عیسائیوں
اور مسلمانوں کے افکار و عقائد کا تاریخی جائزہ۔

Marfat.com

سلسلۂ مطبوعات مکتبۂ افکار

(۱۵)

جملہ حقوق اشاعت و تلخیص و ترجمہ
بحق مکتبۂ افکار کراچی محفوظ ہیں۔

قیمت

۴ روپئے ۷۵ پیسے

Marfat.com

بعونہٖ تعالےٰ

معارجُ الدّین

(المعروف بہ)

سائنس اور اسلام

مُصنفہ

پروفیسر سیّد نوّاب علی

مکتبۂ افکار
رابسن روڈ۔ کراچی
فون:۔ ۷۳۹۹۳

Marfat.com

۲۹۷۔۲
۲۸۵م
۱۱۷۷م

کتابت:۔ محمود رستم

طباعت:۔ ایجوکیشنل پریس کراچی

تعداد:۔ ایک ہزار

پہلا ایڈیشن ۱۹۱۳ء

دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۳ء

PUNJAB UNIVERSITY LIBRARY

Marfat.com

ترتیب

پیش لفظ — صہبا لکھنوی

مختصر حالاتِ مصنّف — س۔ل

دیباچہ طبع جدید — پروفیسر سید نواب علی

دیباچہ — ″ ″

باب اوّل

سائنس کی کائنات

تمہید۔ مونزم یعنی مسئلہ توحید ارتقاء ۲۲
کا مفہوم۔ . . . . . . ، سائنس
کی تعریف انتباہ، اصول موضوعہ،
حرکت، ایتھر، تخلیق عالم، انتباہ

Marfat.com

1.5.64 Sadiq + Co LHR Rs 4.75

مسئلہ صبابتہ النجوم، نظام شمسی، کرۂ زمین،
زمین کی عمر، زمین کے قرونِ ماضیہ کے
چار دور، ہر دور کے مخصوص ذی حیات
کا نقشہ، چارلس ڈارون، ڈارون
کی کتاب اصل انواع کا ملخص، ارتقاءِ
انسان، سلولر تھیوری، یعنی مسئلہ
حیوت اور ارتقاء حیات مع نقشہ
انتباہ، شجرہ بقائے اصلح۔ انتباہ، مسئلہ
ارتقاء میں ڈاکٹر ویلس کی مشہور ترمیم۔

باب دوم

سائنس مذہب کی روشنی میں

سائنس اور مذہب کے فلسفہ کا اصل اختلاف ۷۰
تشبیہہ اور تنزیہہ کی اصل حقیقت،
مسئلہ ارتقاء اسلام کی روشنی میں
ارتقاء آئندہ، مسئلہ ارتقا اور تعلیم دین،

Marfat.com

انتباہ، یورپ نے مسئلہ ارتقا سے کیا سیکھا۔

باب سوم

معمائے حیات

منازل ثلاثہ حیات، پروفیسر شیفر کا افتتاحی ایڈریس، فرق مابین حیات و روح، ماخذ حیات، ارتقائے حیات، موت سے چارہ نہیں، مادیت کا کفر ٹوٹتا ہے، رڈالف ورشو، ڈوبائس ریمونڈ، ولہم وندت، لیسٹلو ناٹ عن الروح، اولیاء کے لطائف۔ خواب زندگی نور علی نور۔ 111

باب چہارم

حیات بعد الموت

موازنۂ معلومات سائنس و مذہب مصریوں کے 127

Marfat.com

عقائد۔ ماخذ۔ عقائد ہنود کے عقائد، آتنا
آتما یعنی روح، مذہب بودھ کا نروان، دینات،
یونانیوں کے عقائد مسٹریز یا اسرار سقراط کی موت
کا سین افلاطون کے قلم سے، افلاطون الٰہی
ارسطو، زرتشتیوں کے عقائد، یہودیوں کے عقائد
تحقیق مسیحا، عیسائیوں کے عقائد، سینٹ
پال کی تعلیمات، مکاشفات یوحنا، انتباہ دجال
کی اصلیت، عقائد اسلام، جمع و ترتیب
قرآن مجید، حقیقت معاد، دو اصول

آیات

امثال خواب، حشر و نشر، اقوال خمسہ، ۲۳۳
قیامت، بہشت و دوزخ،

پیش لفظ

"تاریخ صحف سماوی" کے بعد مکتبۂ افکار پروفیسر سید نواب علی صاحب کی ایک اور مشہور و نایاب کتاب "معارج الدین" المعروف بہ اسلام اور سائنس پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے اس کتاب میں مسئلہ ارتقا پر بحث کے علاوہ سائنس کو مذہب کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ معارج الدین کے مطالعے سے واضح ہوگا کہ تاریخ صحف سماوی تذکرۃ المصطفےٰ، سیرۃ رسول اللہ اور شہید حق وغیرہ کی طرح یہ گرانقدر کتاب بھی سید صاحب کے تبحر علمی کی آئینہ دار ہے۔ اس میں فلسفی کی فکر بھی ہے اور مورخ کی نظر بھی۔ پھر انداز بیان بے حد شگفتہ اور دلنشین۔

پہلی بار یہ کتاب ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی تھی اور علمی و تحقیقی

حلقوں میں اس کا کافی چرچا رہا تھا۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے خط میں مولانا محمد علیؒ نے اپنے اخبار ہمدرد میں اور مولانا عبد الحلیم شررؔ لکھنوی نے اپنے رسالہ دلگداز میں بھی سید صاحب کی اس گرانقدر پیشکش کو بے حد سراہا تھا۔ پھر یہ عرصہ تک ہندوستان کی کئی اعلیٰ درسگاہوں میں داخل نصاب بھی رہی۔ اور اب چند در چند اسباب وحالات کے تحت پورے ۵۰ سال کے بعد یہ قیمتی کتاب نظر ثانی اور اضافے کے بعد اس وقت شائع ہو رہی ہے۔ جب سید صاحب افسوس کہ ہم میں موجود نہیں۔ لیکن اس صداقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جن عظیم شخصیتوں نے اپنی عمر عزیز علم و فکر اور تحقیق و تجسس کی نذر کی ہے۔ وہ کبھی نہیں مر سکتیں۔ چنانچہ سید صاحب کی دیگر مشہور کتابوں کی طرح ـــــ یہ اہم کتاب بھی انھیں دینی علمی اور تحقیقی حلقوں میں ہمیشہ زندہ رکھے گی ـــــ اور طلباء اور طالبانِ بصیرت سید صاحب کے سرمایۂ علم و تحقیق سے بیش از بیش استفادہ کرتے رہیں گے۔

صہبا لکھنوی

۸/۳/۹۳ء

Marfat.com

سید نواب علی

پیدائش:۔ ۱۸۷۸ء بمقام لکھنؤ

وفات:۔ ۳۰ جون ۱۹۷۳ء بمقام کراچی

تعلیم:۔ ایم۔اے، بی ٹی ۱۹۰۰ء

خدمات:۔

دو سال اسٹاف کالج مدرسۃ العلوم علی گڑھ میں رہے۔ پھر بڑودہ کالج کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ جہاں چھبیس ۲۶ سال تک آپ نے خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد ریاست جوناگڑھ میں بہاء الدین کالج کے پرنسپل پھر وزیر تعلیمات و اوقاف ہو گئے ۱۹۳۴ء میں پنشن پر ریٹائر ہو کر لکھنؤ واپس آ گئے۔ ۱۹۴۸ء میں پاکستان ہجرت کی سالہا سال تک بمبئی یونیورسٹی اور پاکستان آنے کے بعد کراچی یونیورسٹی کے ممتحن رہے۔ ساری عمر درس و تدریس، علم و ادب کی خدمت اور اسلامی تاریخ و تصوف پر تحقیق و مطالعہ و تصنیف و تالیف آپ کے محبوب مشغلے

Marfat.com

رہے۔

چند ہم عصر:۔

نصف صدی سے زائد کے عرصہ میں جن گراں مایہ اور بلند مرتبت شخصیتوں سے آپ کی قربت اور ذاتی ربط و تعلق رہا ان میں مولانا عبدالحلیم شرر مولانا محمد علی جوہر، مولانا شبلی۔ مولانا سید سلیمان ندوی اور مولانا ابوالکلام خاص طور پر قابل ذکر ہیں

تصنیف و تالیف:۔

تذکرۃ المصطفٰے، ہمارے نبیؐ، معالج الدین۔ تاریخ صحف سماوی سیرت رسول اللہ، شمع سخن۔ قصص الحق۔ شہید حق، گلبن دین حق۔

انگریزی مطبوعات:۔

1. Some Moral and Religious Teachings of Al-Ghizali.
2. As-Sajjad.
3. Essence of Islamic Teachings.

Marfat.com

دیباچہ طبعِ جدید

گذشتہ صدی میں مسیحی پیشوایانِ یورپ تعلیمات سائینس خصوصاً مسئلۂ ارتقار کو کفر و الحاد سمجھتے تھے۔ ان کے مقابلہ میں علمائے سائنس نہ صرف مسیحیت بلکہ جملہ مذاہب کو مجموعہ اوہام کہتے تھے۔ لیکن ان ہی علمائے سائنس میں ڈارون کا ہم عصر مداح ہکسلے بھی تھا جس نے اپنے لکچروں کے خاتمہ پر صاف کہدیا تھا کہ "سچی سائنس اور سچا مذہب توام ہیں" ان کی جدائی دونوں کے لئے مضر ہے۔ سائنس میں جس قدر مذہبی روح ہوگی ٹھیک اسی مناسبت سے وہ ترقی کر کے سودمند ثابت ہوگا۔ اسی

Marfat.com

طرح جہاں تک سائنس کی گہرائی اور مضبوطی پر مذہب کی بنیاد قائم ہوگی۔ اسی مناسبت سے وہ حقیقت پر مبنی اور باعث فلاح ثابت ہوگی۔

اس تشریح کو پیش نظر رکھ کر میں نے مدرستہ العلوم علیگڑھ میں اسلامیات خصوصاً حکمائے اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ سنہ ۱۹۰۱ء میں غور سے شروع کیا۔ پھر قیام بڑودہ میں سائنس کی مستند تصانیف اور علم موازنۂ مذاہب کو اوقات فرصت میں پڑھ کر چند سال کی محنت کے بعد ایک کتاب معارج الدین سائنس اور دین فطرت یعنی اسلام پر بطور موازنہ سنہ ۱۹۱۳ء میں لکھنؤ سے شائع کی جس میں چار ابواب تھے، باب اول میں سائنس کی تعلیمات کا ملخص خاص کر مسئلۂ ارتقا اور اس کے متبعین علمائے سائنس کی تعلیمات کی تشریح، باب دوم میں سائنس اور مذہب کے اُم الاختلاف کا ذکر پھر حکمائے اسلام خصوصاً ابن مسکویہ کی تشریحات بہ ارتقا ئے سے موازنہ، باب سوم میں معمائے حیات جس میں حیات اور روح انسانی کے فرق مراتب کی توضیح اور مادیت اور اسلام کی تعلیمات کا موازنہ باب چہارم میں بحث حیات بعد الموت جس میں قدیم مصریوں، حکمائے

ہند و یونان ۔ صائبین ، یہود ۔ نصاریٰ اور اُمت مسلمہ کے
کے عقائد متعلق حیات بعد الموت یعنی ارتقاء آئندہ کا ذکر ہے
الحمد للہ یہ کتاب مقبول خاص و عام ہوئی اور دارالعلوم ندوہ لکھنو
کے درجۂ تکمیل میں درج نصاب رہی ۔ عرصہ سے یہ کتاب اب
نایاب ہے، اس لئے چالیس سال کے بعد نظرثانی اور جدید
تحقیقات سائنس کے مطابق ضروری حذف و اضافہ کر کے
اب پاکستان سے شائع کر رہا ہوں ۔ تاکہ اس خداداد آزاد مملکت
اسلامیہ کے کالجوں میں ہمارے نوجوان سائنس کی تعلیم دین
کامل کی سچی تلقین کی روشنی میں حاصل کر کے مملکت و ملت
کے شیدائی اور امن و امان عالم کے حامی بن جائیں ۔
یہ فتنہ آخرالزماں کا ایٹمی دور ہے اقوام عالم جنگی تیاریوں
میں منہمک صلح کے لمبے چوڑے دعوے کر رہی ہیں ۔ لیکن
بشر میں جب تک شر ہے شور و شر کا سلسلہ جاری رہے گا۔ خیر
جو بھی رنگ عالم ہو یہ یاد رہے کہ امت مسلمہ کا لقب خیر الامم
ہے ۔ اس لئے ہم خیر چاہتے ہیں کیونکہ ہم رحمۃ للعالمین
حضرت خیر البشر کے پیرو ہیں ۔ الراقم ہ

Marfat.com

اسلام ہی سے اب ہے نجاتِ جہانیاں
یہ زر، زمین، زن کی ہے کشتی کا ناخدا

سائنس مہر و قہرِ خدا۔ نور و نار ہے
یارب عطا ہو نور، ہمیں نار سے بچا

نور احمد

۱۷ فروری ۶۵ء
کراچی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

دیباچہ

طرابلس اور بلقان کی یہ خصوصیت خاص طور سے یادگار رہے گی کہ اس کی وجہ سے مسلمانان عالم غفلت کی گہری نیند سے چونک پڑے ہیں اور اپنی حالت زار کا احساس ہو گیا ہے، گذشتہ سال اطالیہ کی حرمین شریفین پر حملہ کرنے کی کوشش نے یہ ثابت کر دیا کہ دشمنان دین نہ صرف اسلامی حکومت کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں، بلکہ اسلام کا نام و نشان بھی صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹانا چاہتے ہیں۔ ۔ ۔ ایسی خطرناک حالت میں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ جنگ یا صلح ہر صورت میں اسلام کی حمایت کے واسطے جس طور سے ممکن ہو کمر بستہ رہے۔

اس فرض کا احساس کر کے اور زمانہ کا یہ رنگ دیکھ کر کہ علم دین کی طرف سے لوگ کیسے غافل ہیں، میں نے ارادہ کیا کہ

Marfat.com

علوم جدیدہ کے طبّاروں سے جو شکوک اور اعتراضات کے گولے دشمنان دین برسا رہے ہیں ان کے شر سے حرم اسلام کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ چنانچہ میں نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا۔ دوران تحریر میں اگرچہ بلاد اسلامیہ کی تباہی بربادی کے خونی مناظر ہوش اڑا دیتے تھے اور زوال حکومت سے قومی مذلّت کا ہولناک نقشہ آنکھوں کے سامنے کھنچکر طبیعت کو بے قابو کر دیتا تھا۔ لیکن قرآن کی اس بشارت سے۔

ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ	اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو
بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ	ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ
عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ	اسے سب دینوں پر غالب کردے
الْمُشْرِکُوْنَ ۝ سورہ صف	اگرچہ مشرک برا مانے۔

دل قوی رہا اور ایک ہاتھ میں قلم اور دوسرے سے کلیجہ تھامے ہوئے اپنے فرائض خاموشی سے ادا کرتا رہا۔ چونکہ معرفت نفس معرفت الٰہی کا ذریعہ ہے اس لئے پہلے روح اور معاد سے بحث کی ہے۔ باب اول میں مسائل سائنس کا ایک مختصر مگر مسلسل خاکہ کھینچا گیا ہے تاکہ آئندہ ابواب میں جہاں ان مسائل پر استشہاد کیا گیا ہے۔ ناظرین کو سمجھنے میں سہولت ہو۔

Marfat.com

اس کتاب کی تالیف میں مہاراجہ صاحب گائیکواڑ کے مشہور کتب خانے سے مدد لیگئی ہے۔ جن کتابوں سے خاص طور پر استفادہ کیا گیا ان کے نام معہ اسمائے مصنفین ذیل کے نقشہ میں درج ہیں۔

غیر اسلامی		اسلامی	
نام مصنف	نام تصنیف	نام مصنف	نام تصنیف
ڈارون	دی آریجن آف اسپیشیز	بخاری و مسلم	صحیحین
	(اصل الانواع)	محدث ابن حزم	الفصل فی الملل
	ڈسنٹ آف مین		والاہواء والنحل
	(ہبوط انسان)	امام غزالی	احیاء العلوم
	(نشوانحمری وخطوط)		المضنون بہ علی غیر
اسپنسر	فرسٹ پرنسپلز	شاہ ولی اللہ	حجۃ اللہ البالغہ
	(اصول اولیہ)		تفہیمات الٰہیہ
ہیگل	ریڈل آف دی یونیورس	جلال الدین سیوطی	الاتقان فی علوم القرآن
	(معمائے کائنات)		
	لاسٹ لنک (حلقہ آخر)	امام رازی	تفسیر کبیر
آلیو لاج	ماڈرن ویوز آن مٹر (مادہ کے متعلق جدید آرا)	شہرستانی	الملل والنحل

Marfat.com

مصائح الدین

نام مصنف	نام تصنیف
	مین اینڈ دی یونیورس (انسان اور کائنات)
اڈورڈ کلاڈ	دی اسٹوری آف کری ایشن (ذکر تخلیق)
ہکسلے	مینز پلیس ان نیچر (فطرت میں انسان کا درجہ)
جے ٹیلر	مین ان دی لائٹ آف ایوولوشن (انسان ارتقائی کی روشنی میں)
ویلس	ڈارونزم (ڈاروینت)
	ونڈرفل سنچری (عجیب صدی)
میکس مولر	سائنس آف ریلیجن۔ خطبات وغیرہ
اسٹورٹ اینڈ ٹیٹ	ان سین یونی ورس (عالم غیب)
ہافڈنگ	تاریخ فلسفہ
زلر	تاریخ فلسفہ یونان
رینان	لائف آف کرائسٹ (حیات مسیح)

Marfat.com

نام مصنف	نام تصنیف
افلاطون	مکالمات
	سلسلۂ کتب مقدسہ مشرق
	مرتبۂ مستشرقین یورپ
	سلسلۂ کتب مذاہب قدیم
	ہند۔ یونان۔ مصر بابل وغیرہ
	انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن
	انسائیکلوپیڈیا برٹینکا
	توراۃ، اناجیل، اوستا وغیرہ

لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے محض ان تصانیف سے فائدہ نہیں اٹھایا بلکہ

ہر چہ کردم ہمہ از دولت قرآن کردم

وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ۔

نواب علی

بڑودہ۔ گجرات

Marfat.com

باب اوّل

سائنس کی کائنات

تمہید

انیسویں صدی عیسوی میں یورپ نے جس طرح عجیب و غریب آلات حرب ایجاد کر کے کشمکش حیات کے میدان کو سخت ہولناک بنا دیا۔ اسی طرح سائنس نے جدید تحقیقات اور انکشافات کی روشنی میں مذہب پر اس زور شور سے حملے کئے ہیں کہ جیسے اب اس کو نیست و نابود کر دے گا۔

یہ حملے اگرچہ براہ راست عہد عتیق اور جدید کی مروجہ اناجیل پر ہوئے جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ یہ آسمانی کتابیں پایۂ صداقت سے گر گئیں اور کلیسا کی حکومت زیر و زبر ہو گئی۔ لیکن یہ معرکہ ایسا نہ تھا کہ جس کا اثر ایک ہی مذہب تک محدود رہتا مثلاً توریت کی کتاب پیدائش میں عالم کا چھ دن میں پیدا ہونا۔ قصہ آدم وحوا

Marfat.com

طوفان نوحؑ کی سرگذشت اور دنیا کا از سرِ نو آباد ہونا غرض کہ اس قسم کی روایات علم طبقات الارض اور علم ہیئت کے انکشافات سے قابلِ وثوق نہ رہیں. لیکن ساتھ ہی علی العموم یہ خیال بھی پھیل گیا کہ رب السموات والارض نہ قادرِ مطلق ہے نہ خالق برحق اور نہ کائنات میں اس کی مداخلت کی ضرورت ہے. یا مثلاً روح القدس کی وساطت سے مسیحؑ کی پیدائش اور معجزات کا ظہور۔ گنہگار انسان کی نجات کے واسطے کفارے کے طور پر ابن اللہ کا مصلوب ہونا اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ جانا غرض کہ یہ عقائد جو مسیحی مذہب کی روحِ رواں ہیں اینتھروپولاجی (علم الانسان) اور مسئلہ ارتقا کی رو سے قابلِ اعتبار نہ رہے لیکن ساتھ ہی خدا، روح اور معاد کے عقائد بھی جو مذہب کے مایۂ خمیر ہیں مذبذب ہو گئے اور دہریت اور الحاد کی وبا عام طور سے پھیل گئی۔

ہمارے زمانہ کا اب رنگ ہی بدل گیا ہے شخصی آزادی کا دور ہے واقفیت کے وسائل اور اطلاع کے ذرائع آسان ہو گئے ہیں اور علم کے "شجرِ ممنوعہ" کا پھل سربازار بک رہا ہے جن اسرار و رموز پر ادب اور تعظیم کا پہرہ تھا اور صرف خواص تک

Marfat.com

محدود تھے۔ آج عامیوں کے تختۂ مشق ہیں، ایسے فتنہ اور آشوب کے زمانہ میں سچی حمایت دین اس کا نام ہے کہ سائنس اور مذہب کے اصول و فروع کو انصاف اور تعمق کی نظر سے دیکھ کر اصل حقیقت کو آئینہ کرنا چاہیے تاکہ جن قلوب پر سائنس کا رعب چھایا ہوا ہے اور اس لئے مذہب کو کھینچ تان کر سائنس کے ہر مسئلہ سے مطابق کرنا چاہتے ہیں یا جو طبائع متبعین سائنس کے ہر قول کو آمنا و صدقنا کہہ کر قبول کر لیتے ہیں مگر مذہب کے نام سے چڑھتے ہیں اور منہ بنا کر قالوا قلوبنا غلف[1] کا فقرہ چسپت کرتے ہیں حقیقت حال سے واقف ہو جائیں ؎

خوش بود گر محک تجربہ آید بمیان ✻ تا سیہ روی شود ہر کہ درو غش باشد

چونکہ اس کتاب میں جا بجا مسائل سائنس کا حوالہ دے کر بحث کی جائے گی اس لئے سب سے پہلے ہم تعلیمات سائنس کا ایک مختصر مگر مسلسل عام فہم خاکہ ناظرین کی سہولت کے واسطے پیش کرتے ہیں۔

---

[1] یہود و مدینہ کلام مجید کو سن کر اپنے معلومات کے زعم میں کہتے تھے قلوبنا غلف یعنی ہمارے دلوں پر غلاف ہے مطلب یہ کہ تعلیمات قرآنی کا ہم پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا ۱۲۔

Marfat.com

مونزم یعنی مسئلہ توحید

سائنس کے مختلف علوم و فنون کے انکشافات گذشتہ صدی کے آغاز تک ایک مستقل جداگانہ حیثیت رکھتے تھے اور ایک کو دوسرے سے کچھ تعلق نہ تھا لیکن اب یہ کڑیاں آپس میں مل کر ایک مضبوط زنجیر بن گئی ہیں۔ مثلاً علم ہئیت میں اجرام علوی کی تخلیق اور نظام کو کمسٹری (کیمیا) اور فزکس (طبیعات) سے کچھ تعلق نہ تھا لیکن آلات جدید اسپکٹراسکوپ اور فوٹو میٹر کی ایجاد اور سنہ ۱۸۶۰ء میں علمائے سائنس کرخف اور بنسن کی توضیحات متعلق انعکاس انوار نے علم ہئیت کو کیمیا اور طبیعات سے متحد کر دیا اور آخر یہ ثابت ہوا کہ کائنات کے ہر حصہ میں خواہ اعلیٰ ہو یا اسفل ایک ہی قسم کا مادہ سائر و دائر ہے جس کے جواہر فردہ متحد الحقیقہ ہیں

ہمارے زمانہ کا مشہور ماہر سائنس ہیکل اپنی کتاب رڈل آف دی یونیورس (معمائی کائنات) کے باب بستم میں کہتا ہے۔

"کائنات کی کیمیاوی اور طبعی اتحاد کا عقیدۂ توحید بے شبہ وہ قیمتی اصول حقہ ہے جو ہمیں علم ہئیت کی اس شاخ سے حاصل ہوا ہے جس کا نام "اسٹرو فزکس" ہے اور

Marfat.com

جو ژولز کی طرف منسوب ہے اسی طرح وہ علم بھی راسخ ہے

جس کی بنا پر یہ دریافت ہوا ہے کہ وہی قوانین قدرت

جن پر زمین کے مادی نظام کا عمل ہے کائنات کے

لامتناہی سلسلہ میں ایک ہی قاعدہ کی پابندی کے

نافذ ہیں۔"

ہیگل کا عقیدہ "توحد" متکلمین اسلام کے مسئلہ تماثل

اجسام کی آواز بازگشت ہے لیکن فرق یہ ہے کہ متکلمین نے اس

مسئلہ سے خدا کے قادر مختار ہونے پر استدلال کیا[1] لیکن ہیگل خالق

قدیر کا منکر ہو کر خود کائنات کو خدا سمجھتا ہے اس کے متعلق ہم

باب دوم میں بحث کریں گے۔

ارتقا کا مفہوم

غرض کہ اب اس بیسویں صدی میں سائنس نے گویا اپنا نظام شمسی۔

---

[1] شرح مقاصد۔ علامہ تفتازانی لکھتے ہیں۔

وھذا الاصل ینبنی علیہ کثیر من قواعد الاسلام کاثبات القادر المختار وکثیر من احوال النبوۃ والمعاد

یہ ایک جڑ ہے جس پر اسلام کے بہت سے اصول مبنی ہیں مثلاً قادر مختار کا ثبوت اور نبوت اور آخرت کی بہت سی کیفیتیں۔

مرتب کرلیا ہے۔ اس نظام کا آفتاب مسئلہ ارتقا ہے جس کے گرد دیگر مسائل گردش کرتے ہیں۔ عام طور سے ارتقا کے یہ معنیٰ سمجھے جاتے ہیں کہ ڈاروِن نے انسان کو ترقی یافتہ بندر ثابت کیا ہے لیکن حقیقت میں اس کا مفہوم وسیع ہے۔ گرسینیٹ الن کہتا ہے۔

"نہ صرف انسان بلکہ کائنات کی تمام اشیا مدّتہائے دراز سے بتدریج ترقی کے زینہ پر چڑھتے ہوئے اور مختلف زمانوں میں رنگ برنگ صورتیں اور ہزاروں قالب بدلتے ہوئے موجودہ حالت پر پہونچے ہیں۔

اس طور سے یہ مسئلہ دو حصوں میں منقسم ہے۔

(۱) ارتقاءِ اجسام غیر عضوی، یعنی آسمان اور اس کے اجرام، زمین اور عالم جمادات۔ اس بحث کا تعلق خاصکر علم ہئیت، طبیعات اور طبقات الارض سے ہے۔

(۲) ارتقاءِ اجسام عضوی یعنی نباتات، حیوانات اور انسان۔ ڈاروِن نے پہلے ارتقاء انواع کے اصول دریافت کئے تھے اور ہیگل نے ان اصولوں کی تائید میں اپنے مشاہدات سے زبردست شہادتیں پیش کیں۔ پھر رومانیس نے انسان کے دماغی ارتقا اور اسپنسر نے ارتقاءِ کائنات کو فلسفیانہ رنگ میں پیش کر کے

Marfat.com

مسئلہ ارتقاء کو منتہای کمال پر پہنچا دیا۔ اس اجمال کی تفصیل مندرجہ ذیل تعلیمات سائنس سے سمجھ میں آئیں گی۔

سائنس کی تعریف

سائنس لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "جاننا" ہیں۔ آجکل جس معنی میں سائنس کا اطلاق ہوتا ہے وہ یہ ہے۔ پروفیسر رے لنگسٹر کہتا ہے۔

"سائنس نظام فطرت کے علم کا نام ہے۔ جو مشاہدہ، تجربہ اور عقل سے حاصل ہوتا ہے"

جمہور علما کی رائے میں سائنس ان قوانین کے علم کا نام ہے جو فطرت کی قوتوں پر نافذ ہیں"

انتباہ

ہربرٹ اسپنسر اپنی مشہور کتاب "اصول اولیہ" کے صفحہ ۶۶ و ۶۷ میں کہتا ہے۔

ماہیئت اشیاء سے ہم بالکل ناواقف ہیں نہ ہم کو آغاز کی خبر ہے نہ انجام کی زیادہ سے زیادہ سائنس یہی کہہ سکتا ہے کہ مادہ کائنات ازل میں حالت منتشرہ میں تھا لیکن پھر

یہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حالت کیونکر پیدا ہوئی۔ اسی طرح مظاہر موجودات کی نیرنگی کا سلسلہ کچھ ایسا لامتناہی ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ انجام کیا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ علم حقیقی نہ حاصل ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے۔"

اس بنا پر سائنس کو صرف بقدر طاقت بشریہ محسوسات سے بحث ہے۔ کائنات جس حیثیت سے انسان کو محسوس ہوتی ہے اسی کے باقاعدہ نظام کا انکشاف سائنس کا موضوع ہے۔

اصول موضوعہ

کائنات کی بنا مادہ اور حرکت پر ہے۔

مادہ اس کی چار حالتیں ہیں۔ منجمد[1]، سیال[2]، غاز[3] (گیس)، ماورائے الغاز[4]۔ یہ حالتیں کبھی ایک دوسرے سے منقطع نہیں ہوتیں کیونکہ "مادہ ہمیشہ کسی نہ کسی شکل میں محسوس انجمادی حالت سے لیکر نامحسوس ماوراالغازی کیفیت تک جس کا ادراک صرف قوت خیال سے ہوتا ہے موجود رہے[ا]"

مادہ بے شمار چھوٹے چھوٹے غیر منقسم ذرات عناصر یعنی جواہر فرد

[ا] باب اول ذکر تخلیق۔ مصنفہ اڈورڈ کلاڈ۔

سے مرکب ہے۔ جواہر فرد ستر سے اسی تک شمار ہوئے ہیں اور اب تک بسیط سمجھے جاتے تھے لیکن جدید تحقیقات نے اس رائے کو غلط قرار دیا ہے۔ آلیور لاج کہتا ہے۔

> اجزائے لاینجزیٰ دراصل الکٹران (برق پارہ) کا مجموعہ ہیں یہ الکٹران امواج ایتھر میں جو فضائے عالم میں سائر و دائر ہے سرعت کے ساتھ تڑپتے ہیں اسلئے مادہ کی اصل الکٹرسٹی (کہربائیت) ہے اگر حساب لگایا جاوے تو ہیڈروجن کے ایک ذرہ میں سات سو الکٹران موجود ہیں، سوڈیم میں سولہ ہزار (16000) اور ریڈیم کے ایک ذرہ میں ایک لاکھ ساٹھ ہزار (160000) (صفحہ ۱۲، ۱۳ ماڈرن ویوز آمیٹر)

بہرحال جواہر فردہ کی اصلیت جو کچھ ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ جواہر جیسا کہ ڈالٹن نے ثابت کیا ہے بلحاظ اپنے وزن اور مقدار کے ہمیشہ ایک مقررہ نسبت کے ساتھ باہم گر متحد ہوتے ہیں۔ مثلاً پانی کا ایک قطرہ خواہ بادل میں ہو یا سمندر میں یا ذی حیات اجسام میں ہمیشہ $\frac{\text{آکسیجن} = ۱۶}{\text{ہیڈروجن} = ۲}$ کے نسبت سے مرکب ہوگا، حال میں مشہور روسی ماہر کیمیا منڈلیجف نے ایک نقشہ وزن جوہری کا مرتب کیا ہے جس میں یہ دکھایا ہے کہ اگر ہیڈروجن سے شروع

Marfat.com

کر کے ریڈیم پر جو سب سے زیادہ وزنی عنصر ہے شمار ختم کریں اس طور سے کہ ہیڈروجن = ۱ ریڈیم = ۲۲۵ تو صاف نظر آتا ہے کہ عناصر ایک باقاعدہ تناسب سے مرتب ہوئے ہیں۔

حرکت

حرکت دو غیر فانی اور متضاد قوتوں پر منحصر ہے۔ ایک کا نام فورس (جاذبہ) اور دوسری کو انرجی (دافعہ) کہتے ہیں

فورس کی تین صورتیں ہیں۔ میل ۱ مرکزی، کشش ۲ اتصال اور اتحاد ۳ کیمیاوی۔

انرجی کی دو صورتیں ہیں (۱) منفعلہ مثلاً ایک پتھر پہاڑ پر پڑا ہے یا ایک گھڑی میں چابی بھری ہے یا ایک تھیلے میں بارود۔ (۲) فاعلہ مثلاً پتھر نیچے گرنے لگے یا گھڑی چلنے لگے یا بارود اڑ جائے

کائنات میں اگر صرف فورس کا عمل ہوتا تو زمین، چاند، سورج بلکہ تمام ذرات کائنات ایک ہی مرکز اصلی پر کھینچ آتے اور اس لئے حیات کا وجود نہ ہو سکتا اسی طرح اگر انرجی کا دخل ہوتا تو ذرات کائنات ہمیشہ منفصل رہتے لیکن ایسا نہیں ہے۔

فورس اور انرجی گویا ایزد اور اہرمن کی طرح فضائے کائنات

Marfat.com

میں مصروف جنگ وجدال ہیں۔ فورس مادہ سے کبھی منفک نہیں ہو سکتا لیکن انرجی اتھر کی وساطت سے ایک ذرہ سے دوسرے ذرہ میں اور ایک جسم سے دوسرے جسم میں گزر کر خارج ہو رہی ہے۔ اس لئے یہ ضرور ہے کہ کبھی نہ کبھی کائنات کی انرجی صرف ہو کر خارج ہو جائیگی اور مادۂ کائنات سرد ہو کر بیکار ہو جائے گا، یہ رائے لارڈ کلون آلیور لاج اسٹیورٹ اور ٹیٹ کی ہے۔ لیکن ہیکل ہکسلے اور ان کے ہمخیال جو گویا سائنس کی "اکسٹر یمسٹ پارٹی" (گروہ متشددین) میں شامل ہیں اس رائے کے مخالف ہیں ان کی رائے میں انرجی کی خرچ و دخل کا سلسلہ لا متناہی ہے اور ارتقا اور انعدام اور ارتقا کا دورہ پیاپے چلتا ہی رہے گا۔

اتھر

نیوٹن نے میل مرکزی کی قوت کا ذکر کرتے وقت کہا تھا کہ ایک جسم کا دوسرے جسم پر خلا میں عمل کرنا بعید از عقل ہے آج اس قیاس کی رو سے زمانہ حال کے ماہرین طبیعیات ٹامسن کروکس اور آلیور لاج کہتے ہیں کہ جواہر فردہ کے مجموعہ یعنی الکٹران کے مابین کوئی شے فاصلہ پر کرنیوالی ہونا چاہیئے وہ شے اتھر ہے۔ آلیور لاج کہتا ہے

Marfat.com

"ایتھر ایک ہمہ گیر مسلسل اور متصل کرنیوالا واسطہ ہے جس سے
تمام کائنات معمور ہے۔ جو نسبت گرہ کو دھاگے سے ہوتی
ہے وہی نسبت الکٹران کو ایتھر سے ہے، ایتھر کا تعلق عالم
اجسام سے ہے لیکن کیا عجب کہ اس کے سوا کسی اور عالم
سے اس کا تعلق ہو۔ لیکن ان عالموں کے باہمی تعلق سے
ابھی تک ہم بالکل ناواقف ہیں (صفحہ ۳۳ "انسان اور کائنات")

اسی طرح ہیگل "معمائے کائنات" کے باب ۱۲ میں کہتا ہے: "ایتھر غالباً کیمیاوی صفت سے معرّیٰ ہے اور جواہر فردہ کو اس کی ساخت میں کچھ دخل نہیں۔ کیونکہ ایتھر خلاء جوہر فرد کا پُر کرنے والا ہے اسلئے اگر جواہر فردہ اصل ایتھر قرار پائیں تو تسلسل لازم آتا ہے، رابرٹ ڈنکن اپنی کتاب "علم جدید" مطبوعہ ۱۹۱۰ء کے صفحہ ۴۳ میں کہتا ہے۔

"ایتھر میں ایسے صفات سلبی پائے جاتے ہیں جن کے سبب سے کسی کو
بمشکل اس کی ہستی کا یقین آتا ہے مثلاً نہ ہم اس کو دیکھ سکتے
ہیں نہ چکھ سکتے ہیں نہ وزن کر سکتے ہیں نہ پیمائش کر سکتے ہیں
لیکن اگر وہ چشم ظاہر سے نظر نہ آئے تو کیا مضائقہ ہے ہم
اس کو خیال کی آنکھ سے دیکھ سکتے ہیں۔"

غرضکہ اس بیسویں صدی میں مادّہ کے عوض اب ایتھر سائنس کا تختۂ

Marfat.com

مشق ہے علم مناظر و مرایا اور علم البرق کے انکشافات جدید (مثلاً بے تار کے پیغام کی ایجاد)، ریڈیم۔ یورانیم اور تھوریم عناصر کی خود بخود روشن رہنے والی شعاعوں کی تحقیقات سے ایتھر کے متعلق دنیا حیرت انگیز انکشافات کی منتظر ہے لیکن یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اگرچہ زمانہ کی ترقی کے ساتھ عجیب و غریب ایجادات اور اختراعات ہوتے رہیں گے لیکن رازِ دہر سربستہ ہی رہے گا۔ اڈورڈ کلاڈ اپنی کتاب اسٹوری آف دی کری ایشن میں خوب کہتا ہے۔

بیسویں صدی کے انکشافات گذشتہ صدی کی تحقیقات سے بازی لے جائیں گے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ہم جس قدر علم میں ترقی کر رہے ہیں اسی قدر اسرار کائنات پیچیدہ ہوتے جاتے ہیں

قطعہ

غیرت کا تقاضا ہے کہ اس حسن ازل کا — اک پردہ جو اٹھتا ہے تو سو گرتے ہیں پردے
معلوم ہوا کچھ نہیں معلوم ہے لیکن — حل ہو یہ معما جو وہ دل نور سے بھر دے
دیکھا ہے نہ دیکھیں گے جو ہیں منکر دیدار — دیکھیں گے جو اللہ ہمیں دیدۂ تر دے

تخلیق عالم

متبعین سائنس کے سامنے اگر خدا کو خالق عالم کہیں تو اعتراضات

Marfat.com

کے ایسے پہلو پیدا کریں گے کہ جس سے سامع حیران ہو جائے گا کہ آخر اصل حقیقت کیا ہے لیکن یہ عجیب بات ہے کہ تخلیق عالم کے متعلق جو رائے سائنس کی طرف سے پیش ہوتی ہے اس پر وہی اعتراضات عائد ہوتے ہیں پھر بھی اُس رائے کی ایسی بلند آہنگی سے تصدیق کی جاتی ہے کہ گویا مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہے اور اس لئے واجب التسلیم ہے۔

اس نکتہ کو ہربرٹ اسپنسر نے جسے مسائل سائنس کو فلسفیانہ رنگ میں بیان کرنے میں ید طولیٰ حاصل ہے اپنی مشہور کتاب اصول اولیہ صفحہ ۳۰ لغایت ۳۵ میں نہایت خوبی سے ادا کیا ہے وہ کہتا ہے کہ کائنات کی ابتدا کیونکر ہوئی اس کے متعلق مذہب[1] کہتا ہے کہ کسی خارجی قوت یعنی خدا نے پیدا کیا۔ فلسفۂ[2] وحدت وجود کہتا ہے کہ عالم اپنا آپ خالق ہے۔ سائنس[3] کہتی ہے کہ کائنات خود بخود موجود ہے۔ مذہب اور فلسفہ کے عقائد پر اعتراضات پیش کر کے اسپنسر کہتا ہے کہ کیا اب یہ سمجھنا چاہئے کہ عقیدۂ سوم یعنی سائنس کی رائے قطعاً صحیح ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس پر بھی وہی اعتراض عائد ہوتے ہیں جو مذہب اور فلسفہ کے عقائد پر ہوئے ہیں۔ ذیل میں ہم اس کے الفاظ کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔

Marfat.com

اگر یہ کہو کہ کائنات خود بخود موجود ہے یعنی قائم بالذات ہے تو ایک ایسی شئے کا تصور جس کی کوئی علت نہ ہو اور اس لئے اس کا آغاز بھی نہیں خارج از قیاس ہے لا متناہی زمان ماضی کا تصور اول تو محال ہے لیکن اگر فرض بھی کر لیا جائے تب بھی یہ مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ ایک چیز ہمارے سامنے اس وقت موجود ہے ہم نے یہ دریافت کر لیا کہ یہ چیز ایک گھنٹہ پہلے یا ایک دن یا ایک سال پہلے بھی موجود تھی۔ کیا ہمارے اس دریافت کر لینے سے اس شے کے وجود میں آنے کی کیفیت سمجھ میں آگئی، اب خیال کو وسعت دو اور ایک سال سے بڑھتے بڑھتے لامتناہی زمانہ کی سرحدیں قدم رکھو عقدہ ویسا ہی لاینحل رہتا ہے اسلئے ملحدین کا یہ خیال کہ کائنات خود بخود موجود ہے نہ صرف بعید از قیاس ہے بلکہ اگر فرض بھی کر لیں تب بھی یہ مسئلہ کہ کائنات کا آغاز کیونکر ہوا حل نہیں ہوتا (اصول اولیہ صفحہ ۳۱ و ۳۲)

اسپنسر کا مسلک "لا ادریت" ہے یعنی عقل انسانی علم حقیقی کے حصول سے عاجز ہے "جس طرح مذہب کنہ ذات اور عالم غیب

کی حقیقت سمجھا نہیں سکتا اسی طرح فلسفہ اور سائنس مادّہ اور حرکت کی ماہیت زماں اور مکاں کی کیفیت نہیں بتا سکتا، مذہب، فلسفہ اور سائنس ان تینوں کی سرحد اگر ملتی ہے تو اس مقام پر کہ وہ طاقت جس کا مظہر یہ عالم ہے کلیتہً ہمارے ادراک سے باہر ہے۔[1]

انتباہ

شاید یہ کہا جائے کہ جب ہماری معلومات کی یہ حالت ہے اور "لاادریت" کا یہ زور ہے تو پھر مذہب فلسفہ اور سائنس سب ہی کو خیرباد کہنا چاہئے لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے وہ گروہ جن کو اپنے علم پر غرہ ہے جن کو اپنی عقلوں پر ناز ہے۔ جو سمجھتے ہیں کہ ہم سب جانتے ہیں "لاادریت" ان کی صورت حال کی آئینہ دار ہے، لاادری کی حقیقت منتہی کو منکشف ہوتی ہے نہ کہ مبتدی کو لیکن اس نکتہ کو یاد رکھنا چاہئے کہ لاادریت مذہب فلسفہ اور سائنس ہر جداگانہ اثر ڈالتی ہے یعنی فلسفہ اور سائنس پر اس کا اثر "حجاب اکبر" ہو جاتا ہے مذہب پر اس کا اثر خضوع وخشوع پیدا کر کے عرفان کامل کے درجہ پر پہونچا دیتا ہے۔ یہی مطلب ہے اس حدیث شریف کا۔

---

[1] اصول اولیہ صفحہ ۴۶۔

Marfat.com

لا احصے ثناءً علیک انت — اے خدا میں تیری توصیف اسطرح
کما اثنیت علے نفسک — نہیں کر سکتا جس طرح تو نے خود کی۔

اس تقریر سے یہ معلوم ہو گیا کہ کائنات کے آغاز کا معمّا عقل انسانی سے نہ حل ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے اسلئے اگر ماہیئت اشیا کی بحث کو چھوڑ کر مادّہ اور اس کی ازلی حرکت کو فرض کر لیں تو تخلیق عالم کے متعلق سب سے زیادہ قرین قیاس رائے مشہور محقق کانٹ اور لیپلاس کی ہے جو ہیولیٰ تھیوری[1] (مسئلہ ضبابۃ النجوم) کے نام سے مشہور ہے یہ مسئلہ اولاً نظام شمسی کی کیفیت تخلیق تک محدود تھا لیکن بعد کو مشہور ہیئت داں ہرشل کے اکتشافات جدیدہ نے اس مسئلہ کو تمام نورانی اجرام کی تخلیق پر منطبق کر دیا۔

مسئلہ ضبابۃ النجوم

اس مسئلہ کی تشریح حسب ذیل ہے۔

ازل میں مادہ ایک ظلمانی گرد محیط کی شکل میں اسطوح سے موجود تھا کہ اس کے اجزائے دیمقراطیسی حالت منفصلہ میں منتشر تھے یہاں تک کہ فورس (قوت فاعلہ) نے ان اجزا کو کیمیاوی

---

[1] ہیولا بمعنی گرد ناباں۔

اتحاد کے قانون سے متحد کر دیا۔ پھر قانون کشش اتصال کے رو سے ان اجسام کو اپنے اپنے مرکزوں کی جانب کھینچ لیا۔ فورس جب یہ رنگ اختیار کر رہا تھا انوارجی (قوت دافعہ) جو ابھی تک حالت منفعلہ میں پنہاں تھی اجزاء ذیمقراطیسی کے تصادم سے حرکت میں آئی اور گرمی اور پھر گرمی سے روشنی پیدا کر دی۔ اس طرح فضائی کائنات میں بے شمار صبابتہ النجوم پیدا ہو گئے۔ جن کے حرقت اور التہاب کے اندازہ کرنے سے طائر وہم و خیال کے پر جلتے ہیں یہ صبابہ ان لاکھوں کروڑوں کواکب کے مبداء ہیں جو بجائے خود اپنے اپنے عالم کے شموس ہیں ان کی بعد مسافت کا ادنیٰ سا اندازہ یوں ہو سکتا ہے کہ سب سے قریب ستارہ الفا سنتاری کی روشنی جو ایک سکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کا فاصلہ طے کرتی ہے ہم تک ساڑھے تین برس میں پہونچتی ہے[1] لیکن یہ بعد مسافت عقل انسانی کی سنگ راہ نہیں ہے۔ ہم ان کی روشنی کے رنگ سے جو آلہ اسپکٹر اسکوپ سے نظر آتا ہے ان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہیں مشہور ہئیت داں نارمن لاکیار کہتا ہے "ایک لوہے کی سیخ کو اسپکٹر اسکوپ سے گرم ہوتے دیکھو۔ پہلے سرخ رنگ

---

[1] ماخوذ از ذکر تخلیق" مصنفہ کلارک ۱۲

پھر نارنجی اور زرد سے بتدریج ساتویں رنگ بنفشی تک غور کرو اور ان الوان کا فوٹو لیتے جاؤ تو معلوم ہو جائے گا کہ حسب قدر یخ گرم ہوتی جائے گی اسپکٹرم کا طول تغیرلوں کے ساتھ بڑھتا جائے گا۔ یہی کیفیت کواکب کی ہے۔ اسپکٹرا سکوپ سے ان کے الوان کا فوٹوان کی حالت کا آئینہ ہے اور اس لئے ہم بتا سکتے ہیں کہ بعض بے انتہا گرم ہیں اور بعض بالکل سرد ہو گئے ہیں[1]

نظام شمسی

نورس اور انرجی کے قوانین مذکورہ بالا کے رو سے ایک "ضبابہ" کی گردش اور التہاب سے چند جدا جدا حلقے نکل آئے جو سیارے اور اقمار کی شکل میں ایک ہی سمت گردش کرنے لگے وسط ضبابہ میں ان سب سے حجم میں بڑا ہمارا آفتاب باقی رہ گیا ہے جس کے گرد یہ سیارے اور اقمار گردش کرنے لگے۔ اس باضابطہ مجموعہ کا نام نظام شمسی ہے اور اسی سے براہ راست ہمارا تعلق ہے۔

انتباہ

زمانۂ حال کا مشہور ہئیت دان ہر اکٹر اپنی کتاب "توسیع افلاک"

---

[1] "علم جدید" مصنفہ ڈنگن

Marfat.com

کے مضمون "سیارے کیونکر پیدا ہوئے" میں لکھتا ہے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ سیارے اور آفتاب۔ ابتدا میں صرف ایک "عظیم گرد تاماں" یعنی ضبابہ میں شامل تھے لیکن بڑے بڑے عقلائے دہر اب تک حیران ہیں اور کچھ فیصلہ نہیں کر سکے کہ آخر سیاروں کا یہ باقاعدہ نظام اور ان کا باہمی فرق مراتب کیونکر عمل میں آیا۔

نظام شمسی کے ارکان یہ ہیں آفتاب، سیارے جن میں زمین بھی شامل ہے۔ اقمار، شہاب ثاقب آفتاب کا حجم اپنے ارکان نظام کے مجموعی حجم سے ۔۔ ۷ حصہ زیادہ ہے اس کے قرص کے پگھلے ہوئے مادہ کی آتش مزاجی اس حد تک ہے کہ جس کا اندازہ مشکل ہے فضائی آفتاب ہیڈروجن اور ہیلیم (جو بقول ولیم ریمزے، ریڈیم سے نکلا ہے) سے معمور ہے جن کے سبب سے ہولناک طوفان نار اٹھتے اور خوفناک زبانہائے آتشیں ہزاروں میل تک بلند ہوتے نظر آتے ہیں آفتاب اپنے محور یا "مستقر" کے گرد ۲۵ دن میں گھومتا ہے لیکن اس کے نظام کے ارکان اسی کے گرد گردش کرتے ہیں۔

ؔ اشارہ ہے اس آیت پاک کی طرف و الشمس تجری لمستقر لها۔

بعض سیارے مثلاً زحل اور مشتری اپنے حرقت اور التہاب تلاطم اور طوفان کے لحاظ سے ہمرنگ آفتاب ہیں لیکن بعض چھوٹے چھوٹے سیاروں کا یہ قیامت خیز جوش وخروش فرو ہو گیا ہے اور برودت کے درجہ تک پہونچ کر انجمادی حالت پیدا ہو گئی ہے گرمی اور روشنی نام کو نہیں رہی اور انرجی کا ذخیرہ ختم ہو گیا ہے یہی حالت ہمارے چاند کی ہے نہ اس میں ہوا ہے نہ گرمی اسکے آتش فشاں پہاڑ گویا اپنی آتش بازی کی بہار دکھا چکے، یہی حال ایک دن اور سیاروں کا بھی ہونے والا ہے کیونکہ انرجی بحیثیت مجموعی فنا نہ ہو لیکن موجودہ اجسام سے ایک نہ ایک دن زائل ہو جائے گی۔ اُس وقت اذا الشمس کُوِّرت واذا النجوم انکدرت کے معنی آئینہ ہو جائیں گے۔

کرۂ زمین

ہماری زمین بھی ابتدا میں حرقت اور التہاب کے لحاظ سے چھوٹے پیمانہ پر آفتاب کے ہمرنگ تھی لیکن رفتہ رفتہ حرارت کے کم ہونے سے اس کا ملتہب مادہ عناصر مثلاً نیٹروجن اور آکسیجن کے امتزاج سے لشکل غاز یعنی ہوا اور آکسیجن اور ہیڈروجن کے

Marfat.com

امتزاج سے سیال یعنی پانی کی شکل میں نمودار ہوا اور بالائی حصہ منجمد ہو کر سطح زمین کہلایا۔ زمین کے اندر تخمیناً پچیس میل تک آتشی اور آبی عمل سے ظہور میں آئی ہوئی چٹانوں کا سلسلہ دریافت ہوا ہے جس کے نیچے قیاساً یہ کہا جاتا ہے کہ پگھلا ہوا ملتہب مادہ موج زن ہے جس کا ثبوت پہاڑوں کی آتش فشانی اور زلزلوں سے چلتا ہے[1]

زمین کی عمر

زمین کی عمر کے متعلق مختلف رائیں ہیں اور لاکھوں اور کروڑوں کے اعداد پیش کیے جاتے ہیں علمائے طبعیات مثلاً لارڈ کلون ۲ کروڑ سے دس کروڑ تک بیان کرتے ہیں۔ لیکن طبقات الارض کے ماہر اس سے زائد مدت بتاتے ہیں[2]۔ بہر حال اس قدر تحقیق ہے کہ زمین کی عمر بہت زائد ہے اور یہ کہ سات ہزار کی مدت جو مروجہ اناجیل میں بیان کی گئی ہے کسی طرح قیاس میں نہیں آتی، یہود اور نصاریٰ کی پیروی میں جن مسلمانوں نے اناجیل کی اس روایت کو تسلیم کیا ہے وہ دیکھیں کہ خود محققین اسلام

---

[1] طبقات الارض مصنفہ گیکی جلد اول صفحہ ۳، ۲ سے ۵ ماخوذ انسائیکلو پیڈیا برٹنیکا طبع جدید۔

سائنس کے انکشافات سے کئی سو برس بیشتر کیا کہتے ہیں۔

علامہ ابن حزم (المتوفی ۴۵۶ھ) جو اندلس کے ایک مشہور محدث ہونے کے علاوہ ایک متبحر متکلم بھی تھے اپنی معرکۃ الآرا کتاب الفصل فی الملل حصہ دوم صفحہ ۱۰۵ میں فرماتے ہیں۔

واما اختلاف الناس فی التاریخ فان الیھود یقولون للدنیا اربعۃ الاف سنۃ ونیف والنصاری یقولون للدنیا خمسۃ الاف سنۃ واما نحن فلا نقطع علی عدد معروف عندنا وامامن ادعی فی ذالک سبعۃ الاف سنۃ او اکثر او اقل فقد کذب وقال مالم یات قط عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ لفظۃ تصح بل صح عنہ علیہ السلام	اور لوگوں کے اختلاف تاریخ کے بارہ میں یہودی دنیا کی عمر چار ہزار اور کچھ زائد بتاتے ہیں اور عیسائی پانچ ہزار سال کہتے ہیں لیکن ہم مسلمانوں کے نزدیک کوئی خاص عدد مقرر نہیں ہے اور جس کسی نے عمر دنیا کے بارہ میں سات ہزار سال سے کچھ زائد یا کم کا دعویٰ کیا اس نے جھوٹ کہا اور ایسی بات کہی جس کے متعلق رسول اللہ صلعم سے کوئی صحیح روایت مروی نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف میں مذکور ہے۔ یہ امر قطعی ہے کہ عمر دنیا کا علم بجز خدائے عزوجل کے

Marfat.com

خلافه بل نقطع علی ان لکن نبا امراً لا یعلمه الا الله عزوجل قال الله تعالیٰ ما اشهدتهم خلق السموات والارض ولا خلق انفسهم۔

اور کسی کو نہیں۔ حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے نہ حاضر کر لیا تھا ہم نے انکو بنانے میں آسمانوں کے اور زمین کے اور نہ بنانے میں ان کی جانوں کے۔

آگے چل کر محدث موصوف آثار قدیمہ کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ہندوستان میں بہت سے ایسے مجسمے اور سنگی آثار پائے گئے جن کی تاریخ بناء کے متعلق ہزاروں سال سے بھی زائد روائت مشہور ہے۔ چنانچہ سلطان محمود ابن سبکتگین نے یہاں ایسا مقام دیکھا جس کے متعلق ۴ لاکھ سال کی روایت بیان کی جاتی ہے واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہے۔

محدث موصوف کے زمانہ میں کالڈیہ اور مصر کے گذشتہ تہذیب کے مدفون آثار قدیمہ دریافت نہیں ہوئے تھے اور نہ قدیم انسان کے "دور حجریہ" کے آلات پرانے غاروں یا دریا کے دہانوں سے کھود کر نکالے گئے تھے ورنہ وہ ضرور ان آثار کو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کرتے اور ہندوستان کے مبالغہ آمیز افسانوں کا حوالہ نہ دیتے۔

Marfat.com

بہرحال قدیم تاریخ ارض کے دو خاص ماخذ ہیں۔

اوّل۔ طبقات احجار یعنی تہ بتہ جمی ہوئی چٹانیں جو آتشی اور آبی عمل سے مرتب ہوئیں ان کی طبقات سے زمین کی عمر کا اندازہ کیا جاتا ہے

دوم۔ آثار متحجرہ یعنی اُن چٹانوں میں جو نشانات نظر آتے ہیں ان کی نسبت پہلے یہ خیال تھا کہ یہ صرف قدرت کی گلکاریاں ہیں لیکن طبقات الارض اور علم الآثار کے ماہرین کی تحقیقات سے یہ ثابت ہوا کہ قرون ماضیہ میں نباتی اور حیوانی عالم کے افراد جو اپنی زندگی کے مدارج طے کر کے فنا ہو گئے یہ انھیں کی نشانیاں ہیں جو کوئلہ کی کانوں میں۔ کھریا مٹی کی پہاڑیوں میں اور ان مقامات میں جہاں زمین دھنس گئی ہے یا جہاں اُبھر آئی ہے یہ نشانیاں جن سے گذشتہ زمانہ کی عجائبات کا فوٹو کھینچ جاتا ہے صاف نظر آتی ہیں۔

زمین کے قرون ماضیہ کے چار دور

ان دو ماخذوں کی بنا پر قرون ماضیہ کی تاریخ کے چار دور قرار دیئے گئے جن کا ہم ایک نقشہ جو اڈورڈ کلاڈ کی کتاب "ذکر تخلیق" کے باب چہارم سے اخذ کیا گیا ہے درج کرتے ہیں۔

Marfat.com

ہر دور کے مخصوص ذی حیات کا نقشہ

دور	طبقات احجار	حیوانات	نباتات
دور اول یا دور "ماہی"	۶ قسم کے ابتدائی طبقات	اسفنج، مرجان، ایک قسم کی چمکدار مچھلیاں۔ گھونگے عظیم الجثہ بچھوے وغیرہ	بے برگ و بار سبزہ
دور ثانیہ یا دور "ہوام الارض"	تین قسم کے طبقات	مہیب اور ہولناک بحری اژدہے عظیم الجثہ چھپکلیوں کی شکل کے پردار جانور جن کے دانت گھڑیال کی طرح ہوتے تھے	تناور اشجار از قسم خرما
دور ثالثہ یا دور "ذوات الثدی"	"	دودھ پلانیوالے جانور، وہیل مچھلی سانپ بندر النسناس یا بن مانس	بڑے بڑے درخت اور جھاڑیاں
دور رابعہ یا دور انسان ا- دور اولیٰ	ایک قسم	ہاتھی کی قسم کے منہ میں کھن رکھنے والے جانور مستودان ، اور میمتھ (فیل شعرافی) اسد کہفی۔ وحشی انسان جو پتھر کے اوزار استعمال کرتا تھا۔	
ب- دور آخری یا انسان کا تاریخی دور	"	موجودہ انواع حیوانات	

Marfat.com

بظاہر ہر دور جداگانہ معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ایک کا سلسلہ دوسرے سے ملا ہوا ہے اور ہر نوع کا ظہور اور ارتقا بتدریج لاکھوں برس میں عمل میں آیا ہے۔ اگرچہ سر چارلس لائل نے اپنی مشہور کتاب اصول طبقات الارض میں جو ۱۸۳۰ء میں شائع ہوئی یہ مسئلہ طے کر دیا کہ طبقات زمین کا وجود باقاعدہ تسلسل کے ساتھ بتدریج عمل میں آیا ہے پھر بھی انواع ذی حیات کے متعلق وہی پرانا خیال قائم رہا کہ ہر نوع علیحدہ علیحدہ اور دفعتاً ظہور میں آئی اور یہ کہ ایک کا دوسرے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

فرانس کے مشہور ماہر سائنس لمارک نے اگرچہ ۱۸۰۹ء میں یہ اصول قائم کئے تھے کہ "ماحول" یعنی گرد و پیش کے طبعی اثر اور اعضا کے استعمال یا عدم استعمال سے انواع کا ارتقا عمل میں آیا ہے اس لئے ہر دور کے انواع کا ایک دوسرے سے ارتقائی تعلق نظر آتا ہے لیکن چونکہ اس وقت تک علم الحیات اور علم الآثار کے معلومات وسیع نہیں ہوئے تھے اس لئے لمارک کے اس خیال کی کسی نے تائید نہ کی اور یہ مسئلہ یوں ہی لاینحل رہا۔ لیکن جب چارلس ڈارون نے اپنی معرکتہ الآرا کتاب اصل الانواع ۱۸۵۹ء میں شائع کی تو علمی دنیا میں ایک ہلچل مچ گئی۔

Marfat.com

معالم الدین

چارلس ڈاروِن

چارلس ڈاروِن انگلستان کے ایک قصبہ شروسبری میں ۱۲ فروری ۱۸۰۹ء کو پیدا ہوا۔ طالب علمی کے زمانہ میں کوئی نمایاں ترقی نہیں کی۔ اسکول میں بدشوق مشہور رہا اور کالج میں بغیر کسی اعزاز کے ڈگری حاصل کی۔ ۲۲ برس کی عمر میں سیاحت کا شوق دامنگیر ہوا۔ اتفاق سے ایک سرکاری جہاز بیگل نامی دنیا کے گرد چکر لگانے کو جا رہا تھا۔ ڈاروِن بھی ساتھ ہو گیا۔ اس سفر نے اس کی طبیعت میں ایک نمایاں انقلاب پیدا کر دیا۔ مختلف ملکوں اور جزائر خاص کر آسٹریلیا اور جنوبی امریکہ کے عجیب و غریب جانور اور نباتات کو دیکھ کر اس کی قوت مشاہدہ میں ایک زبردست ہیجان پیدا ہو گیا۔ اس نے ہر چیز کو اب نہایت غور اور تامّل سے دیکھنا شروع کیا اور ہر وقت اس فکر میں مبتلا رہنے لگا کہ کسی طرح انواع نباتات اور حیوانات کے اس تغیر عظیم کی علت دریافت کرے۔ پانچ برس کے بعد ڈاروِن سفر سے واپس آیا۔ اس نے اپنے مشاہدات کی ایک یادداشت تیار کی اور دوسرے سال یعنی ۱۸۳۷ء سے اس نے اپنی معرکتہ الآرا کتاب "اصل انواع"

Marfat.com

کو لکھنا شروع کیا جس کو اس نے بائیس برس تک نہایت محنت اور کوشش سے ترتیب دیکر شائع کیا۔ ڈارون نے اپنی سوانحعمری میں اس کتاب کی ترتیب کے متعلق دلچسپ واقعات لکھے ہیں جن کو ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ درج کرتے ہیں وہ کہتا ہے۔

کچھ شک نہیں کہ سمندر کی طرح انسان کی زندگی میں بھی مدوجزر ہوتا ہے۔ ۲۷ دسمبر ۱۸۳۱ء کو جب میں گھر سے نکل کر بیگل جہاز پر سیاحت عالم کو چلا تو فطرت کے عجیب وغریب نظارہ سے میری آنکھیں کھل گئیں، پانچ برس کے بعد وطن واپس آکر میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ انواع کی اصلیت کے متعلق اپنے مشاہدات کی مدد سے کچھ لکھوں۔ چنانچہ جولائی ۱۸۳۷ء کو میں نے اپنے مسودہ کی ابتدا کی۔ پندرہ مہینے بعد یعنی اکتوبر ۱۸۳۸ء کو ایک دن میں مالتھوس کا مضمون آبادیٔ عالم کے متعلق تفریحاً پڑھ رہا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ انواع کی پیدائش اس کثرت سے ہوتی ہے کہ اگر مختلف حادثات مثلاً امراض مہلکہ۔ کشت وخون اور سیلاب وطوفان وغیرہ واقع نہ ہوں تو تھوڑے عرصہ میں مختلف انواع کا کیا ذکر ایک ہی

Marfat.com

نوع کے افراد سے دنیا بھر جائے مثلاً خود انسان اگر حوادث سے محفوظ رہے تو ایک ہزار برس میں انسانوں کی وہ کثرت ہو جائے کہ کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ رہے یا مثلاً ہاتھی جس کے دیگر انواع کے مقابلہ میں بہت کم بچے ہوتے ہیں اس کے ایک جوڑے سے ۵۰۰ برس میں ایک کروڑ نوے لاکھ ہاتھی موجود ہو جائیں گے۔ میں نے جس وقت ان واقعات پر غور کیا یکایک میرے دل میں انتخاب طبعی کا خیال پیدا ہوا جس سے صرف افراد قابل کشمکش حیات، ہیں زندہ بچکر آئندہ نسلوں کے مورث ہوتے ہیں

الغرض میں نے انتخاب طبعی کا کلیہ قائم کرکے ارتقاء انواع کے مسئلہ کو حل کرنا شروع کیا۔ بیس برس کی مدت میں میں نے نہایت غور اور احتیاط سے اپنے فرض کو انجام دیا لیکن میں نے اپنے مسودات کو شائع نہیں کیا۔ اس اثناء میں ڈاکٹر ویلس نے جو مجمع الجزائر ملایا میں علم الحیات کی تحقیقات میں مصروف تھا اپنا ایک تذکرہ میرے معائنہ کے واسطے بھیجا۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہو گئی کہ ویلس نے بھی میرے ہی اصول بطور خود دریافت

کرلئے۔ تب میرے دوست سر چارلس لائل نے یہ دیکھ کر
مجھے مجبور کیا کہ ڈاکٹر ویلس کے تذکرہ کے ساتھ
میں اپنے مسودات شائع کروں۔

ڈاروِن کی کتاب "اصل انواع" کا ملخص

اب ہم "اصل الانواع" کے ضروری مقامات کا ملخص ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ڈاروِن نے مسئلہ ارتقا کی بنیاد جن قواعد پہ قائم کی ہے پہلے ان کو ذہن نشین کر لینا چاہیئے وہ کہتا ہے۔

(۱) ایک نوع کے دو افراد میں ہر حیثیت سے مشابہت تام نہیں پائی جاتی بلکہ ہر فرد مائل بہ اختلاف ہے، یہ طبعی میل اختلاف "ماحول"، یعنی گرد و پیش کے اثر سے نمایاں تغیر پیدا کر دیتا ہے جیسا کہ جانوران صحرائی اور اہلی میں پایا جاتا ہے۔

(۲) یہی وہ طبعی میل اختلاف ہے جس سے انسان فائدہ اٹھا کر ایک نوع سے سیکڑوں اقسام جن میں مورث کا امتیازی نشان اسی کے وارث میں منتقل ہو کر مستقل صورت اختیار کر لیتا ہے اپنی پسند کے موافق تیار کرتا ہے۔ جیسے کبوتر، کتا، سیب وغیرہا۔ جب انسان محدود مکان اور زمان میں ایسے تغیرات

Marfat.com

انواع میں پیدا کر لیتا ہے تو فطرت جس کا اختیار اور دائرہ عمل کہیں زیادہ وسیع ہے کیا کچھ نہیں کر سکتی۔ لیکن انسان اور فطرت کے انتخاب میں یہ فرق ہے کہ انسان اپنے مفید مطلب اقسام کو تیار کرتا ہے۔ لیکن فطرت انھیں اقسام کو منتخب کرتی ہے جو قابلیت کے لحاظ سے بقائی نوع کے واسطے موزوں ہوتے ہیں۔

(۳) چونکہ ہر نوع کے افراد کی پیدائش جلد جلد اور کثرت سے ہوتی ہے اس لئے غذا، مسکن اور ازدواج کے واسطے جنگ و جدال کا معرکہ گرم رہتا ہے۔ اس کشمکش کی حالت میں "انتخاب طبعی" صرف انھیں افراد کو جن میں کوئی خاص تفوّق نمایاں امتیاز ہوتا ہے باقی رکھتا ہے اور بقیہ کو فنا ہو جانے دیتا ہے اس تفوّق یا امتیاز کی بنا کبھی قوت پر ہوتی ہے جیسے شکاری جانوروں میں کبھی رنگ، صورت اور حسن پر جیسے خوشرنگ اور نغمہ سنج طیور میں۔ کبھی ذائقہ اور خوشبو پر جیسے پھولوں میں غرض کہ ایسے بہت سے دقیق وجوہ ہوتے ہیں جن کی بنا پر انتخاب طبعی اپنا عمل کرتا ہے۔

(۴) انتخاب طبعی انھیں افراد کو باقی رکھتا ہے جو اپنے ماحول سے اثر پذیر ہوتے رہتے ہیں مثلاً غذا کے ذرائع حصول پر آب

وہوا اور مسکن کا اثر بدرجۂ اولی ہوتا ہے اس لیے جن افراد کے عضو حالت متغیّرہ کے ساتھ مناسبت پیدا کر لیتے ہیں وہی کشمکش حیات میں زندہ رہتے ہیں۔ علاوہ اس کے کسی عضو کا استعمال یا عدم استعمال بھی افراد کی تغیر شکل وصورت کا باعث ہوتا ہے

مذکورہ بالا قواعد کی بنا پر حسب ذیل دلائل ارتقاء انواع کے ثبوت میں ڈاروِن کی طرف سے پیش ہوتے ہیں۔

(۱) علم الجنین کی شہادت جس کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۸۲۲ء میں ڈاکٹر بائر نے جو جدید تحقیقات اس علم میں کیئے تھے انکی بنا پر ڈاروِن نے یہ ثابت کیا کہ انواع کی جنین ابتدائی حالت میں باہمد گر مشابہ ہوتے ہیں یہانتک کہ ایک نوع جس زمانہ میں جس شکل میں ظاہر ہوئی ہے ان تمام اشکال کا ابتدا سے انتہا تک جنین کی مدت قیام شکم مادر میں پورا اعادہ ہو جاتا ہے [۱]

[۱] ڈاروِن کے بعد اس کے شاگرد ہیکل نے جو علم الحیوان کا ایک مسلم الثبوت استاد ہے اپنی کتاب "ارتقاء انسان" کی جلد اول میں تین جنین یعنی کتا، انسان اور کچھوا کے فوٹو کا موازنہ کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ان تینوں انواع کے چار ہفتہ کی جنین بالکل باہمد گر مشابہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک دوسرے فوٹو میں گائے، سور، خرگوش اور انسان کے جنین بھی مشابہ ہیں۔

(۲) علم ترکیب الاعضا (مرفالوجی) انواع کے بڑے اقسام جن کے عادات بالکل مختلف ہیں اعضا کی ابتدائی ساخت کے لحاظ سے مشابہ ہوتے ہیں مثلاً بندر کے ہاتھ مویشیوں کے اگلے پاؤں۔ طیور کے بازو کی ساخت یکساں ہے لیکن جس سے جو کام لیا جاتا ہے صرف اس حیثیت سے مختلف ہے غرض کہ اس طرح غور کرنے سے مختلف انواع کی اعضاء کی یکساں ساخت نظر آتی ہے فرق صرف طریق عمل سے پیدا ہوتا ہے اعضائے ساقط العمل کا وجود بھی ارتقا کی ایک دلیل ہے مثلاً بعض طیور کے جنین کی چونچ میں دانتوں کے نشان بعض سانپوں میں پچھلے پاؤں کے آثار وغیرہما۔

(۴) آب وہوا کے اختلاف اور بحر وبر کی جغرافیائی انقلاب سے جو نمایاں تغیر انواع میں پیدا ہوتا ہے اس سے ان کی ارتقا کا پتہ چلتا ہے۔ اگرچہ ہر ذی حیات کا رقبہ مخصوص ہے مثلاً دریائی گھوڑا افریقہ میں "سلاتھ" امریکہ میں قطب شمالی کی نباتات کا منطقہ حارہ میں موجود نہ ہونا وغیرہ۔ لیکن قدیم زمانہ میں انتقال مکانی کے طبعی اسباب مثلاً طوفان وسیلاب وغیرہ پر جس وقت غور کیا جائے تو تشابہ اور تباین کے وجوہ

Marfat.com

آئینہ ہو جاتے ہیں۔ اس عقدہ کے حل کرنے میں جزائر قریب البر کے انواع کا موازنہ ان جزائر کے انواع سے جو مثلاً قطبین کے سمندروں میں واقع ہیں اثبات دعوے کے واسطے ایک عمدہ مثال ہے۔ جزیرہ آسٹریلیا جو قرون ماضیہ میں براعظم ایشیا کا ایک جزو تھا قدیم زمانہ کے ادنی انواع ذوات الثدی سے مثلاً کانگھرو کا ایک زندہ عجائب خانہ ہے برخلاف اسکے بحر شمالی وجنوبی کے جزائر ازورا اور سینڈوچ میں بجز چمگادڑ کے نہ کوئی دودھ پلانے والے جانور ہیں نہ مینڈک نہ کچھوے، البتہ تیز بال طیور جو سمندروں کو طے کر سکیں پائے جاتے ہیں۔ ان طیور کے ذریعہ سے نباتات براعظم کے تخم کبھی ان کے پنجوں اور چونچ میں کیچڑ کے ساتھ لپٹ کر کبھی ان کے پروں میں اور کبھی سوء ہضم یا قبل ہضم شکار ہو جانے کے باعث سالم تخم اور گٹھلیاں دور دراز مقامات میں اس طور سے منتقل ہو کر سرسبز ہو جاتے ہیں۔

ڈاروِن نے جن اصول پر ارتقاء انواع کے ثبوت پیش کئے انپر جو اعتراضات ہو سکتے تھے ان کو اس نے کمال دوراندیشی سے اپنی اسی کتاب" اصل انواع" کے ابواب ششم اور ہفتم اور دہم میں درج کر کے رد کیا ہے۔ مثلاً یہ اعتراض کہ انواع کے درمیانی حلقے

Marfat.com

مفقود ہیں اس لیے سلسلۂ ارتقا ٹوٹ جاتا ہے آثار قدیمہ کے جدید اکتشافات سے خود بخود دفع ہو جاتا ہے یا یہ اعتراض کہ دو مختلف اقسام انواع کی جو نسلیں پیدا ہوتی ہیں انکا سلسلہ توالد وتناسل منقطع ہو جاتا ہے۔ مثلاً خچر اس لیے انکا ارتقائی تعلق بھی قائم نہ رہا۔ اس کے متعلق ڈارون نے چند مثالیں جنوبی امریکہ کی ایک قسم کی بھیڑ اور بکری اور چند اقسام کی جھاڑیاں پیش کیں اور یہ ثابت کیا کہ توالد وتناسل کا دارومدار زیادہ تر دقیق میلان طبعی پر ہے۔ انتخاب طبعی کے کلیہ پر مشہور محقق ڈیمین کا یہ اعتراض کہ مورث کے خصوصیات انتخاب طبعی کے قاعدہ سے وارث تک منتقل نہیں ہو سکتے البتہ بہت زبردست ہے۔

اگرچہ ڈارون نے صاف کہدیا تھا کہ انتخاب طبعی ایک عام کلیہ ہے لیکن یہ ضرور نہیں کہ ہر جگہ بذات خود اسی کا عمل رہے۔ مگر پھر بھی اس اعتراض کی اہمیت کے لحاظ سے ڈارون کے متبعین نے انتخاب طبعی کی جگہ اسپنسر کے معنی خیز اصطلاح "بقائے اصلح" کا استعمال ضروری سمجھ کر دفع اعتراض کی کوشش کی۔

بہر حال ڈارون نے انواع کا ارتقا جن قواعد کے رو سے ثابت کیا انپر اگرچہ بہت کچھ جرح وقدح ہوئی لیکن نفس الامر یہ

Marfat.com

دعویٰ ارتقا باطل نہ ہو سکا اور اب یہ مسئلہ سائنس کا ایک مسلّمہ مسئلہ ہے۔

ارتقاء انسان

ڈارون نے اپنی کتاب میں انسان کے ارتقا سے بحث نہیں کی تھی وہ خوب سمجھتا تھا کہ یہ ایک نازک مسئلہ ہے "اصل انواع" کے شائع ہونے کے بعد اس نے جو خط گرے کے نام ۱۸۶۰ء میں لکھا اس میں صاف صاف کہتا ہے۔

مذہبی معاملات میں بحث وجدال کرنے سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے میں نہیں چاہتا کہ میرا دامن تحریر الحاد سے آلودہ ہو جائے (سوانح وخطوط ڈارون جلد دوم صفحہ ۳۱۰)

لیکن بعد کو ایسے واقعات پیش آئے جن سے اس کی حالت بدل گئی۔ "اصل انواع" میں جو طرز استدلال اس نے اختیار کیا تھا وہ ایک ایسی آگ تھی جس نے بتخانہ کے ساتھ مسجد کو بھی جلا دیا ہکسلے جو علم الحیات اور علم الآثار کا ایک مشہور عالم تھا ڈارون کے استدلال کے طفیل توریت وانجیل کی روایات متعلق تخلیق عالم پر سر کرنے لگا اور اپنے لیکچروں میں دعوے کیا کہ نوع انسان کو

Marfat.com

بھی کوئی جداگانہ نوع نہیں کہہ سکتے بلکہ تشریح الابدان[1] سے صاف نظر آتا ہے کہ دیگر انواع کی طرح اس کا سلسلہ بندروں سے مل جاتا ہے۔

ہکسلے نے اپنے لکچروں کو ایک کتاب کی صورت میں جس کا نام کائنات میں انسان کا درجہ ہے ۱۸۶۳ء میں شائع کر دیا ہکسلے چونکہ نہایت تند خو، دریدہ دہن اور رند مشرب تھا یہاں تک کہ فخریہ کہا کرتا تھا کہ "میں تو ڈارون کا بُل ڈاگ (کتا) ہوں"[2] اس لئے مقتدایان دین کا گروہ سخت برافروختہ ہو گیا۔ اور سب سے پہلے ڈارون کو کافر اور ملحد کا لقب دے بغیر اس کے کہ اس کے دلائل کو معقول طرز سے رد کریں یہ طعنہ دیا کہ ڈارون اخلاقی کمزوری اور کمینہ پن سے اپنے عقائد کا اخفا کرتا ہے۔

۱؎ ہکسلے نے انسان اور چار قسم کے مردم نما بندر چمپینزی، گوریلا، گبن، اُرانگ اٹانگ کے ڈھانچوں کا موازنہ کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ انسان اور بندر میں اگر کچھ فرق ہے تو دماغ کے نظام عصبی کی ساخت میں اور وہ بھی چمپینزی میں بہت خفیف یہاں تک کہ انسان اور چمپینزی کے نوزائیدہ بچوں میں کوئی فرق نہیں (ماخوذ از مینز پلیس ان نیچر ۲؎ سوانح ہکسلے جلد اول ص ۳۶۳۔

مقتدایان دین کے اس دلشکن طعنہ کی برداشت ڈارون سے نہ ہو سکی وہ ایک خط مورخہ ۲۲ فروری ۱۸۶۹ء میں اپنے ایک دوست مولر کو لکھتا ہے۔

"مجھے اخفائے خیالات کا طعنہ دیا جاتا ہے، اچھا اب میں نسل انسان کی اصلیت کے متعلق کچھ لکھتا ہوں۔

(سوانح و خطوط ڈارون جلد سوم صفحہ ۱۱۲)

چنانچہ ۱۸۷۱ء میں اس نے اپنی دوسری کتاب ہبوط انسان کے نام سے شائع کی اور علم الجنین، علم الآثار، علم تشریح الابدان کے ذریعہ سے اس نے یہ دعوی کیا کہ جسمانی۔ دماغی اور روحانی ہر حیثیت سے انسان ترقی یافتہ بندر ہے۔ صدق اللہ العلی العظیم حیث قال۔

ارایت من اتخذ الٰھہ ھواہ واضلہ اللہ علی علم	تو نے دیکھا اس کو جس نے پکڑا اپنی خواہش کو اپنا معبود اور گمراہ کیا اس کو اللہ نے علم پر۔

لیکن یہ خیال رہے کہ ڈارون کی گمراہی کے ذمہ دار زیادہ تر پیشوایان مسیحیت ہیں جنھوں نے

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ	بلا طرف راہ اپنے رب کے ساتھ

Marfat.com

وَالموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔ حکمت اور نصیحت پسندیدہ کے اور جھگڑ تو ان سے اس طرح کہ وہ بہت اچھے، کے زرین اصول کے خلاف عمل کیا۔ ڈارون کہتا ہے۔

"ابتدائً توراۃ کی روایات مجھے ہنود کی مذہبی کتابوں کی طرح معلوم ہونے لگیں۔ دین عیسوی کی بنیاد جن معجزوں پر رکھی گئی ہے اور خود اناجیل کی باہمی متناقض روایات پڑھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کتابیں الہامی نہیں ہیں یہانتک کہ بداعتقادی کا اثر آہستہ آہستہ مجھے ہونے لگا اور بڑھتے بڑھتے بالکل سرایت کر گیا۔ پھر کہتا ہے کہ "اشیاء کی ماہیت کا معمہ حل کرنے سے ہم عاجز ہیں" اور اب میرے واسطے یہی ایک صورت ہے کہ لا ادریت پر قانع رہوں۔

سوانح ڈارون جلد اول صفحہ ۳۰۴ و ۳۱۷)

کیوں نہیں ؎

دلم ز صومعہ بگرفت و خرقۂ سالوس
کجاست دیر مغان و شراب ناب کجا

ڈارون کا انتقال ۱۹ اپریل ۱۸۸۲ء کو ہوا اسکے آخری الفاظ یہ تھے

Marfat.com

مجھے یقین ہے کہ میں اپنی زندگی کو سائنس کے واسطے
ہمہ تن وقف کر دینے میں حق پر رہا۔ میں کبیرہ گناہوں
سے مجتنب رہا۔ مجھے اکثر اوقات بار بار یہی افسوس
ہوتا تھا کہ میں اپنے ہمجنسوں کو براہ راست بہت
کم نفع پہونچا سکا۔

ڈارون نے اپنی تصانیف میں مسئلہ ارتقا کے ہر پہلو کو اس جامعیت سے بیان کیا ہے کہ بعد کو جو کچھ اضافہ ہوا وہ ایسا ہے جیسے کہ ایک متن کی متعدد شرحیں۔ ڈارون کے انتقال کے بعد علم الحیات اور علم الآثار میں جدید انکشافات ہوئے لیکن یہ تمام انکشافات اس کے خیال کے موئد ثابت ہوئے مثلاً زمانۂ حال کی مشہور سلولر تھیوری یا مسئلہ ہویت جس کا ماحصل یہ ہے۔

سلولر تھیوری یعنی مسئلہ ہویت اور ارتقائے حیات

حیات کے واسطے نمی اور گرمی مخصوصات سے ہیں جس وقت کرۂ ارض کی شدت التہاب میں کمی ہوئی تو آکسیجن اور ہیڈروجن کے امتزاج سے پانی پیدا ہوا پھر پانی میں کاربن نیٹروجن

Marfat.com

اور گندھک وغیرہ کے امتزاج سے اس عجیب شے کا ظہور ہوا جو بقول ہکسلے مادہ حیات ہے۔ خردبین سے حیوانات کے تخم اور نباتات کے تازہ ریشوں کو دیکھ کر دونوں ایک ہی قسم کے چھوٹے چھوٹے سیلز (بیوت[1]) کا مجموعہ ہیں، یہ بیوت یا خانے ایک ہی طرح کی بھوری چپکنے والی رقیق اور متحرک شے سے معمور رہتے ہیں اس شے کا نام علماء سائنس نے پروٹوپلیزم یعنی مادۃ الحیات رکھا ہے۔

تمام اجسام ذی حیات یعنی نباتات، حیوانات اور انسان کی ابتداء ان بیوت سے جن میں مادۃ الحیات بھرا ہوتا ہے ہوتی ہے، سب سے پہلے ایک خانہ ہوتا ہے جس کے وسط میں پروٹوپلیزم اپنا مستقر قرار دیکر تغذیہ اور نمو کا عمل شروع کرتا ہے اور جس وقت ایک مقررہ حجم تک نشوونما پا چکا تو وہ خانہ مستقر کے مقام سے پروٹوپلیزم کے ساتھ متساوی بیوت میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ اس طرح دو سے چار۔ چار سے آٹھ، آٹھ سے سولہ الیٰ غیر النہایہ بیوت پیدا ہوتے جاتے ہیں یہ بیوت گویا اجسام ذی حیات کی ابجد ہیں، سب سے ادنیٰ جسم ذی حیات

---

[1] ان بیوت کو جرمنی کے مشہور ماہر علم الحیات شوان نے ۱۸۳۸ء میں دریافت کیا۔

Marfat.com

ایک خانۂ واحد سے بنا ہے جس کا نام سائنس کی اصطلاح میں پروٹوزوا "یعنی النشاۃ الاولیٰ" ہے۔ اس میں حرکت، تغذیہ اور نمو کی قوتیں موجود ہوتی ہیں۔ اس کے بعد اسفنج کا درجہ ہے جس میں بیوت کی تقسیم اور ترتیب دو طبقہ اولی النعل کی شکل میں نظر آتی ہے۔ اس کا نام گیسٹرولا ہے اس کے بعد دابہ یعنی کیڑے کا درجہ ہے جس میں تین طبقے ہوتے ہیں اور یہ جنین کی ابتدائی شکل ہے۔ بالائی طبقہ سے پوست اور اعصاب کی تخلیق ہوتی ہے، طبقۂ زیریں سے روُدے وغیرہ اور درمیانی طبقہ سے قلب اور اعضائے رئیسہ، دابہ مراتب ارتقا طے کرتا ہوا "احسن تقویم"[۵۲] کے منتہائے کمال پہ پہنچ کر اشرف المخلوقات یعنی انسان کا جلوہ دکھاتا ہے ذیل میں ہم ایک نقشہ مع شجرہ درج کرتے ہیں۔ جو مسئلہ ارتقا کا لبّ لباب ہے یہ نقشہ جے ٹیلر کی کتاب "انسان ارتقا کی روشنی میں" سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

---

[۵۲] اشارہ ہے اس آیت پاک کی طرف لقد خلقنا الانسان فی احسن تقو

درجات مع مثال	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	جدید اکتسابات
پروٹوزوا (نشاۃ الاولی) جیسے اَمُوبا جو پانی میں ایک دھبہ سا نظر آتا ہے	+	+	لامسہ شامہ	اشتہا	×	سیلز (بیوت)
کلنٹیڈیا (جسم مجوف) مرجان وغیرہ	×	باضمہ و مولدہ	؍؍	؍؍	مولدہ	اعصاب
وَرمز (کیڑے) مثلاً کیچوا	×	×	باصرہ	ایضاً	مولدہ	اعصاب
مچھلی	سلسلۃ الراس	اعصاب	ایضاً	خوف و غضب	توانائی و قدرت عمل	ریڑھ کی ہڈی جبڑے، دماغ
ذو عنصرین جیسے مینڈک	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	جوڑی پچھلی ٹانگیں اور پھیپھڑا
ادنیٰ قسم کے ذوات الثدی (دودھ پلانے والے جانور) مثلاً آسٹریلیا کا کانگرو	غشائی رقیق دماغ	دماغ	باصرہ سامعہ شامہ	ایضاً دہوش تحفظ	تفنت	مشیمہ (بچہ دان)

درجات مع مثال	مخصوص عضو دماغ	نتیجۂ اکتساب ارتقا سرعت کلام	نتائج احساسات	نتائج خواہشات	نتائج اعمال	جدید اکتسابات
ذوات الثدی جن کا درختوں پر نشیمن ہے۔ مثلاً بندر	ایضاً	ایضاً اور ہاتھ	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ہاتھ
قدیم انسان	نظام عصبی	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	نفس
تاریخی انسان	ایضاً	ایضاً	عقل	حق وصواب	حسنات	؟ ؎

؎ انتہا ۔ یہ خانہ خالی ہے کیونکہ سائنس کے نزدیک تاریخی انسان کا جدید اکتساب نامعلوم ہے لیکن جس وقت ہم اس آیت پاک پر غور کرتے ہیں الا من اتی اللہ بقلب سلیم تو صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ حسنات کے ماحول کا نتیجہ قلب سلیم ہے خداوندا ہم کو اپنے حبیب پاک کے طفیل میں قلب سلیم عطا فرما۔

Marfat.com

شجرۂ بقائے اصلح

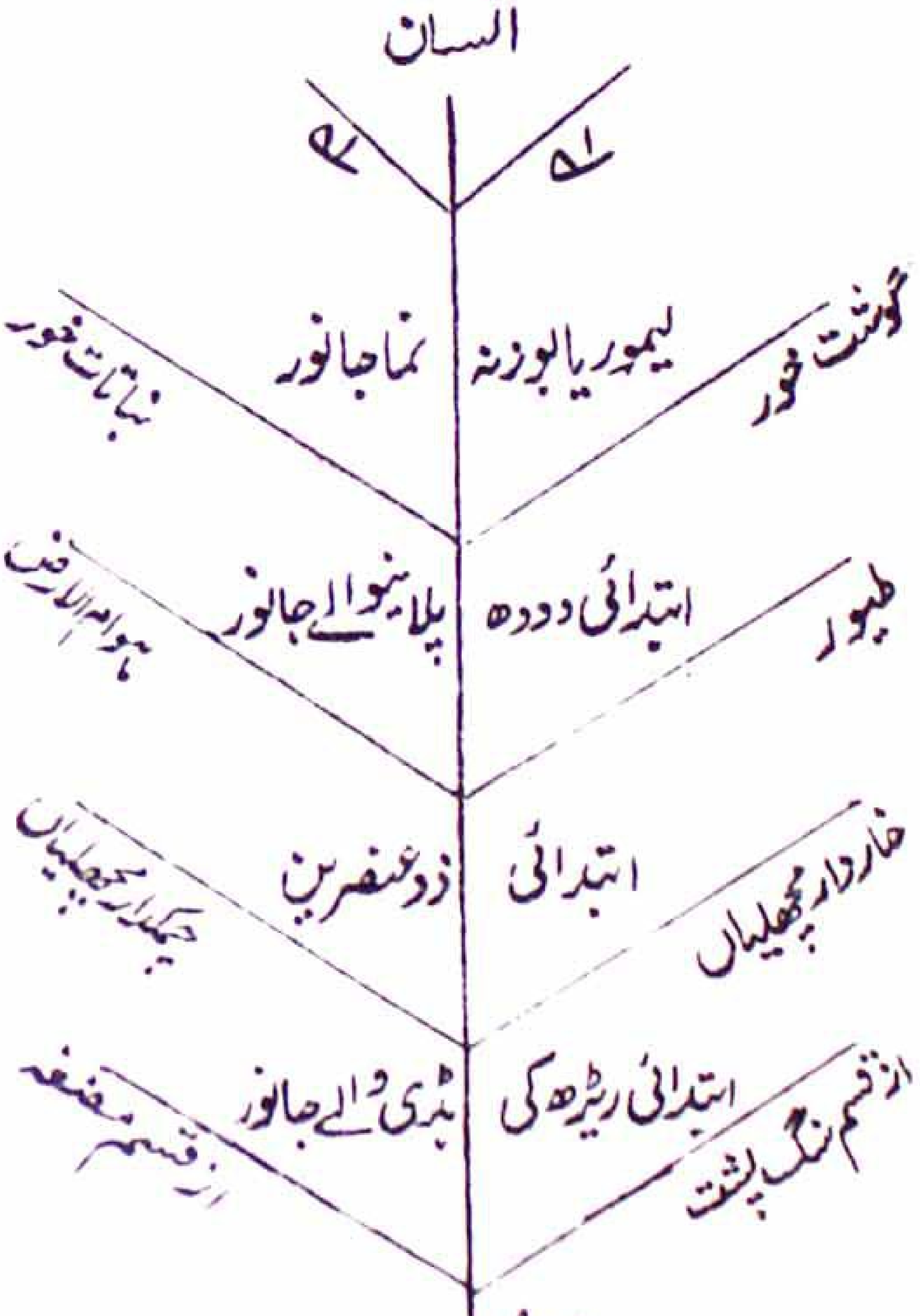

۱ انتباہ - ٹیلر نے یہ دو لو شاخیں خالی رکھی ہیں۔ لیکن ہیکل نے اپنی کتاب لاسٹ لنگ (آخری حلقہ) میں بے دم کے بندروں کو انسان کا مورث قرار دیا ہے لیکن حال میں نیا انکشاف ہوا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

Marfat.com

مسئلہ ارتقا میں ڈاکٹر ولیس کی مشہور ترمیم

مسئلۂ ارتقا کی تاریخ میں یہ واقعہ یادگار رہے گا کہ ڈاکٹر ولیس جو اصول ارتقا کے دریافت کرنے میں ڈارون کا ہم پلہ اور برابر کا شریک و سہیم ہے یہ دیکھ کر ڈارون اور اسکے پرجوش متبعین ہکسلے، رومانیس اور ہیگل نے انسان کی دماغی اور روحانی قوتوں کا ماخذ بھی حیوانات ہی کو قرار دیا سخت مخالف ہو گیا اور شیدائیان سائنس کی طعن و تشنیع کی کچھ پرواہ نہ کر کے یہ دعویٰ کیا کہ جسم کی ساخت کے لحاظ سے انسان بیشک حیوان کی ارتقاء صورت ہے۔ لیکن اس کے نفس کے وجود اور ارتقا کا حیوانات سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ انسان اور حیوان کے مابین یہی مخصوص شئے مابہ الامتیاز ہے وہ کہتا ہے کہ ریاضی۔ فنون لطیفہ اور حاسہ مذہب کا ارتقا انتخاب طبعی اور اس کے معاون قواعد کے رو سے ثابت نہیں ہوتا۔

شیدائیان سائنس کو یہ دعویٰ ایسا عجیب معلوم ہوا کہ اولاً یہی کہتے رہے کہ ڈاکٹر موصوف کا یہ قول ہی نہیں

Marfat.com

یہانتک کہ ڈارون نے بھی یہی سمجھا[1] لیکن جب وقت ڈاکٹر ولیس نے اپنی مشہور کتاب ڈاروزم ۱۸۸۹ء میں شائع کی اور اس کے باب ۱۵ میں اس دعوے کو شرح و بسط کے ساتھ ثابت کیا تو جس طرح ڈارون کو مذہبی گروہ نے ملحد قرار دیا تھا اسی طرح سائنس کے فریق "معتقدین" نے ولیس کو وہم پرست کا لقب دیکر یہ کہنا شروع کیا کہ ڈاکٹر موصوف پر مذہبی رنگ چڑھ گیا ہے[2]

ماہرین سائنس علی العموم پیروان مذہب کو متعصب اور جاہل کہا کرتے ہیں۔ مگر اس معاملہ میں ہم ان کو کیا کہیں؟

ع بیخودلو قت ذبح تپیدن گناہ من

ذبح ہوتے وقت بیخودی میں تڑپنا یہ میرا گناہ ہے

دانستہ دشنہ تیز نہ کردن گناہ کیست

لیکن جان بوجھ کر چھری کو تیز نہ کرنا یہ کس کی خطا ہے

---

[1] صفحہ ۱۱۶ ڈارون وعلوم جدید [2] ایضا

Marfat.com

باب دوم

سائنس مذہب کی روشنی میں

آج کل عام طور سے مذہب کو کھینچ تان کر کسی نہ کسی طرح سائنس سے تطبیق دی جاتی ہے۔ گویا سائنس ہی معیارِ حق ہے لیکن اختلاف کے اصلی وجوہ پر بہت کم غور ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ "نہ خدا ہی ملتا ہے نہ وصال صنم" رفع اختلاف کی ایک یہ صورت نکلی ہے کہ دونوں کی سرحد الگ کر دی گئیں یعنی سائنس کی بنیاد عقلیات پر ہے اور مذہب کی جذبات پر یہ حد بندی اگرچہ ایک دوسرے کو جائز طور پر حملہ آور نہیں ہونے دیتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ دونوں کے دل صاف ہو جائیں باہمی منافرت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ سائنس یہ دیکھ کر کہ مذہب کی بنیاد جذبات پر رکھتے ہیں اس کو ایک دل خوش کن

Marfat.com

فسانہ سمجھ کر رندانہ طرز میں کہتا ہے ؎

ہم کو معلوم ہے "مذہب" کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

برعکس اس کے مذہب سائنس کو بندۂ عقل دیکھ کر تحکمانہ لہجہ میں کہتا ہے ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

حقیقت یہ ہے کہ سائنس اور مذہب کے اختلاف کی بنیاد بہت گہری ہے ذیل میں ہم اصل اختلاف پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

سائنس اور مذہب کے فلسفہ کا اصل اختلاف

سائنس کی عمارت تصورِ شئے پر قائم ہے جس سے کائنات ایک خود بخود باقاعدہ چلنے والی مشین نظر آتی ہے، مذہب کی بنیاد تصوّرِ ذات پر ہے جس سے کائنات ایک زبردست راہ پر لگانیوالے منتظم کی محکوم معلوم ہوتی ہے۔ ان دو جداگانہ تصوّر کے نتائج اس حد تک تو باہم گر مشابہ ہیں کہ جس طرح سائنس ماہیت اشیا کے علم کا دعویٰ نہیں کرتی مذہب بھی کنہ ذات سے لاعلمی

Marfat.com

ظاہر کرتا ہے لیکن جب صفات کی بحث شروع ہوئی اختلاف کی بنیاد قائم ہو گئی، سائنس صرف ان صفات کو تو تسلیم کرتی ہے کہ ایک شئے قدیم ہے ازلی ہے ابدی ہے لامتناہی ہے لیکن اُن صفات کی منکر ہے جو تصور ذات کے بلاواسطہ نتائج ہیں مثلاً ارادہ، قدرت حکمت وغیرہ انکار کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ یہ صفات خواہ کتنا ہی ارفع اور اعلیٰ تصور کی جائیں انسانی ہیں اور اس لئے تصور خدا کے واسطے معتبر نہیں۔ لیکن یہ عجیب استدلال ہے۔ سنو کہ خود وہ علمائے سائنس جن کی آنکھوں پر جحود کا پردہ نہیں پڑا ہے کیا کہتے ہیں۔ السور لاج جو آج کل طبعیات کا مشہور ماہر تسلیم کیا جاتا ہے اپنی کتاب "انسان اور کائنات" کے صفحہ ۳۳ و ۳۴ میں کہتا ہے۔

"یہ عجیب قسم کی ہمہ گیر شئے ہے جس میں پہاڑ، درخت۔ قوای فطرت اور کل محسوس مادی کائنات تو شامل ہوں۔ لیکن عقل، ارادہ اور جذبات تشخص جن کا ہم کو بلاواسطہ ادراک ہے خارج کر دیئے جائیں، ہر ایک قوت اور ہر ایک جذبہ جس کا ہمیں ادراک ہے بے شبہ موجود ہیں اور اسلئے کائنات میں من حیث المجموع موجود ہونا چاہئے

Marfat.com

مذہب مجسمیہ میں اگرچہ بہت سی غلطیاں ہیں لیکن ایک امر حق
امر حق بھی پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک اعلیٰ صفت
جو انسان میں موجود ہے خواہ وہ تشخص ہو یا کوئی اور
اعلیٰ صفت کائنات میں جس کا ایک جزو انسان
بھی ہے ثابت اور قائم ہے اور کل میں داخل ہے۔

رلینڈل اپنی کتاب "فلسفہ اور مذہب" کے لکچر چہارم میں کہتا ہے۔

تشخص کا اطلاق اپنے حقیقی اعلیٰ اور کامل معنی میں صرف خدا
ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر تشبیہ کے دائرہ سے قدم باہر
رکھ کر ہم خدا کا ماورا التشخصی حیثیت سے تصور کریں تو
یہ خیال رہے کہ شخصیت کے درجہ سے کمتر کوئی تصور
سد راہ نہ ہو جائے مثلاً یہ کہ ہم خدا کو محض ایک قوت
یا غیر مدرک شئے یا صرف اسم جمع نہ سمجھ لیں۔"

حقیقت میں ان صفات کا انکار اس بنا پر کہ انسانی ہیں صرف ایک
مغالطہ ہے اور الحاد کا پیش خیمہ ہے۔ یہی وہ صفات ہیں جو اہل
میں معرفت الٰہی کی ابجد ہیں۔ لیکن یہ فرق خوب یاد رکھنا چاہئے
کہ جو نسبت الفاظ کو معنی سے ہے وہی نسبت ان صفات کو
صفات خداوندی سے ہے اور غصہ کے عین صاد اور ہائے

Marfat.com

ہنوز کو اس کیفیت سے کسی قسم کی مناسبت نہیں جس سے چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور پیشانی پرشکن. لیکن انسان نے جس طرح ان موضوعہ حروف سے غصہ کی کیفیت کو سمجھا ہے اسی طرح فطرت نے ان صفات سے انسان کو متصف کیا تاکہ ان کے ادراک سے اس کا ذہن اس موصوف کی طرف منتقل ہو سکے جس کی صفت یہ ہے۔

لیس کمثلہ شیئ نہیں ہے مثل اس کے کوئی چیز

اب فرض کرو کہ دو اجنبی شخص ایک غیر زبان سیکھنا چاہتے ہیں دونوں کے سامنے حروف تہجی لکھے ہوئے رکھے ہیں ان میں سے ایک شخص ان حروف کی شکل کو دیکھتا ہے ان کے طول و عرض کو ناپتا ہے دائروں کی کشش پر غور کرتا ہے نقاط کے مکان کا اندازہ کرتا ہے پھر ان تمام حروف کو نقطوں کی ہیئت اولی کی حرکت کا نتیجہ سمجھ کر بیٹھ رہتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ بس یہی سمجھنا تھا دوسرا شخص پہلے ان حروف کی مختلف اشکال کو پہچان کر الفاظ کو سمجھتا ہے اور پھر سواد خوانی سے معانی اور مطالب کی طرف رجوع کرتا ہے یہی حال مذہب اور فلسفہ سائنس کا ہے سائنس ان صفات کو صرف ان نقوش کا جو دماغ کی نظام عصبی کی حرکت سے مرتسم

Marfat.com

ہو جاتے ہیں نتیجہ یہ کہ اول الذکر اس علم کے نشہ میں مخمور رہتا ہے مذہب
ان فطری نقوش کو پہچان کر دماغ کے قفل ابجد کو کھولتا ہے اور
معانی کی طرف رجوع کر کے دریائے معرفت میں غوطے لگاتا ہے

ہمارے اس بیان سے بغیر اس کے کہ ہم ذات اور صفات
کے مباحث اور معتزلہ اور اشاعرہ کے لفظی نزاعوں کو چھیڑیں
تشبیہ اور تنزیہ کے پیچیدہ مسئلہ پر بھی روشنی پڑتی ہے لیکن
چونکہ یہ ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے اس لئے ہم ذیل میں زیادہ
وضاحت کے ساتھ مشہور مستشرق میکس مولر کی کتاب سائنس آف
ریلیجن کے ایک مقام کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔

تشبیہ اور تنزیہ کی اصلیت

آغاز وجود سے انسان کے دل میں اپنے متعلق ایک
قسم کا خیال جس کو ہم اپنی زبان میں خواہ تصور ضعف
یا نقص یا وابستگی غرض کہ جو کچھ کہیں موجود تھا ہم جس طرح
یہ نہیں بتا سکتے کہ نوزائیدہ بچہ کو بھوک اور پیاس کی خواہش
کیوں ہوتی ہے اسی طرح ہم اس خیال کو بھی بیان نہیں
کر سکتے لیکن یہ ضرور ہے کہ آغاز وجود سے ایسا ہی تھا

اور اب بھی ایسا ہی ہے انسان کو یہ خبر نہیں کہ وہ کہاں سے
آیا ہے اور کہاں جائیگا اس کو ایک رہبر کی تلاش ہے
وہ رفیق کا خواہاں ہے ایک آرام جان کی تمنا ہے ایک
آسمانی بزرگ کی جستجو ہے علاوہ ان تمام محسوسات کے
جو انسان کو وجود فی الخارج کی حیثیت سے محسوس ہوئے
خود قلب انسانی میں ایک زبردست باطنی جذبہ کا بھی
وجود تھا۔ وہ کیا؟ ایک پوشیدہ آہ یا جذب شوق یا
ایک ایسی ذات کی طلب جو عالم کے اشیا کی طرح عیاں در
نہاں نہ ہو۔ جو اول ہو اور آخر ہو اور ہمیشہ رہے۔ جو ہر
شے کی معین اور محافظ ہو سکے اور جس کے دم سے
انسان کو اس ہیگا نہ عالم میں بیکسی محسوس نہ ہو۔

قبل اس کے کہ یہ مجہول کیفیت متمثل ہو ایک نام کی
ضرورت ہوئی کیونکہ بغیر اس کے سمجھنا دشوار تھا مگر اس
نام کو کہاں ڈھونڈھیں۔ کچھ شک نہیں کہ زبان کا خزانہ
موجود تھا لیکن جس نام سے پکارا قلب ٹھرا گیا کہ یہ نام
تو موزوں نہیں ہوتا کیونکہ دام اسم سے وہ مرغ خیال
جو مصروف اہتزاز تھا اور آزادی اور نور کے عالم میں بلند

پرواز ی کا خواہاں تھا مفید سمجھا جاتا تھا۔ لیکن جب ایک اسم یا متعدد اسماء پر انتخاب کے بعد تجربہ کیا گیا تو اب یہ دیکھنا ہے کہ جہاں تک قلب انسانی کا تعلق ہے کیسا نتیجہ نکلا۔ کچھ شک نہیں کہ ان اسماء سے خواہ وہ کیسے ہی ناقص تھے ایک قسم کی طمانیت حاصل ہو گئی۔ لیکن یہ اسما مثل دیگر اسمائے اشیا کے محض اشارات تھے اور اشارات بھی کیسے بالکل ناقص کیونکہ ان اسما سے صرف چند جزدی حیثیتیں اس عظیم الشان کل کی سمجھ میں آتی تھیں جو قلب کے تخت پر آرام کر رہا تھا مثلاً جبکہ نورانی آسمان کا نام جیسا کہ دنیا کی ہر قوم نے کسی نہ کسی زمانہ میں انتخاب کیا پیش ہوا تو کیا اس "نور آسمانی" سے اس معلوم قلب کی پوری تشریح ہو گئی ان کے قلب کو سکون ہو گیا۔ ہرگز نہیں۔ لوگ خوب سمجھتے تھے کہ یہ کن معنی میں استعمال ہوا ہے۔ پہلا انسان جس نے اولاً اظہار مدعا جستجو میں ہر طرف سے تھک کر "آسمان" کے اسم کو غیر اسم سے بہتر سمجھ کر استعمال کیا وہ خوب جانتا تھا کہ اس کی یہ کامیابی انجام کار کی ناکامیابی کے برابر ہے۔

بہرحال اب یہ دیکھنا رہا کہ جب یہ نام مستعمل ہو کر

قبول ہو اتو پھر کیا ہوا؟ یہ نام جب جوان اور بوڑھے، شوخ بچے اور پوپلی دادیوں کی زبان پر جاری ہوا تو ممکن نہ تھا کہ باہمی غلط فہمی نہ ہوتی۔ تنزل کا پہلا زمانہ یہ تھا کہ وہ ذات جو آسمان کے نام سے پکاری گئی اس کا مسکن آسمان قرار پایا دوسرا زینہ یہ تھا کہ وہ ذات کہ مسمّیٰ اپنے اسم کے پردہ میں چھپ کر غائب ہو گیا اور اس شئے سے جو ہمارے سروں پر شامیانہ کی طرح نظر آتی ہے، بارش کی التجا زراعت کی حفاظت مولیشی غلہ اور روزی کی دعا ہونے لگی، اتنا ہی نہیں بلکہ بہت جلد جن لوگوں نے دیتا کو متنبہ کیا کہ اس اسم سے ظاہری آسمان مراد نہیں ہے بلکہ اُس ذات سے مراد ہے جو تحت اور فوق پر سر جگہ اور اس نیلگوں آسمان سے ارفع اور اعلیٰ ہے تو ایسے لوگوں کی بات کو ظاہر بینوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ تو خواب دیکھتے ہیں اور ہمارے دیوتا کی شان میں جو اس عالم کا محسن ہے کفر بکتے ہیں۔ آخری زینہ یہ تھا کہ بہت سی باتیں جو ظاہری آسمان پر صادق آتی تھی سماء الہٰ پر منطبق ہونے لگیں اور فرضی روایات اور افسانوں کے انبار لگ گئے جن سے اس ذات کا جو ابتداء میں اس متشابہ

Marfat.com

اسم کے پردہ میں نہاں تھے نام و نشان گم ہو گیا (لکچر چہارم ص ۱۹۸ تا ۲۰۰)

میکس مولر کے اس بیان کو حضرت ابراہیمؑ کے اس واقعہ سے مقابلہ کرو جس میں آپ نے اجرام علوی کو دیکھ کر اپنی کواکب پرست قوم کے سامنے اسم اور مسمیٰ کا فرق ظاہر کر کے اصل حقیقت کو آئینہ کر دیا۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فلما جن علیہ اللیل راکوکبا	پھر جب چھا گئی اس پر رات دیکھا تارا
قال ھذا ربی فلما افل	کہا یہ میرا رب ہے پھر جب چھپ گیا
قال لا احب الآفلین فلما	کہا نہیں دوست رکھتا میں چھپنے
راء القمر بازغا قال ھذا	والوں کو۔ پھر جب دیکھا چاند روشن
ربی فلما افل قال لئن لم	کہا یہ میرا رب ہے پھر جب چھپ گیا
یھدنی ربی لاکونن من	کہا اگر نہ راہ دکھائے مجھے میرا رب البتہ
القوم الضالین فلما راء	ہو جاؤں گا میں قوم گمراہ سے پھر جب
الشمس بازغۃ قال	دیکھا آفتاب چمکتا کہا یہ رب میرا
ھذا ربی ھذا اکبر فلما	ہے یہ بڑا ہے پھر جب چھپ گیا کہا اے
افلت قال یا قوم انی بریء	قوم میں بری ہوں اس سے کہ تم
مما تشرکون انی وجھت	شرک کرتے ہیں میں نے کیا متوجہ
وجھی للذی فطر السموات	اپنا واسطے اس کے جس نے پیدا کیا

Marfat.com

والارض حنیفا وما انا   آسمانوں اور زمین کو طالب حق ہو کر

من المشرکین (سورہ انعام)   اور نہیں ہیں مشرکوں سے۔

اب ہم مذہب اور سائنس کے اصل اختلاف کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اوپر کے صفحات میں "تصور شئی" اور "تصور ذات" کے ام الاختلاف کو پیش نظر رکھ کر پھر اگر تعلیمات سائنس پر غور کیا جائے تو یہ انسان کی دین کامل یعنی اسلام کی مؤید نظر آئیں گی اور وہ انتشار اور تشکک جو اس زمانہ میں وسعت معلومات سے پیدا ہو گیا ہے طمانیت قلب کی صورت میں بدل جائے گا۔

مسئلہ ارتقا اسلام کی روشنی میں

مسئلہ ارتقا اگرچہ انیسویں صدی کے نصف آخر میں سائنٹفک طور پر ثابت ہو کر علمی دنیا میں ایک انقلاب عظیم کا باعث ہوا ہے لیکن اگر ایک ہزار سال پیشتر اس زمانے کے علما کے اقوال پڑھیں جو علمی تحقیقات کے میدان میں دبخنی علما بڑھتے ہوئے آگے قدم بڑھا کر حیرت انگیز ایجاد و اختراع سے چار دانگ عالم میں علم اور تہذیب کی روشنی پھیلاتے تھے تو معلوم ہو جائے کہ مسئلہ ارتقا کی آواز وہی ہے جو ان کانوں میں کبھی پڑ چکی تھی۔

Marfat.com

فلسفہ یونان کے مقابلہ میں جب عقلی علم کلام کی بنیاد خلیفہ مہدی عباسی کے عہد میں رکھی گئی تو متکلمین نے منکرین اسلام خاص کر ملحدین کے مقابلہ میں نقل روایات ناکافی سمجھ کر دلائل عقلیہ سے کام لینا شروع کیا۔ اس ضمن میں مخلوقات کی آفرینش کی بھی عقلی طور پر تشریح شروع ہوئی۔ مشہور متکلم ابو الہذیل کے بہ یک واسطہ شاگرد جاحظ (المتوفی ۲۵۵ھ) نے ارسطو کی کتاب "ڈی اینما" کے طرز پر ایک کتاب لکھی جس کا نام کتاب الحیوان ہے اس میں انتقال مکانی اور "ماحول" کے اثر سے جو تغیرات انواع حیوانات اور نباتات میں پیدا ہوئے ان کی طرف اشارہ کیا مصنفین اخوان الصفا نے رسالہ نباتات کی تمہید میں یہ دعویٰ کیا کہ جمادات نباتات حیوانات اور انسان کے عالم ایک دوسرے سے سلسلہ بہ سلسلہ وابستہ ہیں۔

علامہ ابن مسکویہ (المتوفی ۴۲۱ھ) جن کا شمار اسلام کے نامور حکماء میں ہوتا ہے اپنی کتاب الفوز الاصغر میں جو فلسفہ اور شریعت کی تطبیق پر لکھی ہے۔ اس مسئلہ کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔ اور آج کل کے ماہرین علم الحیات کی طرح نباتات سے ذی حیات کی ابتدا شروع کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

لہ کشف الظنون - جلد اول - صفحہ ۴۵۶

Marfat.com

فنقول ان مرتبة النبات
فی قبول هذا الاثر الشریف
هو ما ینجم من الارض
لم یحتج الی بذر ولم یحفظ
نوعه ببذر کانواع
الحشائش وذلك انه فی
افق الجماد والفرق بینهما
هو هذا القدر الیسیر من
الحرکة الضعیفة فی قبول
اثر النفس و لا یزال هذا
الاثر یقوی فی نبات اخر یلیه
فی الشرف الی ان یصیر له
من القوة فی الحرکة الی
ان یتفرع و ینبسط و یتشعب
و یحفظ نوعه بالبذر و
یظهر فیه من اثر الحکمة
اکثر مما یظهر فی الاول

نباتات کا درجہ احساس کے قبول کرنے
میں اس طرح شروع ہوتا ہے کہ سب سے
ادنی درجہ کا نبات جب زمین سے
اُگتا ہے تو وہ تخم کا محتاج نہیں ہوتا
اور نہ وہ تخم کے ذریعہ سے اپنی نوع
کی حفاظت کرتا ہے جیسے گھاس اور
یہ جماد کا آخری درجہ ہے اس قسم کے
جمادات اور نباتات میں صرف تھوڑی
سی حرکت کا فرق ہے اور یہ قوت
ان دوسری نباتات میں جو ان کے
اوپر ہیں بڑھنی شروع ہوتی ہے
یہانتک کہ قوت حرکت اتنی ہو جاتی
ہے کہ اس کی شاخیں ہوتی ہیں۔
پھیلتا ہے۔ تخم کے ذریعہ
سے اپنی نسل کی حفاظت
کرتا ہے اور حکمت کے آثار اس سے

Marfat.com

ولا یزال هذا المعنی یزداد	سے کم درجہ کے نباتات سے زیادہ
فی شیء بعد شیء ظهورا	ظاہر ہوتے ہیں اور بہ قوت رفتہ
الی ان یصیر الی الشجر	رفتہ بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ
الذی له ساق وورق	درخت پیدا ہوتے ہیں جنکے تنے پتیاں اور
وثمر یحفظ به نوعه	پھل ہوتے ہیں جس کے وہ اپنی نوع کی حفاظت کرتے ہیں۔
وهذا هو الوسط من المنازل	یہ درجہ متوسط منزل ہے لیکن اس کا ابتدائی
الثلثة الا ان اول هذه	درجہ اپنے اوپر کے درجہ سے ملا ہوا ہے
المرتبة متصل بما قبله	اور اس سے اوپر کے نباتات وہ ہیں جو
فی افقه وهو ما کان من	پہاڑ، جنگل، جھاڑی جزائر میں ہوتے
الشجر علی الجبال وفی البراری	ہیں جن کو (بالقصد) لگانے کی کچھ
المنقطعة وفی الغیاض	ضرورت نہیں ہوتی بلکہ خودبخود
وجزائر البحار لا تحتاج	اُگتے ہیں۔ اگرچہ وہ تخم کی وساطت
الی غرس بل ینبت	سے اپنی نسل محفوظ رکھتے ہیں۔
لذاته وان کان یحفظ	اور اس قسم کے درختوں میں دیر
نوعه بالبذر وهو	میں نمو اور بہت کم حرکت ہوتی
ثقیل الحرکة بطیء النشوء۔	ہے۔

Marfat.com

ثم يتدرج من عنده المرتبة
ويقوى هذا الاثر فيه
ويظهر شرفه على مادونه
حتى ينتهى الى الاشجار
الكريمة التى تحتاج الى
عناية من استطاعة التربة
واستعداد الماء والهواء
لاعتدال مزاجها والى
حياة ثمرتها التى تحفظ
بها نوعها كالزيتون و
الرمان والسفرجل و
التفاح والتين واشباهها.
ويتدرج ايضا فى قبول هذا
الاثر من فلهو الشرف الى
ان ينتهى الى رتبة الكرم
والنخل فاذا انتهى الى
ذلك صار فى الافق الاعلى

پھر نباتات اس درجہ سے آگے قدم
رکھتا ہے اور حیات کے آثار اس
میں قوی ہوتے جاتے ہیں اور اپنے
سے کم درجہ کے حیوانات پر امتیاز
خاص رکھتے ہیں یہاں تک کہ وہ
درخت پیدا ہوتے ہیں جن کی
نشوونما کے لئے اعتدال مزاج
کی وجہ سے عمدہ زمین خوشگوار
آب وہوا کی ضرورت ہوتی ہے
اور وہ اس بات کے محتاج
ہوتے ہیں کہ ان کے پھل محفوظ رکھے
جائیں جن پر ان کی بقائے نوع
موقوف ہے جیسے زیتون، انار
بہی، سیب، انجیر وغیرہ
پھر نباتات ترقی کرکے انگور و
کھجور تک پہنچتا ہے یہاں پہنچکر نباتات
اپنی انتہائی منزل پر پہنچ جاتا ہے

Marfat.com

من النبات وصار بحیث
ان زاد قبوله لمعنی الاثر
لم یبق له صورة النبات
وقیل حینئذ صورة
الحیوان وذلك ان النخل
قد بلغ من شرفه علی
النبات الی ان حصل فیه
نسبة قویة من الحیوان
ومشابهة کثیرة منه
اولها ان الذکر منها متمیز
من الانثی وانه یحتاج الی
التلقیح لینم حمله وهو کا
لسفاد فی الحیوان وله مع
ذلك مبدأ آخر غیر عروقه
واصله اعنی الجمار الذی
هو کالدماغ من الحیوان
فانه عرفت له آفة تلف

کہ اگر اس میں ذرا قوت اور پیدا
ہو جائے تو نباتات کی سرحد
سے آگے بڑھ کر حیوانات میں
داخل ہو جائے اور یہ اس لئے کہ
کھجور اتنا تمام نباتات سے ممتاز
ہو گیا کہ اس کو حیوانات کے
ساتھ بہت مشابہت ہو جاتی
ہے اول یہ کہ نر کھجور مادہ کھجور
سے ممتاز ہوتا ہے اور حیوانات
کی طرح مادہ کو نر سے حاملہ ہونے کی
ضرورت ہوتی ہے اور کھجور میں
جڑ اور عروق کے سوا ایک اور چیز
بھی ہوتی ہے جس پر اسکی حیات
موقوف ہوتی ہے یعنی گھاجا جو
حیوانات کے دماغ کی قائم مقام
ہوتی ہے اگر کھجور میں گھاجا کو کوئی صدمہ
پہونچے تو کھجور ہی خشک ہو جاتی ہے

Marfat.com

وقد احصيت للنخل كثرة	اور میں نے کھجور اور حیوانات میں
تشابه للحيوان لبس	بہت سی مشابہتیں دریافت کی
هذا موضع احصائها وهذه	ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں
الرتبة الاخرة من النبات	یہ نباتات کی ترقی کا سب سے
وان كانت في شرف	آخری زینہ ہے اگرچہ نباتات
فانها اول افق الحيوان و	کا یہ اعلیٰ درجہ ہے مگر یہ حیوانیت کا
هو ادون مرتبة واخسها۔	دیباچہ ہے اور حیوانیت اس سے بالاتر ہے
فذالك اونها يرقى النبات	نباتات جب اپنی منزل سے آگے
من منزلته الاخيرة وهو ان	بڑھتے ہیں تو ان کا پہلا زینہ یہ ہے
ينقلع من الارض ولا يحتاج	کہ زمین سے الگ ہوگئے اور
الى اثبات العروق فيها سيما	ان کو اس کی ضرورت نہ رہے کہ
يحصل من التصرف بالحركة	ان کی جڑیں زمین میں گڑی رہیں تاکہ
الاختيارية وهذه الرتبة	وہ اختیاری حرکت کر سکیں اور
الاولى من الحيوانية ضعيفة	حیوانیت کا یہ ابتدائی درجہ ہے
نقصت اثر الحس فيها وانما	جو قوت حاسہ کی کمی وجہ سے ابھی
نظهر بجهة واحدة اعني	کمزور ہے اور ابھی اس میں صرف
حسًا واحدًا وهو الحس العام	ایک ہی قسم کا حاسہ ہے

Marfat.com

الذی یقال له حس اللمس وذلك كالصدف
وانواع الحلزون الذی یوجد فی
شاطی الانهار ان اخذ بابطاء لنهم
موضعه وتمسك به وان
كان قد انقلع من الارض
وصارت له حیاة ما لانه
فی الافق القریب من النبات
وفیه مناسبة منه۔

ہوا ہے یعنی چھونے کی قوت جیسے
صدف اور کیڑے جو لب دریا پیدا
ہوتے ہیں اگر ان کو آہستہ
سے پکڑو تو یہ زمین سے
بالکل بے نیاز نہیں ہیں۔

ثم ینتقل عن هذه الرتبة
الی ان ینتقل ویتحرك و
یقوی فیه قوة الحس
كالدود وكثیر من الفراش
والدبیب ثم یرقی من
هذه الرتبة ایضا ویقوی
اثر النفس الی ان یصیر منه
الحیوان الذی له اربعة
حواس كالخلد وما اشبهه

پھر حیوان آگے بڑھتا ہے یہانتک
کہ اس میں حرکت پیدا ہوتی
ہے اور وہ چلنے پھرنے
لگتا ہے قوت احساس
زیادہ ہو جاتی ہے جیسے
کیڑے، پتنگے اور رینگنے والے کیڑے
پھر ترقی کرتا ہے اور اسمیں فیضان
روح زیادہ ہوتا ہے یہانتک کہ وہ ایسا
حیوان ہو جاتا ہے جسمیں چار قسم کے حاسے

Marfat.com

ثم یرقی من ذلك الی ان	ہوتے ہیں جیسے چھچھوندر وغیرہ پھر ایک
یصیر له من حس البصر	زینہ اور قدم رکھتا ہے اور تھوڑی سی بصارت
ضعیف کالنمل والنحل۔	اسمیں پیدا ہوتی ہے جیسے چیونٹی اور شہد کی مکھیاں۔
ثم یقوی ذلك الی ان	پھر آگے بڑھتا ہے یہاں تک
یصیر منه الحیوان الکامل	کہ حیوان کامل الحواس پیدا
فی الحواس الخمس وهی مع	ہوتے ہیں اور گو ان میں حواس
ذلك متفاوتة المراتب	خمسہ موجود رہتے ہیں لیکن باعتبار
منها البلیدة الجافیة	سمجھ کے ان کے مختلف طبقات
الحواس ومنها الذکیة	ہوتے ہیں بعض بے سمجھ ناقص
اللطیفة الحواس التی	الحواس ہوتے ہیں بعض سمجھدار
تستجیب للتادیب فتقبل	لطیف الحواس جن میں تعلیم کی
الامر والنهی وتستعد	صلاحیت ہوتی ہے جیسے
لقبول اثر النطق کالفرس	چوپایوں میں گھوڑا اور پرندوں
من البهائم والبازی	میں باز۔
من الطیور۔	
ثم یقرب من اخر	پھر حیوان ترقی کرکے حیوانات کے
مرتبة البهائم ویصیر فی	انتہائی درجہ پر پہونچ جاتا ہے

افقه الاعلى في مرتبته
الانسان وهذه المرتبة
وان كانت شريفة فهي خسيسة
دنية بعيدة من مرتبة الا
نسان وهي مراتب القرد و
اشباهها من الحيوان التي
قاربت الانسان في خلقته
الانسانية وليس بينها
وبينه الا اليسير الذي
ان تجاوزه صار انسانا۔
فاذا بلغته انتصبت قامته
وظهر فيه قوة التمييز اليسير
فضل تمييز واهتداء الى المعارف
ويقوى فيه اثر النفس وهذه
المرتبة القريبة من الانسان
هي في افق البهيمة وهي في
اقصى المعمورة من الارض

اور انسان کی سرحد میں
داخل ہونا چاہتا ہے۔ گو یہ
درجہ باعتبار حیوانیت اعلیٰ
ہے مگر بہ نسبت انسانیت
کے بہت نیچے ہے اور
یہ درجہ بندر وغیرہ کا ہے جو
انسان سے بالکل مشابہ ہیں اور
ان میں اور انسان میں ایک
تھوڑا ہی سا فرق ہے جسکو بندر اگر طے
کرلیں تو بالکل انسان ہوجائیں۔
جب حیوان اس درجہ پر پہنچتا ہے
اس کا قد سیدھا ہوجاتا ہے اس میں
تھوڑی سی تمیز کی قوت آجاتی ہے
مگر ابھی ان میں علوم کی استعداد نہیں
ہوتی اور نہ انکی روحانی قوت
کچھ زیادہ زور آور ہوتی ہے اور یہ
انسان کامل سے قریب کا درجہ حیوانیت

Marfat.com

وفی اطرافها کالزنج وغیرهم فان هولاء لیس بینهم وبین المرتبة الآخرة من البهائم کثیر فرق ولیس تؤثر عنهم حکمة ولا تقبلونها من الامم المجاورة ثم لا نزال اثر النطق یزید الی ان یصیر فی وسط المعمورة فی الاقلیم الثالث والرابع والخامس فحینئذ یکمل هذا الاثر ویصیر بحث تواه من الذکاء والفهم والیقظ من الامور... واستخراج غوامض العلوم واتساع المعارف۔

کی انتہا ہے یہ حیوانی انسان زمین کے انتہائی آباد حصہ میں ادھر ادھر پائے جاتے ہیں جیسے حبشی اور زنجی قومیں کیونکہ ان میں اور آخری حیوانوں میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہوتا نہ تو ان سے کوئی حکمت اخذ کی جاتی ہے اور نہ یہ اپنی ہمسایہ قوموں سے اخذ کرتے ہیں اس طرح عقل انسان درجہ بدرجہ بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ زمین کی وسط آبادی میں یعنی تیسری چوتھی پانچویں اقلیم میں عقل انسانی کمال کو پہنچ جاتی ہے اور انہیں ذہانت، سمجھ بیدار مغزی پیدا ہو جاتی ہے۔ علوم کی باریکیاں حل کرتے ہیں اور فنون کو وسعت دیتے ہیں۔

ڈارونیت کا اس مضمون سے مقابلہ کرو۔ صاف نظر آتا ہے کہ ابن مسکویہ نے جو تنقید پیش کی تھی وہی انیسویں صدی میں ڈارون

کے ہاتھ سے وہ یکی شراب ہو گئی۔ غرض کہ ارتقا کے یہ خیالات کچھ حکمائے اسلام تک محدود نہ رہے بلکہ اس زمانہ میں عام طور سے تعلیم یافتہ گروہ میں شائع ہو گئے۔

نظامی عروضی سمرقندی نے جو کوئی مشہور محقق یا فلسفی نہ تھا۔ ایک کتاب چہار مقالہ لکھی جس میں دبیری شاعری، نجوم اور طب کے متعلق دلچسپ واقعات اور حکایات درج کئے ہیں اس کتاب کی تمہید میں مخلوقات ارضی کی تخلیق کو اس ارتقائی ترتیب سے بیان کیا ہے گویا یہ ایک مسلمہ مسئلہ بن گیا تھا۔

طرہ یہ کہ مولوی معنوی جن کی بے نظیر مثنوی کو تصوف کے دربار سے "ہست قرآن در زبان پہلوی" کا لقب ملا ہے دفتر چہارم میں صاف طور سے مسئلہ ارتقا کی تشریح کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی اس کے مادیین کی جو انسان کے آئندہ ارتقا یعنی معاد کے منکر ہیں اپنے دلآویز اور موثر طرز بیان سے تنبیہ بھی کر دی ہے فرماتے ہیں ؎

آمدہ اول بہ اقلیم جماد — وز جمادی در نباتی او فتاد
سالہا اندر نباتے عمر کرد — وز جمادی یاد نا ورد از نبرد
وز نباتی چون بحیواں او فتاد — نامدش حال نباتی ہیچ یاد

Marfat.com

جز ہمان میلے کہ دلرد سوی آن
باز از حیوان سوئے انسانیش

خاصہ در وقت بہار وضمیران
میکشد آن خالقے کہ دانیش

ہمچنیں اقلیم تا اقلیم رفت
تا شد اکنوں عاقل و دانا وزفت

عقلہائے اولینش یاد نیست
ہم ازیں عقلش تحول کردنی ست

تا رہد زین عقل پُر حرص و طلب
صد ہزاران عقل بیند بوالعجب

مولانا نے ان اشعار میں انسان کے مدارج ارتقا کا ذکر کر کے ارتقا آئندہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔

ارتقائے آئندہ

بیشک گزشتہ ارتقا کو تسلیم کر کے ارتقاء آئندہ یعنی معاد سے منکر ہونا سراسر ناانصافی ہے وہ ناچیز مادہ الحیات (پروٹوپلازم) جو ابتدا میں ایک وصبہ سا پانی میں نظر آتا تھا ہزاروں لاکھوں برس میں مدارج ارتقا طے کرتا ہوا اور ہر دور میں ایک جدید حاسہ کا اکتساب کرتا ہوا ارتقائے دماغ کے اس حد تک پہونچا کہ اپنے زور استدلال اور قوت خیال سے ان اشیاء کی کیفیت بیان کر سکتا ہے جن کو ان آنکھوں سے کبھی دیکھا نہیں۔ مثلاً کرہ ارض کو حرکت کرتے

Marfat.com

دیکھا نہیں۔ مگر زور استدلال سے اس طرح دکھا دیتا ہے کہ شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ اسی طرح ستاروں کا بعد مسافت، روشنی کی رفتار۔ ضبابۃ النجوم کے مادہ کے ماورا الغازی کیفیت، ناقابل وزن اور صفات ایجابی سے معرّا "ایتھر" کا تصور۔ غرض کہ کائنات کے ظاہر اور پوشیدہ حالات اس کے بندر سے مشابہ دماغ کے سامنے آئینہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن کیا اب انسانی دماغ کا ارتقا اس حد تک پہونچکر ختم ہو گیا ان حواس کے علاوہ اب کسی اور حاسّہ کا جدید اکتساب[1] نہ ہوگا۔ کیا انتخاب طبعی اور بقائے اصلح کا قانون منسوخ ہو جائے گا۔ کیا عجیب بات ہے کہ سائنس خود ہی مسئلہ ارتقا کا دعویٰ اس بلند آہنگی سے اثبات کرے اور پھر خود ہی انسان کے آئندہ ارتقا کا منکر ہو جائے۔ مانا کہ سائنس کو نا محسوس آئندہ بحث نہیں ہے۔ لیکن جو قانون ارتقا لاکھوں کروڑوں برس سے نہایت قاعدہ اور انضباط کے ساتھ عمل کر رہا ہو وہ انسان کے حق میں یکایک کیوں منسوخ سمجھا جائے[2]۔ کیا قوانین فطرت بھی متلوّن ہیں؟

---

[1] اس عبارت کو پڑھتے وقت نقشہ اور شجرۂ ارتقا جن کو ہم نے باب اول کے آخر میں درج کیا ہے۔ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ [2] اصطلاح سائنس میں اس قانون کو "لا آف کنٹی نوئٹی" (قانون استمرار) کہتے ہیں دیکھو اسٹیورٹ اور ٹیٹ کی کتاب "ان سین یونی ورس" (عالم غیب) یہ قابل دید کتاب ہے۔

Marfat.com

ہرگز نہیں۔

ہمارے زمانہ کا مشہور فلسفی پروفیسر ہافڈنگ کا قول ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ صیانت قوت کی طرح صیانت قیمت[2] کا بھی ایک قانون ہے۔ یعنی کائنات جس خوبی کا ایک مرتبہ اکتساب کر لیتی ہے پھر اس کو مٹنے نہیں دیتی۔ سچ ہے ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

غرضکہ مذکورہ بالا انتخابات سے اس قدر تو معلوم ہو گیا کہ حکمائے اسلام ترتیب مخلوقات کو ارتقائی حیثیت سے ثابت کرتے تھے لیکن ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ آیا مسئلہ ارتقا دینی تعلیم کے منافی سمجھا جاتا تھا یا نہیں۔

مسئلہ ارتقا اور تعلیم دین

حقیقت یہ ہے کہ اس مسئلہ کی مخالفت صرف اس بنا پر ہوتی ہے کہ توریت کی کتاب پیدائش کی شہادت متعلق تخلیق عالم قصہ

---

[2] کنزرویشن آف ویلیو، ملاحظہ ہو تاریخ فلسفہ مصنفہ ہافڈنگ، ابطال تناسخ میں یہ دلیل "برہان عرشی" ہے۔

آدم و حوّا اور طوفان نوح اس کے خلاف ہے۔ لیکن اس زمانہ کے بزرگان دین سے ان شہادتوں کی حقیقت پوشیدہ نہ تھی کلام مجید میں ترغیب اور ترہیب کے واسطے ان قصص کا جہاں ذکر آیا ہے ان کی اصلی تفسیر ان حاشیوں سے جو روایات یہود سے لے کر اصل واقعات پر چڑھائے گئے تھے اور جن کو بعض غیر محتاط مفسّرین نے نقل روایت کے طور پر بے کم و کاست اور بغیر جرح و تعدیل کے درج کر دیا تھا علیحدہ سمجھی جاتی تھی۔ ابومسلم اصفہانی جن کے اقوال کے متعلق امام رازی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ان کا کلام تفسیر میں نہایت معقول ہوتا ہے اور وہ اکثر دقیق اور لطیف باتیں پیدا کرتے ہیں۔ قدمائے متکلمین اور ائمّہ دین کی لطیف تاویلات، محدثین کے فیصلے ان راویوں کے متعلق جنھوں نے ان دور از کار روایتوں کو نقل کر کے کلام مجید کی روشن آیتوں پر پردہ ڈال دیا تھا غرض کہ ان تمام اساطین اسلام کے کارنامے اس وقت تک بھولے نہ تھے اور اس لئے ارتقا کا خیال جیسا کہ حکمائے اسلام نے بیان کیا تھا کلام مجید کی تعلیم کے منافی نہیں سمجھا گیا۔ لیکن وہ دور ختم ہو گیا۔ سیل تاتار نے فقط مدینۃ السلام بغداد کو تباہ نہیں کیا بلکہ ہماری

Marfat.com

علمی ترقیوں پر بھی پانی پھیر دیا۔ یہاں تک کہ پندرھویں صدی عیسوی سے اس انقلاب عظیم کا ظہور ہوا جس سے مسلمانوں کے جمود اور علمی تنزل اور عیسائیوں کی دماغی ارتقا کی تاریخ شروع ہوتی ہے ہم جہاں تک پہونچ چکے تھے۔ مسیحی یورپ نے جہالت اور کوتاہ بینی سے بیدار ہو کر اس طرف تیزی سے قدم بڑھایا لیکن خود ہمارا یہ حال ہوا کہ ہم نے رجعت قہقری شروع کی اور "مسلمان در گور اور مسلمانی در کتاب" کی مثل صادق ہو گئی۔

حقیقت میں مسئلہ ارتقا اسلام کی تعلیمات کے منافی نہیں بشرطیکہ سب سے پہلے یہ امر ذہن نشین ہو جائے کہ انبیاء کا اصول تعلیم کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۸۸ میں فرماتے ہیں۔

ومن سیرتھم ان لایشتغلوا بمالا یتعلق بتھذیب النفس وسیاسۃ الامۃ کبیان اسباب حوادث الجو من المطر الکسوف والھالۃ وعجائب النبات والحیوان ومقادیر	اور انبیاء کے اصول میں سے ایک یہ بات ہے کہ جو امور تہذیب نفس اور سیاست قومی سے تعلق نہیں رکھتے ان میں وہ دخل نہیں دیتے مثلاً کائنات الجو یعنی بارش، گرھن، ہالہ کے پیدا ہونے کے اسباب، نباتات اور حیوانات کے

Marfat.com

سیر الشمس والقمر و اسباب الحوادث الیومیۃ وقصص الانبیاء والملوک والبلدان ونحوھا التھم الا کلمات یسیرۃ الفھا اسماعھم و قبلھا عقولھم یرتی بھا فی التذکیر بالاٰء اللہ والتذکیر بایام اللہ علیٰ سبیل الا ستطراد بکلام اجمالی یسامح فی مثلہ بایراد الاستعارات والمجازات۔

عجائبات، چاند سورج کی رفتار کی مقدار، حوادث یومیہ کے اسباب سلاطین اور ممالک کے قصے وغیرہ وغیرہ ان چیزوں سے وہ بحث نہیں کرتے مگر ہاں کچھ چند معمولی باتیں جن سے لوگوں کے کان مانوس ہو چکے ہیں اور انکی عقلوں نے ان باتوں کو قبول کر لیا ہے اور ان باتوں کو بھی وہ لوگ خدا کی شان اور قدرت کے ذکر میں ضمنی طور پر اجمالاً بیان کرتے ہیں اور اسمیں مجاز اور استعارہ سے کام لیتے ہیں۔

بیشک انبیاء کا مطمح نظر تزکیۂ نفس اور توجہ الی اللہ ہوتا ہے اس لئے وہ ان امور سے بحث نہیں کرتے۔

انتباہ

لیکن اس نکتہ کو بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ ان امور سے اگر لوگوں کے دلوں میں کوئی ایسا خیال بھی جم گیا ہے جو اصول دین کے خلاف ہے تو انبیاء علیہم السلام اس خیال کو دور کرتے

Marfat.com

میں پوری کوشش فرماتے ہیں۔ مثلاً توریت کی کتاب پیدائش میں عالم کا چھ دن میں پیدا ہونا مذکور ہے کیوں؟ اس لئے کہ بابل کے قدیم بت پرستوں اور کالڈیا کے کواکب پرستوں کے عقیدہ میں ہفتہ کا ایک ایک دن ایک ایک دیوتا کی طرف منسوب تھا اس لئے انبیائے بنی اسرائیل نے اس فاسد عقیدہ کی تردید کی اور یہ تعلیم دی کہ عالم اسی ایک "رب الافواج" کی قدرت کا کرشمہ ہے جس نے ایک ہی ہفتہ کے اندر سب کچھ پیدا کر دیا۔ لیکن رفتہ رفتہ اس تعلیم سے ایک دوسرا فاسد عقیدہ قصور فہم کے باعث پیدا ہو گیا۔ یہودیوں نے خدا کو ایک قوی ہیکل مجسم اعلیٰ انسان تصور کر کے یہ خیال کیا کہ جس طرح انسان کام کرتے کرتے تھک جاتا ہے اسی طرح چھ دن میں عالم کو پیدا کر کے خدا کو تھکن محسوس ہوئی اور اس لئے ساتواں دن ہفتہ کا اس کے آرام کا ہے اس فاسد عقیدہ کو حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنھوں نے توحید کامل کی تعلیم دی باطل فرمایا۔ قرآن مجید میں عالم کو چھ دن میں پیدا کرنے کی روایت نقل کر کے ارشاد ہوتا ہے۔

وما مسّنا من لغوب ۔۔۔ اور ہم کو تھکن نے اثر نہ کیا

Marfat.com

اب ہمارے زمانہ میں سائنس نے چھ دن کے عوض چھ کروڑ بلکہ اس سے بھی زائد مدت بیان کی لیکن متبعین سائنس جنھوں نے "تصور شے" پر اپنے مشرب کی عمارت قائم کی ہے یہ خیال جما لیا کہ کائنات ایک خود بخود چلنے والی مشین ہے جس کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا جس میں نہ دیوتا کو دخل ہے نہ خدا کو کائنات کے لامتناہی فضا میں ارتقا اور انعدام، انعدام اور ارتقا کا سلسلہ خود بخود جاری رہا ہے اور رہے گا۔ اسلئے جس طرح یہود افراط تشبیہہ سے راہ بھول گئے متبعین سائنس بھی تفریط تنزیہ سے اس راہ ہی کو چھوڑ بیٹھے، لہذا اب علمائے امت محمدیہ ان گمراہوں کے عقائد کو نقل کر کے ان کے اس فاسد خیال کی یوں اصلاح کرتے ہیں۔

پاک ہے وہ نامعلوم الحقیقۃ مقنن جس کے قوانین اس زمانہ سے جبکہ زمانہ بھی نہ تھا اس وقت تک جس کی کوئی انتہا نہیں نہایت انضباط اور قاعدہ کے ساتھ ہیں۔

لا تبدیل لخلق اللہ	خدا کی بناوٹ میں ردوبدل ممکن نہیں۔
اور فلن تجد لسنت اللہ تبدیلا	خدا کے طریقہ میں تم ردوبدل نہیں پاسکتے۔

Marfat.com

کے اعلان کے مطابق قضائے لانتناہی ہیں عمل کر رہے ہیں یہ سلسلہ
ارتقایہ بقائے اصلح کیونکر ظہور میں آئے۔ سنو اور غور سے سنو
اس زبردست مدبر کی تدبیر سے جو ذی المعارج[1] کی صفت سے
موصوف ہے۔ اجسام کی انرجی اگر خارج ہو رہی ہے اور ان کا
ارتقا انعدام کی شکل میں بدل رہا ہے تو کچھ شک نہیں۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے

یہ انرجی اگرچہ بحیثیت مجموعی قائم رہے تو کچھ تعجب نہیں۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ہر چیز فنا ہونے والی ہے مگر اسکا چہرہ (ذات)

ارتقا اور انعدام، انعدام اور ارتقا کا سلسلہ اگر پیاپے جاری رہے گا
تو کیا بعید ہے۔

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وہی پہلا ہے اور پچھلا ہے اور
وَالْبَاطِنُ۔ باہر اور اندر۔

لاکھوں کروڑوں برس میں اگر ایک ناچیز کیڑے کا دماغ ترقی
کی اس حد تک پہونچا ہے کہ اگر ایک طرف لاکھوں کروڑوں میل
دور کے ستاروں کی کیفیت یہیں سے بیٹھے بیٹھے بیان کر سکتا ہے

---

[1] دیکھو سورہ معارج پارہ ۲۹۔

تو دوسری طرف نہایت چھوٹے اور آنکھوں سے نظر نہ آنے والے اجزائے لاینجزئے کے الکٹران کو شمار کر سکتا ہے تو ابھی ہوا کیا ہے۔ باایںہمہ وسعت معلومات وزور استدلال کیا کائنات کے عجائبات کا حال شمہ برابر بھی ظاہر ہو گیا حقیقت یہ ہے۔

قل لو کان البحر مدادً لکلمات	کہہ دے اگر دریا میرے رب کے کلموں
ربی لنفد البحر قبل ان	کے (لکھنے کو) سیاہی ہوتا تو تمام ہو جاتے دریا
تنفد کلمات ربی ولو	قبل اسکے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہونے اگرچہ
جئنا بمثلہ مددا۔	ہم مثل اسکے مدد لائیں (سورۂ کہف)

اس تقریر سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

اول یہ کہ انسان کی دنیاوی وسعت معلومات کے ساتھ انبیاء اور ان کے روحانی وارث علماء کا طرز بیان بدل جاتا ہے اگرچہ اصول وہی تزکیۂ نفس اور توجہ الی اللہ ہے اور اس میں کسی کا تغیر نہیں ہوتا۔ اسی سبب سے کہا گیا ہے۔

کلموا الناس علی قدر	لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق
عقولہم۔	گفتگو کرو۔

ورنہ مذہب کی تعلیم کا اصل منشا ہی فوت ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

دوسرے یہ کہ اسی اصول کی غلط تعبیر سے پیروان مذہب
اور متبعین سائنس کے مابین اختلاف ہوگیا ہے۔ پیروان مذہب
میں جنھوں نے صرف ظاہر کو دیکھا انھوں نے امور دنیا کو مہمات
دین سے ملا دیا اور ایراد قصص اور نقل روایات متعلق حقائق
اشیا کو کلام مقصود سمجھ لیا اور نفس اصول سے بے بہرہ
ہے اسی وجہ سے جب جدید اکتشافات کی روشنی سے
معلومات میں وسعت ہوئی تو انھوں نے ان انکشافات
ہی کو غلط سمجھ لیا اور علم کو اپنے ان عقائد کا مخالف سمجھ کر
اس کے دشمن ہو گئے۔ برعکس اس کے متبعین سائنس جنھوں
نے انبیاء اور علماء کے اصول تعلیم پر غور نہیں کیا اور عوام کے
سطحی عقائد کو اصل مذہب سمجھا جس وقت اپنی معلومات کی
معیار سے ان عقائد کو گرا ہوا پایا تو انھوں نے اپنی کوتاہ اندیشی
سے مذہب کو صرف مجموعۂ اوہام سمجھ لیا اور اس لئے یا ملحد ہو گئے
یا دہریہ یا لاادریہ، علم ہیئت کے مشہور محقق لیلاس سے جب
نپولین اعظم نے دریافت کیا کہ اگر تمہاری تعلیم کے مطابق صناعۃ
النجوم اور نظام شمسی کا نشوونما ریاضیات کے اصول کے
مطابق عمل میں آیا ہے تو پھر مسیح کا باپ خالق اور حافظ کی

حیثیت کہاں رہا لپلاس نے جواب دیا مسیحؑ کے باپ کے دخل در معقولات کی کیا ضرورت ہے میں نے تو بغیر اس کے فرض کئے ہوئے اس مسئلہ کو حل کر لیا ہے[1]

حقیقت یہ ہے کہ ان محققین کی مذہبی بیگانگی کا باعث زیادہ تر وہ گروہ ہے جس نے حضرت مسیحؑ کی سچی اخلاقی تعلیمات کو یونانیوں، رومیوں اور مصریوں کے توہمات اور بت پرستی کے قالب میں ڈھال کر بیٹھ گیا ہے اور اس کا نام دین عیسوی رکھا ہے۔

مگر اس کے ساتھ یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ گذشتہ صدی میں اگرچہ یورپ نے علوم و فنون میں قابل قدر ترقی کی ہے لیکن دینیات کے متعلق جو کچھ کیا ہے اس کا ذکر خود ہیگل کی زبان سے سنو ہیگل ڈارون کا پرجوش شاگرد ہے اور مذہب کا سخت دشمن لیکن پھر بھی "معمائے کائنات" کے باب اول میں کہتا ہے۔

انیسویں صدی کا اختتام ایک متبصر کی نگاہ کے سامنے حیرت انگیز تماشا پیش کرتا ہے تمام تعلیم یافتہ اشخاص اس امر پر متفق ہیں کہ یہ صدی بہت سی باتوں میں سالقہ صدیوں سے بازی لے گئی ہے اور ایسی مہمات کو انجام دیا ہے جو ابتداءً

[1] معمائے کائنات باب ۱۴

Marfat.com

دائرہ عمل سے خارج سمجھی جاتی تھیں، نہ صرف حکمت نظری میں
حیرت انگیز معلومات صحیحہ کا اضافہ ہونے سے بلکہ عملی
سائنس صنعت و حرفت و تجارت وغیرہ ہما میں مفید
طریق عمل اختیار کرنے سے ہماری جدید تہذیب کی ایک
نرالی شان پیدا ہو گئی ہے۔ مگر برعکس اس کے
اخلاقی اور معاشرتی زندگی کے لحاظ سے ہم نے گذشتہ
صدیوں کے مقابلہ میں بہت کم کیا معنی کچھ بھی ترقی نہیں کی
بلکہ بعض اوقات ہم نے خطرناک رجعت قہقری کی ہے۔
بے شک یہ اسی رجعت قہقری کا نتیجہ ہے کہ یورپ اگرچہ مادی ترقی
کے طارم اعلیٰ پر پہونچ گیا ہے لیکن تزکیۂ نفس اور توجہ الی اللہ
میں کالانعام بل ھم اضل کا مصداق ہو گیا ہے۔

یورپ نے مسئلہ ارتقاء سے کیا سیکھا؟

مسئلہ ارتقا کی تعلیم سے اگر کچھ سیکھا بھی تو اس فتنہ کو جو قتل سے
بھی اشد ہے کشمکش حیات کے دریائے قہار میں اپنے ڈوبتے
ہوئے کمزور ابنائے جنس کو بجائے اس کے کہ ان کا ہاتھ
پکڑ کر نکال لیں یا یہ نہ سہی ان کو پانی میں خود اپنے ہاتھ پاؤں

مار کر نکلنے کی کوشش کرنے دیں) دھکے دے رہے ہیں اور اگر وہ بیچارے تنکے کا بھی سہارا ڈھونڈھتے ہیں تو قسمیں کھا کھا کر امداد کا سبز باغ دکھا کر اس تنکے کو بھی ان کے ہاتھ سے چھکوا دیتے ہیں تاکہ اگر ایک منٹ میں غرق ہوتے ہوں تو ایک ہی سکنڈ میں ڈوب مریں؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ڈاکٹر ولیس نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ونڈر فل سنچوری عجیب غریب صدی ہے اس میں اس نے گذشتہ صدی کے محاسن اور معائب دونوں آئینہ کر دئیے ہیں۔ سائنس کی ترقیات اور انکشافات کا ذکر کر کے وہ اس باب میں جس کا نام "نفس پرستی کا خون آشام دیو" رکھا ہے۔ کہتا ہے۔

> آئندہ زمانہ کے مورخین ضرور لکھیں گے کہ ہم انیسویں صدی والے باوجودیکہ جدید انکشافات سائنس نے ہم کو نیکی یا بدی کرنے کی عظیم الشان قوت عطا کردی تھی لیکن افسوس ہم اخلاقی اور معاشرتی حیثیت سے نااہل ثابت ہوئے جس تہذیب پر ہم کو ناز ہے وہ دھوکے کی ٹٹی ہے۔ ہمارا نظام حکومت نہ دین مسیحؑ کے مطابق ہے نہ تمدن اور تہذیب کے موافق ہم اپنے

Marfat.com

اس قول کی تائید میں اس صدی کی یورپین جنگوں کو پیش
کرتے ہیں جو صرف قومی دراز دستی کے سبب سے ظہور
میں آئیں اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ غلاموں کے آزاد کرنے میں
یا مظلوموں کو داد دینے میں اپنا انگوٹھا سید ھا نہ کیا گیا ہو۔

صفحہ ۳۳۷ و ۳۴۱

کیا یورپ کا یہ اخلاقی اور روحانی تنزل باوصف ایسی حیرت انگیز
مادی ترقی کے اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ علم کا غلط استعمال
"حجاب اکبر" ہو جاتا ہے۔ لیکن اب پردہ اٹھنے کو ہے

وسیعلم الذین ظلموا — اور قریب ہے کہ ظلم کرنیوالوں کو معلوم ہو جائیگا
ای منقلب ینقلبون۔ — کہ وہ کس کروٹ پر بٹھائے جائیں گے۔

کچھ شک نہیں کہ تزکیۂ نفس اور صفائی باطن جو منشا تہذیب
و تمدن ہے صرف وسعت معلومات اور جدید اکتشافات پر منحصر نہیں۔

اللھم انی اعوذ بک — خداوندا میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں
من علم لا ینفع وقلب — ایسے علم سے جو فائدہ نہ کرے اور
لا یخشع ودعاء لا یسمع — ایسے دل سے جو تیری حضوری میں نہ
ونفس لا تشبع۔ — جھکے اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو
اور ایسے نفس سے جسکو آسودگی نہ ہو۔

مسلم بروایت انس رض

Marfat.com

۱۹۱۵ء میں جب پہلی عالمگیر جنگ سے ہولناکیاں تھیں ڈارونیت کا خمار اترنے لگا۔ مشہور ماہر سائنس اپنی کتاب اینٹی کیوٹی آف مین (قدامت انسان) میں کہتا ہے۔

"ہم نے ارتقا کے بس یہی معنیٰ سمجھے تھے کہ انسان ایک ایسا ترقی یافتہ بوزنہ ہے جو ہر نئے دور میں ہم سے قریب اور بندروں سے دور ہوتا گیا ہے لیکن اصل تصویر اس کے خلاف ہے جس طرح موجودہ بندروں کے مختلف اجناس کے جداگانہ انواع نظر آتے ہیں اسی طرح دنیائے قدیم میں انسان کے مختلف اجناس تھے جن سے جداگانہ انواع پیدا ہوئے پھر انھیں انواع انسانی کے اختلاط سے ایک ایسی نوع بن کر باقی رہ گئی جس سے موجودہ نسل انسانی کا ظہور ہوا ..... قرآن مجید میں جہاں ذکر آدمؑ بطور قصہ بیان ہوا ہے تخلیق انسان کا جلوہ الٰہی ہے دکھایا گیا ہے جس سے انکشافات سائنس عین الیقین کے درجہ پر پہونچ جاتے ہیں ارشاد ہوتا ہے۔

الذی احسن کل شی خلقہ	اس نے جو کچھ پیدا کیا خوب بنایا اور
وبدا خلق الانسان	آدم کی پیدائش مٹی سے شروع
من طین ثم جعل نسلہ	کی۔ پھر اس کی نسل نچڑے ہوئے

من سلسلۃ من ماء مھین — بے حقیقت پانی سے (نطفہ) قائم
ثم سواہ ونفخ فیہ من — رکھا پھر اس کو ٹھیک کیا اور اپنی طرف
روحہ (سورہ السجدہ) — سے جان پھونکی۔

ان آیات میں "ثم" کے عطف کے تکرار سے حیات انسانی کے تین جداگانہ منا کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) جب انسان اس کرۂ ارض پر مٹی سے پیدا ہوتا ہے۔
(۲) جب اس کی نسل توالد و تناسل کے ذریعہ سے پھیلتی ہے۔
(۳) جبکہ اس کی ساخت پوری ہوجاتی ہے تب نفخ روح کا عمل ہوتا ہے اور حضرت آدمؑ کا ظہور جن سے موجودہ نسل انسانی کا آغاز ہوتا ہے۔

عالم مادی میں جس طرح کشمکش حیات کے مدارج ارتقا میں انتخاب طبعی کا ایک کلیہ تسلیم کیا جاتا ہے اسی طرح عالم غیب میں جس کا آغاز ایتھر اور الکٹران کی پوشیدہ قوتوں سے شروع ہوتا ہے عروج روحانیت میں "عمل اصطفیٰ" کا جلوہ نظر آتا ہے اور اشرف المخلوقات میں سے وہ بزرگ ہستیاں چن لی جاتی ہیں جو حقیقتاً اشرف و اعلیٰ ہوتی ہیں۔ یہی مطلب ہے ان آیات کا۔

ان اللہ اصطفیٰ آدمؑ ونوحًا — اللہ نے برگزیدہ کیا آدمؑ کو اور نوحؑ

وآل ابراھیم وآل عمران علی العالمین (سورہ آل عمران)
اور ابراہیمؑ کی آل کو اور عمرانؑ کی آل کو سب عالموں پر۔

نظم

ارتقا ہے گرچہ ظاہر جسم انساں کے لئے
ارتقا اک اور بھی پوشیدہ ہے جاں کے لئے

عقل میں آتا ہے طبعی انتخاب انواع کا
انتخاب اک اور بھی ہے عقل و ایماں کے لئے

ارتقا ذرات عالم کیلئے۔ اور اصطفےٰ
آدم و نوحؑ آلِ ابراہیمؑ و عمرانؑ کے لئے

فیض ہے عام اس کا لیکن جوہر قابل ہے شرط
بحر و بر سب ہے برابر ابر نیساں کے لئے

عقل کیا ہے اصل میں یہ ونٹ کی ہی اک تکمیل
نغمۂ[1] وحی کی حاجت ہے، حدیٰ خوانی کے لئے

وحیِ نورانی گراموفون کی آواز ہے
پردۂ بے پردہ حقِ راز پنہاں کے لئے

---

[1] ما اوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ کی طرف اشارہ ہے۔ (سورہ والنجم)

Marfat.com

معائع الدین

دوڑتی پھرتی تھی بجلی کی طرح آوازِ حق
سارے عالم میں ہوئی محفوظ قرآں کے لئے

یہ پیام آخری ہاں ارتقائے روح ہے
رحمۃ اللعالمیں ہیں فخرِ دوراں کے لئے

واہ کیسا صاف ہے اب راستہ توحید کا
شرک کے کانٹے کہاں ہیں دل کے داماں کے لئے

"عالمِ اصغر" ہے انساں کی طرح اسلام بھی
جس سے ہے ختمِ نبوّت نوعِ انساں کے لئے

پیرویِ احمدِ مختار کر نوابؔ تو
ذاتِ اقدس ہے بڑی نعمت مسلماں کے لئے

۲۳ جنوری ۱۹۲۰ء

(ماخوذ از شمعِ سخن)

Marfat.com

باب سوم

معمائے حیات

مادیین کو روح کے وجود اور بقا سے انکار رہے ان کے قدما کے اقوال کا ماحصل یہ ہے کہ روح جسم سے کوئی جداگانہ شئے نہیں ہے بلکہ ترکیب عناصر کی ایک کیفیت ہے جو موت کے بعد فنا ہو جاتی ہے۔

اس رائے کی تردید حکمائے الٰہیین نے اس طور سے کی کہ روح انسانی مدرک ہے اور ادراک صرف جوہر کی شان ہے اس لئے عرض نہیں ہو سکتی اور چونکہ اس کا تعلق جسم کے ساتھ بواسطہ روح حیوانی (جو ایک بخار لطیف باعث حیات ہے) ہے اور اس کی صفت یہ ہے کہ مدبروں اور حافظ ترکیب بدن ہے مگر نہ متصل اور نہ منفصل اس لئے موت کے بعد جسم سے اس کا

Marfat.com

تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ فنا لازم نہیں آتی۔

قدما کے یہ مباحث چونکہ قیاسات اور مظنونات پر منحصر ہیں یا یوں سمجھو کہ منطقی بھول بھلیاں ہیں اس لئے آج کل جدید انکشافات کی روشنی میں تقویم پارینہ نظر آتے ہیں۔

مادیین جدید یعنی سائنس کے گروہ معتدین کی رائے میں ادراک نظام عصبی دماغ کا فعل ہے اسلئے روح یعنی قوت مدرکہ کوئی علیحدہ شئے نہیں ہے بلکہ دماغ کی خاصیت ہے اور جسم کی طرح فنا پذیر

اس کی تردید میں امریکہ کا مشہور فلسفی پروفیسر ولیم جیمس اپنے ایک لیکچر میں کہتا ہے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ادراک کا انحصار دماغ پر ہے۔
لیکن یہ کس مشاہدہ سے ثابت ہوا ہے کہ خود دماغ
ادراک کو پیدا کرتا ہے زیادہ سے زیادہ ہم دماغ
کو ادراک کا واسطہ کہہ سکتے ہیں۔

آلیور لاج اپنی کتاب انسان اور کائنات میں لکھتا ہے
(صفحات ۱۸۴ و ۱۹۸)

دماغ عالم طبعی اور نفسی کے درمیان ایک واسطہ ہے طبعی
عالم میں حرکت اور نفسی عالم میں خیال کی عملداری ہے اور

عضو جس کا نام دماغ ہے دونوں کے درمیان ایک نامعلوم طریقہ سے ترجمان کا کام دیتا ہے۔

۱۸۵۸ء میں انگلستان اور امریکہ کا بحری تار بحر ظلمات میں ٹوٹ گیا۔ لیکن کیا اس تار کے ٹوٹ جانے سے خود امریکہ اور انگلستان کا وجود منقطع ہو گیا۔

اکتوبر ۱۹۰۷ء کے رسالہ ہبرٹ جرنل میں میک کول اس بحث کے متعلق لکھتا ہے۔

دماغ مثل دیگر اعضائی حواس مثلاً سامعہ باصرہ وغیرہ کے صرف ایک آلہ ادراک ہے لیکن جس طرح نہ خود آنکھ دیکھ سکتی ہے اور نہ کان سُن سکتے ہیں اس طرح دماغ بھی مدرک نہیں۔

پھر کہتا ہے: علم النفس میں یہ محقق ہو چکا ہے کہ اجزائے جسم کی طرح جوہر دماغ بھی تغیر پذیر ہے یہاں تک کہ بچپن میں جن اجزا سے دماغ ترکیب پاتا ہے۔ وہ جوانی میں بالکل فنا ہو کر نئے اجزا میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ یہی حال جوانی کے اجزائے دماغ کا پیری میں ہو جاتا ہے بایں ہمہ قلب ماہیت انسان وہی

Marfat.com

رہتا ہے جو پہلے تھا۔ اس لئے ایک ایسی شئے کا وجود ماننا
پڑتا ہے جو بالاستقلال قائم رہتی ہے اور ماضی اور
حال کا یکساں ادراک کرتی ہے"

میک کول کا یہ استدلال ائمہ متکلّمین کے اقوال[1] کی آواز بازگشت ہے اور اگرچہ وجود روح کی ایک معقول دلیل ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پھر بھی یہ معما حل نہیں ہوتا اس معمے کو ڈاکٹر ویلیس نے اپنی مشہور کتاب ڈارونزم کے باب ۱۵ میں جہاں ارتقائے انساں کے مسئلہ میں ڈارون سے اختلاف کیا ہے ذکر کیا ہے اور روح کے متعلق نئے اسلوب سے ایک دلچسپ بحث لکھی ہے چونکہ مسئلہ ارتقا کی رو سے کسی شئے کا یکایک پیدا ہونا تسلیم نہیں کیا جاتا، اس لئے ڈاکٹر موصوف کہتا ہے کہ عالم ذی حیات میں کم سے کم تین منزلیں ایسی پیش آئی ہیں۔ جہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی جدید علت یا قوت نے ضرور اپنا کرشمہ دکھایا ہے۔ ان منازل کی تشریح ہم ڈاکٹر موصوف کی اصلی عبارت کا ترجمہ کر کے درج کرتے ہیں۔

---

[1] دیکھو تاریخ علم الکلام مصنفہ علامہ شبلی ۱۲۔

منازل ثلاثہ حیات

منزل اوّل[ا] :- وہ منزل ہے جس میں جسم غیر عضوی (جمادی) جسم عضوی (نباتی) میں تبدیل ہو گیا یعنی جبکہ سب سے پہلا نباتی[ل] خانہ جو مادالحیات (پروٹوپلیزم) سے معمور تھا ظاہر ہوا، عام طور سے اسکی علت یہ بیان کی جاتی ہے کہ اجزائے کیمیاوی کی ترکیب سے ایک جدید کیفیت کا اضافہ ہو گیا۔ لیکن اس کیفیت کو جس کا نتیجہ تحریک نکلا اگر ہم بالفرض کیمیاوی ترکیب کے مادالحیات کا موجد قرار دیں پھر بھی ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ اس کیفیت نے زندہ مادالحیات پیدا کر دیا ہو یعنی ایسا مادالحیات جس میں قوت نمو اور قوت مولدہ ہو اور ایسا مسلسل عمل بالیدگی پایا جائے جو عالم نباتات کے عجیب و غریب تنوع اور نظام کا باعث بھی ہو ان عجائبات میں کوئی بات ضرور ایسی ہے جو تغیرات کیمیاوی سے بالکل خارج اور منزہ ہے اور اسی لئے

[ل] مسئلہ موت کی طرف اشارہ ہے جس کو ہم نے باب اول میں بیان کیا ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے کہ سب سے پہلا نباتاتی خانہ دنیا میں ایک نئی چیز تھا جس میں کلیتہً نئی قوتیں ظاہر ہوئیں مثلاً اجزای ہوائی سے کاربن کو خارج کر کے متعین کر لینا یا نا محدود مولدہ طاقت اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز وہ قوت جو گوناگوں تراکیب اور صور کی انواع کی مورث ہوئی، اس لئے یہاں ہمیں ایک جدید قوت کے آثار عمل کرتے نظر آتے ہیں ہم اس کو "افاضۂ حیات" سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ یہ مادہ کی چند صورتوں کو وہ تمام خواص اور صفات عطا کرتی ہے جن پر زندگی کا انحصار ہے۔

منزل دوم :- پہلے سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے اور مادہ اس کے خواص اور قوتوں سے کسی طرح اس کی تشریح سمجھ میں نہیں آتی یہ منزل ادراک کی ہے جو نباتاتی اور حیوانی عالم کے درمیان مایہ الامتیاز ہے یہاں پہنچکر محض ترکیبی ساخت سے ایسے نتیجہ کا حاصل ہونا خارج از قیاس ہے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ترکیب عناصر کے ایک خاص درجہ پر پہونچکر محض اس ترکیب کے لازمی نتیجہ کے طور پر "انا" کا آغاز ہو یعنی ایسی چیز جو حساس ہو اور اپنے وجود کا ادراک کر سکے

Marfat.com

یہانتک پہونچکر حقیقتاً ایک مرحلہ جدید کا ظہور نظر آتا ہے یعنی ایک ایسا وجود جس کا روز افزوں ادراک قوی ہوتے ہوتے حیوانات کی اعلیٰ اقسام تک پہونچ جائے۔ کوئی تاویل یا تاویل کی کوشش مثلاً یہ کہنا کہ (۱) زندگی مادالحیات کے اجزائے بسیط کی قوتوں کا نتیجہ ہے یا (۲) ذی حیات کا تمام عالم امیبا (یعنی پہلا جانور) سے لیکر انسان تک اس ضیابہ میں مضمر تھا جس سے نظام شمسی مرتب ہوا، نہ ہمارے قلب کو تسکین دے سکتی ہے اور نہ کسی طرح اس معمے کے حل کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

منزل سوم:۔ وہ منزل ہے جس میں انسان حیوانیت سے علیحدہ ہوکر سربلند ہوگیا اور چند مخصوص اعلیٰ قوتوں (مثلاً فنون لطیفہ ریاضی۔ حاسۂ مذہب) سے فائز ہوا اور تقریباً نامحدود ترقی کے امکان کا دروازہ اس کے واسطے کھل گیا۔ ممکن نہیں کہ یہ قوی محض انھیں قواعد کے رد سے پیدا ہوئے ہوں جن کے ذریعہ سے علی العموم عالم ذی حیات اور نیز انسان کی جسمانی ترکیب کی تکمیل ہوئی۔

مادہ اور اس کی حرکت کے باعث غیر عضوی عالم

سے ظہور انساں تک ارتقا کے یہ مخصوص منازل ثلاثہ صاف طور
سے ایک نامحسوس عالم کے وجود کی شہادت دیتے ہیں یعنی ایک
ایسا عالم روح جس کا یہ عالم مادی بالکلیہ مطیع ہے۔ اس عالم روح
سے ہم ان عجیب و غریب پیچیدہ قوتوں کو متعلق سمجھتے ہیں
جنھیں کشش ثقل، کشش اتصال، قوت کیمیادی اور
کہربائیت کے نام سے یاد کرتے ہیں اور جن کے بغیر عالم
مادی ایک لمحہ بھی اپنی موجودہ شکل میں قائم رہنا کیا معنی
باقی ہی نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ بغیر ان قوتوں اور غالباً جواہر
فردا کی قوتوں کے بغیر یہ امر مشکوک ہے کہ آیا مادہ خود بخود
موجود ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اس سے زیادہ یقین کے
ساتھ ہم ان ترقی پذیر مظاہر حیات جو نباتی، حیوانی انسانی
یا بالفاظ دیگر حیات غیر مدرکہ، حیات مدرکہ اور حیات تعقل
میں منقسم ہوتے ہیں اور جن میں صرف افاضۂ روح کے
لحاظ سے فرق مراتب پایا جاتا ہے۔ اس عالم ارواح
سے متعلق کر سکتے ہیں۔

(باب ۱۵ صفحات ۴۷۴ نغایت ۴۷۶)

مذکورہ بالا عبارت کو غور سے پڑھو اور پھر دیکھو کہ روح

Marfat.com

انسان کی بحث تو علیحدہ رہی پہلے مادیئین یہی ثابت کر دیں کہ سب سے پہلا مادہ الحیات (پروٹو پلزم) کیسے پیدا ہو گیا۔ مشہور عالم طبیعات لارڈ کلون نے اسی مشکل کو ملحوظ رکھ کر یہ تاویل پیش کی کہ حیات زمین پر آسمان سے ٹوٹتے ہوئے تاروں کے ساتھ آئی ہے لیکن یہ تاویل بھی مہمل ہے کیونکہ سائنس کا یہ مسئلہ مسلمہ ہے کہ اجرام فلکی غیر ذی حیات ہیں اس لئے پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ شہاب ثاقب میں حیات کہاں سے آئی؟

حیات کا معمہ جب یوں حل ہوتے نظر آیا تو سائنس کا گروہ معتقدین "لاادریت" کی شراب بیکر بدمست ہو گیا، ہکسلے جو انیسویں صدی کے دور آخر کا مشہور دہریہ ہے اپنے ایک لیکچر میں مادہ الحیات کے متعلق کہتا ہے۔

زمان ماضی کے لق و دق بیابان میں نظر دوڑانے سے مجھے آغاز حیات کا پتہ نہیں ملتا اور اس لئے میرے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس سے میں اس کے ظہور کی کیفیت کا صریح نتیجہ نکال سکوں، سائنس کے نقطۂ خیال سے یقیناً ایک اہم معاملہ ہے جس کے واسطے زبردست بنیاد چاہئے اس لئے مسلمہ فقدان ثبوت کی بنا پر یہ کہنا کہ کسی خاص

طریقے سے حیات کے وجود میں آنے کا میں قائل ہوں الفاظ کو غلط تعبیر کرنا ہے لیکن جہاں یقین نہ پیدا ہوسکے وہاں منطنہ[1] کی گنجائش باقی رہتی ہے اور اس لئے اگر مجھے طبقات الارض کے قرون ماضیہ سے بھی پیشتر اس زمانہ کے حالات آئینہ ہو جائیں جبکہ زمین طبیعاتی اور کیمیاوی رنگ بدل رہی تھی یعنی جبکہ عناصر کا امتزاج ہو رہا تھا اور اگرچہ اب اس زمانہ کا عادہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کسی انسان کے بچپن کا عود کر آنا لیکن پھر بھی میں قیاساً کہہ سکتا ہوں کہ مادہ الحیات غیر ذی حیات مادہ کی ارتقائی صورت ہے لیکن یہ میرا منطنہ ہے۔ (خطبات ٹنڈل صفحہ ۲۳۸)

---

[1] خدا کی شان کہ وہ مدعیان سائنس جو صرف مشاہدہ اور تجربہ پر ایمان لائے ہاں مادی عالم کے معاملات میں یہ کہیں کہ "جہاں یقین نہ پیدا ہو سکے وہاں منطنہ کی گنجائش باقی رہتی ہے۔ لیکن اگر بیطنوت انھم ملاقو اللہ کی تفسیر بیان کر کے معاد پر ایمان لانے کو منطنہ کے طور پر ہی کہا جائے تو نہایت جوش و خروش سے انکار کرتے ہیں ۱۲۔

Marfat.com

دسمبر ۱۸۸۶ء کے فورٹ نائٹلی ریویو کے مضمون "سائنس اور اخلاق" میں ہکسلے روح کے متعلق کہتا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ادراک کا وجود بجز ایسی صورت کے ممکن نہیں کہ ہم اس کو اجزائے جسمانی کے ساتھ علت اور معلول کا ایک تعلق سمجھیں تو میں یہ سوال کرتا ہوں کہ اس دعوے کا ثبوت کیا ہے اسی طرح اگر وہ شخص یہ کہے کہ ادراک کا وجود ایسی صورت کے بغیر بھی ممکن ہے تو میں پھر وہی سوال کرتا ہوں کہ اچھا ثابت کرو (یعنی روح کا معما حل نہیں ہوتا)

پروفیسر شیفر کا افتتاحی ایڈریس

حال میں بتاریخ ۴ ستمبر ۱۹۱۲ء اسکاٹ لینڈ کے شہر ڈنڈی میں برٹش ایسوسی ایشن کی ۸۲ سالہ سالگرہ کے جلسہ میں مادیین کے سرگروہ پروفیسر شیفر نے "اصل حیات" پر ایک افتتاحی ایڈریس دیا جو اخبار لندن ٹائمز مورخہ ۶ ستمبر میں شائع ہوا۔ ذیل میں ہم اس کے ضروری مقامات کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔

Marfat.com

فرق مابین حیات و روح

حیات کیا ہے؟ اس کو ہر شخص جانتا ہے یا سمجھتا ہے کہ میں جانتا ہوں۔ لیکن کوئی بھی اس کی صحیح تعریف نہیں کر سکتا۔ مشکل یہ ہو گئی ہے کہ لوگوں نے روح اور حیات کو مترادف سمجھ لیا ہے اس وقت جو کچھ میں حیات کے متعلق کہتا ہوں اس سے ہرگز یہ نہ سمجھنا کہ جس معنی میں روح کا اطلاق ہوتا ہے اس پر لفظ "حیات" منطبق ہے۔ چونکہ روح کا تصور حیات کے تعلق سے پیدا ہوتا ہے اس لئے روح اور حیات کو لوگوں نے ہم معنی سمجھ لیا ہے۔ لیکن جب تک روح سے اس کے تمام مختص علامات علیحدہ نہ کر دیئے جائیں اس وقت تک روح اور حیات کا وجدا گانہ تصور سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ حیات کا معما دراصل مادے کا معما ہے اور ہم حیات کو سائنٹفک معنی میں کبھی مادہ سے علیحدہ تصور نہیں کر سکتے۔

ماخذ حیات

کیمیاوی تحلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حسب ذیل اشیا سے حیات کا قوام بنا رہا ہے۔

(۱) کاربن (۲) ہیڈروجن (۳) آکسیجن (۴) نیٹروجن

Marfat.com

(۵) فاسفورس (۶) پانی فیصدی ۷۰ (۷) لوہا (۸) بعض اقسام کے نمک ان اجزا کے قوام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر ذی حیات اور ذی حیات اجسام کے مابین جو حدِ فاصل حائل سمجھی جاتی ہے وہ جدید انکشافات سے روز بروز مٹتی جاتی ہے اور اگر ماہر کیمیا ان اجزا کے قوام کو مسخر کرنے میں کامیاب ہو جائے تو ایک دن اس چیز کو پیدا کرلے گا جس کا نام "حیات" ہے

ارتقائے حیات

یہ خیال کہ حیات کا وجود دفعتہً یعنی یکایک ہو گیا اور اجسام غیر ذی حیات سے اس کا کوئی تعلق نہیں قابلِ اعتبار نہیں دنیا میں مافوق العادت مداخلت کی ضرورت نہیں۔ ہر شئے قانونِ ارتقا کے مطابق تبدریج ظہور میں آئی ہے حیات بھی غیر ذی حیات اجسام سے بتدریج مدارج ارتقا طے کرتے ہوئے پیدا ہوئی ہے بہت سے مشاہیر سائنس کا خیال ہے کہ حیات اس دنیا میں کسی دوسرے جرم فلکی سے نازل ہوئی ہے لیکن جہانتک ہم کو قانونِ ارتقا کا علم اور یقین ہے اس کی بنا پر ہم ایسی رائے کو معتبر نہیں سمجھتے۔ البتہ اس سے ہم کو انکار نہیں کہ ممکن ہے کہ اس دنیا کے

Marfat.com

سوا کائنات کے دوسرے حصوں میں حیات کا وجود ہو۔ ارتقائے حیات کو تسلیم کرنے کے بعد صاف نظر آتا ہے کہ اجسام ذی حیات اور غیر ذی حیات کے مابین ایک طولانی سلسلہ ایسے اجسام کا پیدا ہوتا رہا جن کی سرحد دونوں سے ملی ہوئی ہے یہ سلسلہ جاری ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کو موقوف سمجھیں۔

موت سے چارہ نہیں

اکثر علمائے طبیعیات خاص کر میشنیخوف کا یہ قول کہ اضمحلال قوٰی اور ضعف پیری کے اسباب اگر علم کیمیا کے روز افزوں معلومات سے دفع کر دیئے جائیں تو انسان مرگ مفاجات کے سوا علی العموم مدت دراز تک زندہ رہ سکتا ہے لیکن اگرچہ اصول حفظان صحت کی پابندی اور تریاق جدید کے استعمال سے "صاحب زبور" (حضرت داؤد) کے قرار دادہ عمر انسانی یعنی ۷۰ سال میں بیشی بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن اصل یہ ہے کہ ہمارے اجسام کے مستقل بیوت (سلز) جن پر مدار حیات ہے لازمی طور پر مندرس ہو کر بیکار ہو جاتے ہیں جس کے بعد موت آجاتی ہے اس لئے پیری میں موت سے گریز ممکن نہیں۔ ہاں

Marfat.com

یہ ہو سکتا ہے کہ سائنس ایک نہ ایک دن سکرات موت کی تلخی دفع کر دے اور بغیر آہ و فغاں اور کرب کے انسان مادر گیتی کے آغوش میں سو جائے۔

پروفیسر شیفر کے ان خیالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یورپ میں اب مادیین کا ملحدانہ شور و غل دھیما ہو چلا ہے اور علمائے سائنس نے ایسے اہم مسائل پر متانت کے ساتھ انصاف کی نظر ڈالنا شروع کی ہے گزشتہ پچاس سال یورپ کی دہریت اور الحاد کی تاریخ میں یادگار رہیں گے۔ وہ مشاہیر علماء سائنس جن کو مادیت میں نہایت غلو تھا سوچ سمجھ کر آخر اپنی غلطی کے مقر ہوئے اور علی رؤس الاشہاد خود اپنے سابقہ معتقدات کی تکذیب کی۔

مادیت کا کفر ٹوٹتا ہے

ذیل میں ہم ایسے چند مشاہیر سائنس کا حال درج کرتے ہیں تاکہ ہم میں سے جو لوگ یورپ کی مادیت اور الحاد کو بے چون وچرا تسلیم کر لینے کے عادی ہو گئے ہیں متنبہ ہو جائیں۔ ہم نے ان علماء کے احوال زمانہ حال کے مشہور دہریہ ہیکل کی کتاب

Marfat.com

"معمائے کائنات" سے قصداً اخذ کیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ ان علماء کے فضل و کمال کا دشمنوں کو بھی اعتراف ہے ہیگل نے ان مشاہیر کے تبدیل خیال کا واقعہ نہایت رنج و اندوہ سے لکھا ہے وہو ہذا۔

(۱) رڈلف درشو

جرمنی کا مشہور محقق رڈالف درشو جس نے علم طب میں جدید معلومات کا اضافہ کیا ہے پہلے مادیت کا بہت بڑا حامی تھا اس نے ۱۸۵۶ء میں مسائل سائنس کا ایک مجموعہ شائع کیا جس میں اس نے نہایت جوش و خروش کے ساتھ وجود روح، ہستی صانع عالم، اور وحی اور الہام سے انکار کیا۔ ایک عرصہ تک وہ انھیں عقائد کا پابند رہا لیکن ۲۱ برس کے بعد ۱۸۷۷ء میں جو مشہور و معروف لکچر جدید ریاستوں میں سائنس کی آزادی کے عنوان سے شہر میونک کے سائنٹفک کانفرنس میں پڑھا اس میں اس نے صاف طور سے اپنے ان خیالات کی تردید کر کے معترض ملحدین کے طعن و تشنیع کی پرواہ نہ کر کے مادیت سے توبہ کی۔

(۲) ڈوبالس ریمونڈ

درشو کی طرح ریمونڈ بھی علم الحیات کا بہت بڑا عالم ہے اور برلن

Marfat.com

اکاڈمی کا گراں پایہ حکیم ہے ابتداء میں مادیت کا دلدادہ تھا اور چونکہ ایک زبردست مقرر تھا اس لئے اپنے خیالات کو نہایت آب و تاب سے پیش کرتا تھا۔ لیکن ۱۴ اگست ۱۸۷۲ کو لیپزگ کی سائنٹفک کانگریس میں اس نے ایک زبردست مضمون علم طبیعات کی حدود کے عنوان سے پڑھا جس میں اس نے یہ اعتراف کیا کہ یہ معما کہ مادے کا ادراک سے کیا تعلق ہے حل نہیں ہوتا۔ سات برس کے بعد اس نے برلن اکاڈمی میں پھر ایک اسپیچ پڑھی جس میں اس نے خصوصیت کے ساتھ مصرحہ ذیل ادق مسائل پر بحث کی۔

۱- مادہ اور قوت کی اصلیت

۲- حرکت کا مبدا

۳- ادراک کا مبدا

حکیم موصوف کی رائے میں یہ تینوں معمے لاینحل رہیں گے۔

۴- حیات کا مبدا

۵- کائنات کا باقاعدہ نظام

۶- قوت ناطقہ کا آغاز

یہ مسائل اگرچہ مشکل ہیں لیکن حکیم موصوف کی رائے میں حل ہوسکتے ہیں

Marfat.com

۷۔ مسئلہ جبر و اختیار

اس مسئلہ میں ریمونڈ نے سکوت اختیار کیا۔

(۳) وانہم وندت

علم النفس میں یگانہ عصر مانا جاتا ہے۔ وندت میں ایک خاص خصوصیت یہ تھی کہ سائنس کے مختلف شعبوں میں اُسے ید طولیٰ حاصل تھا، علم الحیوان، تشریح الابدان اور علم الحیات میں وہ ایک مشہور مسلم الثبوت استاد ہے طبیعات میں وہ مشہور محقق ہیلم ہولٹز کا شاگرد رشید ہے ۱۸۶۳ء میں وندت نے علم النفس پر اپنے خطبات شائع کئے جس میں اس نے دہریت اور الحادکی تائید کر کے روح کے وجود سے انکار کیا اور انسان کو صرف ایک زندہ مشین ثابت کیا۔ لیکن ۳۰ برس کے اندر ۱۸۹۲ء میں جب اس نے ان خطبات کا جدید اڈیشن پھر شائع کیا۔ تو جن الفاظ میں اس نے اپنے خیالات ظاہر کئے ان کا ترجمہ ہم بجنسہ درج کرتے ہیں۔ وہ دیباچہ میں لکھتا ہے۔

"تھوڑے عرصے میں اپنے جوش شباب کی اس تصنیف کو ایک گناہ سمجھ رہا ہوں۔ آہ میں اپنے قلب پر ایک بار عظیم محسوس

Marfat.com

کر رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ جس طرح ممکن ہو بہت جلد تلافی مافات کر کے نجات حاصل کروں"۔

ونلڈ ٹ نے اپنی اس جدید اڈیشن میں یہ ثابت کیا کہ اس عالم کے سوا ایک دوسرے عالم کا بھی وجود ہے۔ روح جسم سے ایک جداگانہ حیثیت کے ساتھ قائم ہے اور عالم کی طبعی حرکت عالم روح کے اعمال سے وابستہ ہے۔[1]

کیا عجیب بات ہے کہ جس زمانہ میں ہکسلے ہیگل اور ان کے متبعین مذہب ڈارون کی اشاعت کر کے الحاد اور دہریت کے خیالات پھیلا رہے تھے اسی زمانہ میں یورپ میں اسپریچوئلزم (روحانیت) کا جوش پیدا ہوا۔ اگرچہ اس جوش وخروش میں زیادہ تر شعبدہ بازوں نے (جنھوں نے مسمریزم اور ٹیلی پیتھی وغیرہ یعنی مردوں سے باتیں کرنے اور دور دراز مقامات پر بلا وساطت ظاہر روحی تصرّف کرنے کا دعویٰ کیا) حصہ لیکر بعض علمائے سائنس کو فریب دیا مثلاً امریکہ کے مشہور شعبدہ باز سلیڈ نے جرمن کے علمائے سائنس ژدلز، فشنز اور ویبر کو دھوکہ دیا۔ مگر بعد کو اس کا فریب ظاہر ہو گیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ڈارونیت کی تفریط

---

[1] ماخوذ ارتقائے کائنات باب ششم اول۔

اور اس پر سپر چولزم کی افراط نے انصاف پسند علمائے سائنس کی آنکھیں کھول دیں چنانچہ ۱۸۸۲ء میں ایک باقاعدہ انجمن سائیکیکل ریسرچ یعنی روح کی تحقیقات کے متعلق قائم ہوئی جس میں فحول علما نے شرکت کی، یہ انجمن اب تک قائم ہے۔ اور اسپرچولزم اور مادیین کی تحقیقات کو محققانہ نظر سے دیکھ رہی ہے لیکن اصل یہ ہے کہ روح کی حقیقت ایک معمہ ہے جو نہ اسپرچول کے کرشموں سے حل ہوا ہے اور نہ مادیین کے مشاہدات سے سمجھ میں آسکتا ہے جب معمولی محسوس اشیاء کی ماہیت نہ ہماری قوی سے قوی دوربین یا خوردبین سے نظر آتی ہے اور نہ مشاہدہ اور تجربہ کچھ کام دیتا ہے تو وہ "جوہر لطیف" جو دماغ کے غشائے رقیق کی آڑ سے سینو میٹوگراف کے تماشہ کی طرح محسوس اور نامحسوس عالم کی سیر دکھاتا ہے کیونکر سمجھ میں آسکتا ہے اسی واسطے جب حضرت رسول خدا صلعم سے روح کے متعلق سوال کیا گیا تو حق تعالیٰ نے آپ کو یہ جامع اور مانع جواب تعلیم فرمایا۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ	آپ سے روح کے متعلق پوچھتے ہیں
الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا	کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے امر سے
اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا	اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے

Marfat.com

یہاں یہ نکتہ جس سے "لاادریت" کا خیال نہ جائے یاد رکھنا چاہئے عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے روح کے متعلق کچھ بیان نہ فرمایا لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ نے سب کچھ فرما دیا۔ ذیل میں ہم چند لطائف درج کرتے ہیں جو اس جواب خداوندی سے مترشح ہوتے ہیں۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ الآیہ کے لطائف

روح ایک ربانی امر ہے یعنی ایک راہ پر لگانے والی پوشیدہ طاقت ہے جو محسوس مادی عالم کی انرجی کو مسخر کر کے اپنے کام میں لاتی ہے۔ یہ قوت اس عالم سے تعلق رکھتی ہے جو اپنی اس عاملانہ خصوصیت کے لحاظ سے عالم امر کہلاتا ہے اور چونکہ محسوس مادی عالم یا "عالم خلق" کی کسی شئے میں یہ صفت پائی نہیں جاتی اسلئے اس کو ایک جداگانہ نامحسوس عالم یا عالم غیب بھی کہتے ہیں۔ یہ نہ سمجھو کہ یہ صرف مذہب کی اصطلاحیں ہیں بلکہ ادب کے صفحات میں علمائے یورپ کے اقوال پڑھو اور پھر دیکھو کہ سائنس ان امور کے متعلق کیا کہتی ہے۔

آیت شریف میں ربی کی ضمیر متکلم ایک دقیق اشارہ ہے

اس رمز کی طرف کہ روح کے وجود کا یقین صرف اس پوشیدہ تعلق پر جو عبد اور معبود کے درمیان قائم ہے صفائے باطن اور رجوع قلب کے ساتھ غور کرنے سے سمجھ میں آتا ہے اسی واسطے ضمیر متکلم کا استعمال ہوا ورنہ من امر ربی کے عوض من امر اللہ یا من امر الرحمن استعمال ہوتا لیکن اس ضمیر کی خصوصیت نے پردہ اٹھا دیا۔ وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا چونکہ کفار قریش نے یہود مدینہ کے کہنے سے روح کی کیفیت آنحضرت صلعم سے دریافت کی تھی اس لیے عام طور سے یہ خیال ہے کہ عرب چونکہ ایک جاہل قوم تھی اس لئے ان کو حقیقت نہیں بتائی گئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ عرب ہو یا عجم، یورپ ہو یا ایشیا، افریقہ ہو یا امریکہ اوتیتم کی ضمیر سب آدمیوں کی طرف راجع ہے۔ روح کی ماہیت نہ سوال کرنے والے سمجھے تھے اور نہ اب اس زمانہ میں باوجود سائنس کی حیرت انگیز ترقیوں کے کچھ سمجھے ہیں۔ ہاں اگر کچھ سمجھے ہیں تو وہ لوگ جو "امر ربی" کے نکتہ کو ذوق سلیم سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

Marfat.com

کس نہ دانست کہ منزل گہ مقصود کجاست
اینقدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

بیشک منزل مقصود کا پتہ نہیں لیکن مقصد حیات اُس آواز پر چلنا ہے جو مثل "صلصلۃ الجرس"[1] پہلے وادی بطحا میں سنائی دی اور پھر تمام عالم میں گونج اُٹھی۔ قال اللہ عزوجل

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنْشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

کہہ دیجئے کہ زمین پر پھر و اس دیکھو کہ کس طرح خلق کی ابتدا ہوئی پھر اللہ اٹھائیگا آخری اٹھان بیشک اللہ سب چیزوں پر قدرت رکھتا ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:۔

كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔

کیونکر اللہ تعالیٰ سے انکار کرو گے حالانکہ تم بے جان تھے پھر تم کو زندہ کیا پھر تم کو موت دیگا پھر تمکو زندہ کریگا پھر اسی طرف تم لوٹ جاؤ گے۔

---

[1] صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی سے مروی ہے کہ حارث ابن ہشام نے نزول وحی کے متعلق سوال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا احیانا یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وھو اشد علی (کبھی مجھ پر گھنٹے کی جھنکار کی طرح وحی نازل ہوتی ہے اور وہ مجھ پر نہایت سخت گزرتی ہے۔

Marfat.com

زمانِ ماضی کے ارتقا یعنی "نشاۃ الاولیٰ" پر غور کرو تو آئندہ ارتقا یعنی "نشاۃ الاخریٰ" بھی سمجھ میں آجائے گا۔ دیکھو مردہ مادہ کیونکر زندہ ہوگیا۔ اسی طرح موت کے بعد پھر زندہ ہو کر منزلِ مقصود تک پہنچتا ہے۔

خوابِ زندگی

لوگ کہتے ہیں کہ دنیا ہے فقط خواب و خیال
یہ خیال اس خواب میں کس طرح پیدا ہوگیا

سو رہے ہیں دیکھتے ہیں خواب ہستی کا ہم
ارتقائے زندگی کا راز افشا ہوگیا

واہ کیا خوابِ عناصر کی ہے تعبیر آدمی
جس کے دم سے دہرِ تیرہ میں اجالا ہوگیا

روح جو سوتی تھی پھر سے وہ جاگی ہے اب
جس نے دیکھا اک نظر محوِ تماشا ہوگیا

سچ ہے خوابِ زندگی "خوابِ عناصر" کی طرح
ہاں مگر تعبیر دینے والا عنقا ہوگیا

مادیت کی ہے ظلمت چار سو چھائی ہوئی
چشمۂ خورشیدِ ایماں آہ گدلا ہوگیا

ہم نے مانا مادہ فانی نہیں لیکن یہ کیا
بعد مرنے کے ہمارا پاک قصہ ہو گیا

جسم کے ذرات تو باقی رہیں ہم مر مٹیں
موت کیا آئی ہمیں، خونِ تمنا ہو گیا

موت کیا ہے، ارتقا کے سلسلہ کی اک کڑی
مر گئے اس منزل میں جینے کا سہارا ہو گیا

زندگی کیا ہے؟ فقط اک نردبانِ روح ہے
صورتِ نشو و نما سے آشکارا ہو گیا

خاک کے پتلے فنا ہونا ترا اب ہے محال
دعویٔ قانونِ ہستی تجھ پہ اجرا ہو گیا

ہم یہاں ہوں یا وہاں مٹنے کے اب ہرگز نہیں
[illegible] کے کنارے سے ہویدا ہو گیا

نورؔ علی نور

آنکھ سے لعبتِ ہستی کا تماشا دیکھو
دل سے بازیگرِ قدرت کا کرشمہ دیکھو

نیلگوں چرخ اگر حدِ نظر ہے اچھا
دیدۂ دل نے ہے کچھ اور بھی دیکھا دیکھو

سارے عالم میں کشش آنکھ سے دیکھی کیا خوب — کششِ حسن کو بھی دل سے اب اچھا دیکھو
ارتقا آنکھ سے گر تم نے صریحاً دیکھا — اصطفےٰ کا بھی ذرا دل سے کنایہ دیکھو
سینکڑوں شمس و قمر تم کو نظر آتے ہیں — دل سے اب نورٌ علیٰ نور کا جلوہ دیکھو
پڑھ لیا آنکھ سے گو قصۂ ما قبلِ حیات — دل سے مابعد کی شکلوں کا نتیجہ دیکھو
آنکھ کے تل میں نظر آتا ہے سارا عالم — اور اسے دل کے سویدا میں ہویدا دیکھو
دونوں آنکھوں سے جی بھر کے زیادہ دیکھو ہر دم — دل سے دلدار کو اک بار خدارا دیکھو
دیکھنے والو ابھی آنکھ سے دیکھا کیا ہے — آؤ تو آپ کے دل کا بھی تماشا دیکھو

۲۰ دسمبر ۱۹۱۹ء

"از شمعِ سخن"

باب چہارم

حیات بعد الموت

میرے ایک دوست جنہیں سائنس کے ساتھ خاص شغف ہے ایک دن مجھ سے کہنے لگے کہ دنیا میں جس قدر حقائق دریافت ہوئے ہیں وہ سائنس کے ذریعہ سے ورنہ مذہب "واللہ اعلم" کے بیجا تحکّم سے کسی مشکل مسئلہ کو حل نہ ہونے دیتا اور انسان کو ہمیشہ جاہل رکھتا میں نے کہا مذہب نے جن امور کو دریافت کیا ہے اس پر انصاف کی نظر ڈالنے سے پہلے ذرا معلومات سائنس کی نوعیت پر تو غور کرو سائنس کی تمام تحقیقات کا ملخص یہ ہے کہ چند قوانین ہیں جن کے باقاعدہ نفاذ سے کائنات کا کارخانہ چل رہا ہے۔ نسل انسانی کی طفولیت میں ان قوانین کا جزوی علم حاصل ہوا تھا۔ اب کلیات کی شکل میں مرتّب ہو کر سائنس کے نام سے مشہور ہوا ہے۔ مثلاً انسان نے

Marfat.com

پہلے یہ دیکھا کہ آفتاب کبھی تو دیر میں نکل کر جلد غروب ہو جاتا ہے اور کبھی جلد نکل کر دیر تک رہتا ہے، چاند کبھی گھٹ جاتا ہے، کبھی بڑھ جاتا ہے وغیرہ وغیرہ ان روزانہ مشاہدات پر غور کرنے اور اجرام سماوی کے متعلق اپنی معلومات میں وسعت دینے اور پھر ان معلومات کو کتابت کی شکل میں ترتیب دینے سے علم ہیئت مدوّن ہوا یا مثلاً انسان کو پہلے یہ معلوم ہوا کہ لکڑی آگ سے جل اٹھتی ہے۔ لوہا پانی میں زنگ کھا جاتا ہے، تربوز عرصہ تک رکھ چھوڑنے سے سڑ جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان مشاہدات میں جس قدر ترقی ہوتی گئی اسی قدر اشیا کے خواص ترکیب اور تحلیل کا علم وسیع ہوتا گیا اور آخر ان معلومات کی باقاعدہ ترتیب سے کمسٹری (علم کیمیا) کی تدوین ہوئی۔ یہی حال سائنس کے بقیہ شعبوں کا سمجھئے لیکن باایں وسعت معلومات سائنس اب تک یہ نہ سمجھا جا سکا اور نہ سمجھا سکتا ہے کہ ان قوانین کی اصلیت کیا ہے اور کیوں نافذ ہیں؟ ہم اپنے اس دعوے کے ثبوت میں اسپنسر کی مشہور کتاب "اصول اولیہ" سے ایک مثال پیش کرتے ہیں۔

یہ مسلم ہے کہ کشش ثقل کا مسئلہ تحقیقات سائنس کا ایک بڑا کارنامہ ہے اور علمی دنیا نیوٹن کی مرہون منت ہے

Marfat.com

جس نے یہ معرکۃ الآرا مسئلہ دریافت کیا۔ لیکن تھوڑی دیر کے واسطے اس مسئلہ کی تاریخ پر غور کرو۔

قدیم آریہ قوموں کا یہ عقیدہ تھا کہ آفتاب ایک رتھ ہے جس پر ان کا آسمانی دیوتا بیٹھ کر سیر کرتا ہے۔ ابھی اس بحث کو چھوڑ دو کہ یہ عقیدہ فی نفسہٖ کیسا تھا بلکہ صرف یہ دیکھو کہ آفتاب کی ظاہری حرکت کی علت سمجھنے کے واسطے اس زمانہ کی فہم کے موافق قدما نے کیونکر ایک محرک "دیوتا" کا وجود تسلیم کیا۔ مدت دراز کے بعد جب کیپلر نے یہ دریافت کیا کہ سیارے آفتاب کے گرد گردش کرتے ہیں تو اس کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کی گردش کی کچھ علت ہونا چاہئے اس لئے اس نے یہ رائے قائم کی کہ ہر ایک جرم سماوی میں ایک پوشیدہ "روح" ہے جس کی قوت سے گردش کا ظہور ہوتا ہے۔ اس طور سے ایک مادی مجسم دیوتا کا خیال تو باطل ہو گیا لیکن اس کے عوض نفوس ملکی کا عقیدہ قائم ہو گیا۔ آخر میں جب نیوٹن نے اجرام سماوی کی حرکت کو ایک ہی ہمہ گیر قانون کے دائرے میں داخل کر دیا تو نفوس ملکی معطل ہو گئے اور ان کی جگہ "قانون کشش ثقل" نے لے لی۔ اس طور سے قدما کے محسوس مادی دیوتا پہلے نامحسوس نفوس کی شکل میں تبدیل ہوئے اور آخر کار ایک

عسیر الجبال ہم گیر قانون کے پیرایہ میں ظاہر ہوتے کچھ شک نہیں کہ اس قانون کے دریافت ہو جانے سے اجرام سماوی ایک باقاعدہ نظام کے تحت میں داخل ہو گئے جس کو عقل سلیم تسلیم کرتی ہے لیکن یہ مشکل حل نہ ہوئی کہ اس قانون میں نافذ ہونے کی قوت کہاں آئی۔ اس لئے نیوٹن نے کیلر کے نفوس فلکی کی جگہ ایتھر کو قائم کیا جس کی وساطت سے یہ قانون نافذ ہے لیکن پھر یہ مشکل کہ خود ایتھر کیونکر اس قانون کو نافذ کرتا ہے۔ حل نہیں[1]

اس مثال سے یہ ثابت ہے کہ مذہب نے جس راز کو پہلے ہی دن ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں افشا کیا تھا سائنس نے اسی کو ایک عمر کی کاوش و کاہش میں سمجھایا بھی تو اس طرح کہ

معلومم شد کہ ہیچ معلوم نشد

لیکن مذہب کے ان طفلانہ بھولے بھالے افسانوں اور ٹوٹے پھوٹے ابتدائی الفاظ کا اعجاز دیکھو کہ دور آخر میں انکی حقیقت

---

[1] اصول اولیہ صفحہ ۱۰۳، یہ وہی اشکال ہے جس کو ہم نے باب دوم میں اور سائنس کے فلسفہ کا اصل اختلاف سمجھاتے ہوئے حل کیا تھا حقیقت میں ...... دو جداگانہ تصور ہیں۔ ایک کی بنیاد تصور شے ہے اور دوسرے کی تصور ذات پر ۱۲

Marfat.com

ایک اُمّی (روحی فداہ) کی زبان پاک سے کس فصیح و بلیغ پیرایہ میں ادا ہوئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

الشمس والقمر بحسبان و	سورج اور چاند حساب سے ہیں اور
النجم والشجر یسجدان	تارے اور درخت سجدہ کرتے ہیں۔

شمس و قمر نجم و شجر کی کچھ تخصیص نہیں تمام کائنات کا یہی حال ہے۔

وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ	اور کوئی شے ایسی نہیں جو اس کی تسبیح
ولکن لا تفقھون	و تحمید نہ کرتی ہو۔ لیکن تم انکی تسبیح
تسبیحھم۔	کو نہیں سمجھتے ہو۔

یہ تسبیح اور تحمید کیا ہے؟ انقیاد۔ یعنی ایک زبردست مقنن کی ہمہ گیر قانون کی پابندی میں سر جھکا دینا۔ اس انقیاد کا جلوہ ان تمام پوشیدہ قوتوں میں جن کے واسطے سائنس نے اپنی اصطلاحیں مثلاً میل مرکزی۔ کشش اتصال، اتحاد کیمیادی وغیرہ وغیرہ ایجاد کی ہیں نظر آتا ہے۔ اسی انقیاد کا رنگ ان تمام قوانین کائنات میں جن کا علم انسان کو سائنس کے ذریعہ سے ہوتا جاتا ہے صاف جھلک رہا ہے مگر تعجب ہے کہ سائنس کے گروہ معتدین کو نظر نہیں آتا۔ صدق اللہ العلی العظیم حیث قال۔

Marfat.com

لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور — آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں مگر دل جو سینوں میں ہے اندھے ہو جاتے ہیں۔

موازنہ معلومات سائنس مذہب

حقیقت یہ ہے کہ سائنس کی روز افزوں معلومات صرف اسی قدر سمجھاتے ہیں کہ کائنات کا کارخانہ کس طرح چل رہا ہے، اس سمجھنے کے واسطے آج ایک تھیوری قائم ہوتی ہے کل دوسری پرسوں تیسری، اسی طرح انسان کی معلومات ترقی کرتی جا ہیں۔ لیکن یہ تمام انکشافات ان معلومات کے سامنے جن خالص مذہب نے سمجھایا ہے سطحی معلوم ہوتے ہیں۔ وہ معلو کیا ہیں؟ وہ یہ ہیں کہ یہ کارخانہ عبث نہیں ہے اور اس سے ہم بھی جو اس کارخانے کے ایک جز ہیں نہ عبث پیدا ہوئے عبث مرتے ہیں۔

ما خلقنا السموٰت والارض وما بینھما الا بالحق واجل مسمیٰ — ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ دونوں کے بیچ میں ہے نہیں بے مگر حق کیسا اور ایک ٹھہری ہوئی مد

Marfat.com

أفحسبتم انما خلقناکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون۔ — کیا تم نے یہ سمجھا ہے کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہ آؤ گے۔

کچھ شک نہیں کہ حیات بعد الموت کا مسئلہ انسان کے واسطے ایک اہم بالشان امر ہے کیونکہ اس تحقیق کے در پے ہونا کہ کائنات کا کارخانہ کس طرح چل رہا ہے صرف محدود موجودہ زندگی تک مفید ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ معلوم کرنا یہ کارخانہ کیوں چل رہا ہے اور ہم کو کیا کرنا ہے حقیقتاً ایسا ہے جس پر ہماری زندگی اور موت کا انحصار ہے اور یہی مذہب کا اصلی کارنامہ ہے

اس تقریر کا یہ منشا نہیں ہے کہ سائنس کی معلومات جو درحقیقت دافع اوہام ہیں اور سچے مذہب کے موید حقیر اور عبث ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ جن مدعیوں نے اپنے محدود علم کے زعم میں یہ سمجھ رکھا ہے کہ

زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا قل بلی و ربی لتبعثن ثم لتنبؤن بما عملتم و ذلک علی اللہ یسیر (سورہ تغابن) — کافروں کا یہ گمان ہے کہ مرنے کے بعد پھر زندہ نہ ہونگے کہدیجئے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی کہ تم ضرور زندہ کئے جاؤگے پھر تم کو تمہارے اعمال جتلائے جائیں گے اور ایسا کرنا اللہ پر آسان ہے

وہ اپنی غلطی پر متنبہ ہو جائیں کیونکہ ارتقائے گذشتہ پہ
ایمان لانا مگر ارتقائے آئندہ یعنی معاد سے منکر ہونا تعلیمات
سائنس کی تکذیب کرنا ہے[1] جس کی وجہ سوائے اس کے اور
کوئی نہیں جس کو عطار نے "شتر مرغ" کی لطیف تمثیل میں ادا کیا
ہے۔ نفس کی حیلہ جوئی کے متعلق شیخ موصوف فرماتے ہیں ؎

چوں شتر مرغے بداں ایں نفس را ‎ نے کشد بار و نہ پرد بر ہوا
گر بہ پرگوئیش گوید اشترم ‎ ور نہی بارش بگوید طائرم

یہی حال سائنس کے گروہ معتقدین کا ہے۔ طبائع
جب یہ رنگ اختیار کر لیتے ہیں تو قبول حق سے بمراحل دور
ہو جاتے ہیں۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

1 معاد کے یقین کے واسطے دو بڑے مرحلے پیش آتے ہیں
پہلا مرحلہ۔ روح کے وجود کا اثبات ہے اس لئے ہم نے گذشتہ
باب "معمائے حیات" میں پہلے اسی مبحث پر قلم اٹھایا تھا۔
دوسرا مرحلہ۔ موت کے بعد روح کا باقی رہنا اور پھر جزا و سزا
اور ثواب و عقاب کا معاملہ پیش آنا اس مرحلہ کے طے کرنے کے

---

[1] دیکھو باب دوم "آئندہ ارتقا" کی سرخی ۱۲

واسطے سب سے پہلے اس تمہید کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ دنیا میں کوئی قوم کسی زمانہ میں ایسی نہیں گذری جن میں موت کے بعد کسی نہ کسی طور پر انسان کے باقی رہنے کا یقین عام طور سے نہ پایا جائے۔ ابھی اس بحث کو چھوڑ دو کہ اس یقین کی مختلف صورتوں کی بنا محض توہم یا تخیل پر تھی یا کچھ حقیقت کا شائبہ بھی تھا۔ دیکھنا صرف یہ ہے کہ کس طرح یہ یقین اپنے ہمہ گیر اثر سے گویا انسان کی فطرت میں داخل نظر آتا ہے۔ اس دعوے کے ثبوت میں ہم گذشتہ اور موجودہ قوموں کے عقائد کو انھیں کی مقدس کتابوں سے اخذ کر کے مجملاً بیان کرتے ہیں۔

۱۔ مصریوں کے عقائد

ماخذ

محققین علم الآثار کی رائے میں وادی نیل کے باشندے دنیا کی سب سے قدیم قوم ہیں جن کے حالات سن عیسوی سے سات آٹھ ہزار برس قبل کے حسب ذیل معتبر ذرائع سے معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) مصر کے قدیم شاہی خاندان پنجم و ششم کے مقابر

Marfat.com

یعنی اہرام کے کتبے جن میں حالات مابعد الموت منقوش ہیں۔

(۲) کتاب الموتی یہ ایک مجموعہ ہے ان متفرق دعاؤں اور تعویذوں کا جو متفرق طور پر مستشرقین یورپ کو مدفون شہروں اور معبدوں سے دستیاب ہوا ۱۸۴۲ء میں لیپ سیوس نے اس کو ایک کتاب کی صورت میں شائع کیا۔

(۳) اٹھارویں اور بیسویں خاندان شاہان تھبس کے مقابر کی منقش تصویریں۔

(۴) رومی مورخ پلوٹارک کی کتاب متعلق حالات سائرس و آئیس جو مصریوں کے مشہور دیوتا تھے۔

عقائد

مصریوں کے عقیدہ میں انسان تین چیزوں سے مرکب ہے۔

(۱) خط یعنی جسم خاکی جو موت کے بعد فنا ہو جاتا ہے۔

(۲) خا یعنی موکل جسم یا ہمزاد جو موت کے بعد قبر میں زندہ رہتا ہے اس لئے مردہ کے ساتھ ضروری اشیائے خوردنی وغیرہ قبر میں رکھ دیتے تھے تاکہ خا ان سے متمتع ہو سکے۔ مگر رفتہ رفتہ ان اشیاء کے عوض صرف ان کی تصویریں۔ قبر میں رکھ دیتے تھے

Marfat.com

کیونکہ مصریوں کے عقیدہ میں ہر شے کا ایک خاؔ یعنی موکّل ہوتا ہے اس لئے جسم انسانی کا موکّل اشیاء کے موکّلوں کو اپنا تابع کرکے متمتع ہوسکتا ہے۔

(۳) خوجس کے معنی چمکنے والی۔ اس سے مراد نفس ناطقہ ہے جو خاؔ پر حاکم ہے اور اس سے خدمت لیتا ہے۔

یہ اصلاحات قدیم تھے لیکن جب سے "ممی" یعنی لاشوں کو آلائش سے پاک کرکے ایک خاص ترکیب سے چند ادویہ کے ذریعہ سے محفوظ رکھنے کی رسم جاری ہوئی ہے تو روح کو باؔ یعنی ایک فرضی چڑیا کی شکل میں جس کا سر آدمی کے سر کی طرح ہوتا ہے ظاہر کرنے لگے۔ کیونکہ مصر کے قبرستانوں میں چھوٹے چھوٹے سفید الّو اپنا گھونسلا بناتے تھے اور قبروں پر منڈلاتے پھرتے تھے اس لئے مصریوں نے روح کو انھیں چڑیوں کی شکل کا مشابہ جانور تصور کیا۔ ان خیالات کی بنا پر مصری تین خاص عقیدوں کے پابند تھے۔

عقیدۂ اوّل۔ سب سے قدیم عقیدہ یہ تھا کہ مرنے کے بعد صرف جسم خاک میں ملجاتا ہے لیکن باؔ یعنی روح کو نُوت (ارواح کی دیوی) کھلاتی پلاتی رہتی ہے۔ مصریوں میں اُس وقت تک جزا وسزا

Marfat.com

کا خیال نہیں پیدا ہوا تھا۔ اس لئے بالعنی روح کی آرام اور تکلیف کا انحصار مردے کے ورثا پر تھا جو قبر میں اشیائے خوردنی اور لوازم زندگی کا اہتمام خاص طور سے کرتے تھے اور تیوہاروں میں مردہ کے نام پر صدقہ دیتے تھے۔

عقیدۂ دوم رفتہ رفتہ جزا و سزا کا خیال بھی پیدا ہوا اور اُسائرس دیوتا کی "آسمانی بادشاہت" کا عقیدہ قائم ہوا مرنے کے بعد ہر شخص کی روح کو انوبس دیوتا جس کا مظہر شغال ہے مُردوں کے بادشاہ اسائرس کے سامنے جس کے گرد بیالیس دیوتا سچائی کے دیوان خاص میں پرا جمائے کھڑے ہوتے ہیں پیش کرتا ہے اور ترازو لا کر مردہ کے اعمال تولتا ہے۔ سچائی کا دیوتا ٹوٹ میزان عدل کے پاس کھڑا ہو کر نتیجہ لکھتا جاتا ہے۔ آخر میں اگر نیکیوں کا پلہ بھاری نکلا اور بیالیس کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے روح محفوظ رہی تو اسائرس کی بادشاہت میں داخل ہونے کا فرمان مل جاتا ہے۔ یہ بادشاہت آسمانی تھی۔ جہاں نیل فلک (کہکشاں) بہتا ہے۔ نیکوں کی ارواح یہاں پہنچ کر عالو (مقام اعلیٰ) کے زرخیز کھیتوں کی پیداوار پر عیش و عشرت سے بسر کرتے ہیں، باغوں میں ہرے بھرے درختوں کے سایہ میں دعوتیں کھاتے اور

Marfat.com

کھلاتے ہیں اور نور کی کشتیوں میں سوار ہو کر دریائے اخضر فلک کی سیر کرتے ہیں۔ غرضکہ جو سامان عیش دنیا میں محنت اور مشقت کے ساتھ مہیا ہوتے تھے وہ یہاں بے غل وغش حاصل ہیں، اب بدوں کی ارواح کا حشر سنو، جس وقت بدی کا پلّہ بھاری نکلا چند قسم کی سزائیں ملتی تھیں یا تو فوراً روح کو زمین کے نیچے ایک تیرہ و تار غار عمیق میں پھینک دیتے تھے جہاں اپی پائی اژدہا روح کو اپنے شکنجہ میں کس کر عذاب دیتا تھا۔ یا روح کو اس کے گناہوں کے پاداش میں کسی جانور کی شکل میں مسخ کر کے دنیا میں پھینک دیتے تھے اور جس قدر زیادہ گناہ ہوتے تھے اسی قدر مختلف جانوروں کے قالب بدلنا ہوتے تھے۔ یہانتک کہ جب سب گناہوں سے ہو گیا تو پھر قالب انسانی عطا ہوتا تھا اور آسمانی بادشاہت میں شامل کر لیا جاتا تھا۔

عقیدۂ سوم۔ "را" ایک دیوتا ہے جو آفتاب کی کشتی میں سوار ہو کر رات کو ایک تیرہ و تار تحتانی عالم میں بلاؤں اور بھوتوں پر فتح پا کر صبح کو پھر آسمان پر چمکتا ہے اس لئے مرنے کے بعد روح کو اس تیرہ و تار عالم کے ہولناک خطروں سے نجات پانے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ را دیوتا کی کشتی میں جگہ ملجائے

یا اپنی کشتی را کی کشتی کے ساتھ لے جائے اس واسطے مردہ کی قبر میں ایک چھوٹی سی کشتی مع ملاحوں کے مجسمے اور چند تعویذ جنکی برکت سے بلاؤں اور بھوتوں سے کچھ گزند نہ پہونچے رکھ دیتے تھے اس عقیدہ کی رو سے ارواح کی بہشت بس یہی تھی کہ دیوتاوں کی معیت حاصل ہو جائے لیکن رفتہ رفتہ یہ عقیدہ عقیدۂ دوم کا ایک جزو ہو گیا، را کی جگہ اسائرس نے لے لی، اب بالعموم تو وہی اسائرس کی بادشاہت کا عقیدہ قائم رہا۔ لیکن خواص نے اسائرس کی معیت یا اس کی نورانی ذات میں فنا ہو جانا فوز عظیم تصور کیا۔[1]

۲- ہنود کے عقائد

ہنود کی سب سے مقدس کتابیں وید ہیں۔ رگ وید میں لکھا ہے کہ یَم مُردوں کا راجہ ہے۔ جس کا باپ دوسونت (آسمان) اور ماں سَرنیو (صبح) ہے ذیل میں ہم ایک بھجن کا ترجمہ درج کرتے ہیں جس میں معاد کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ یہ بھجن

---

[1] ماخوذ از مذہب مصریان، صفحات ۷ لغایت ۱۹ مصنفہ فلنڈرس پیٹری ۱۲

سوم دیوتا[ل] کی شان میں ہے۔

اے بہتے ہوئے سوم مجھے اس غیر فانی اور لازوال مقام میں لے چل جہاں نورانی جلوہ ہے اور جو بہشت میں ہے، اے سوم اندر دیوتا کے واسطے روان ہو۔

مجھے وہاں لے چل جہاں یم کا راج ہے۔ جہاں بہشت کے دروازے ہیں اور جہاں بڑے بڑے دریا بہتے ہیں مجھے وہاں لے چل اور بقائے دوام عطا کر، اے سوم اندر دیوتا کے واسطے رواں ہو۔

مجھے وہاں لے چل جہاں تیسری بہشت ہے جہاں اس آسمان کے اوپر تیسرا عالم نور ہے اور جہاں اپنی مرضی کے موافق انسان سیر کر سکتا ہے وہاں مجھے لے چل اور بقائے دوام عطا کر اے سوم ... الخ

مجھے وہاں لے چل جہاں ہر ایک خواہش پوری ہوتی ہے جہاں پر توہم کا مقام ہے۔ جہاں کھانا پینا اور چین ہے مجھے وہاں لے چل .... الخ

ل سوم ایک درخت کا عرق ہے جس سے شراب بنتی ہے ۱۲

Marfat.com

مجھے وہاں لے چل جہاں نعش، مسرت، اور سرور ہے جہاں قلب مضطر کی ہر ایک تمنا بر آتی ہے۔ مجھے وہاں لے چل اور بقائے دوام ...... الخ (منڈل یازدہم ۱۱۳)

یہ عقیدہ ہندوستان کے قدیم رشیوں کا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ جب وید کی سیدھی سادھی تعلیم پر فلسفیانہ نکتہ سنجیوں کا رنگ چڑھ گیا تو آواگون (تناسخ) کا عقیدہ جس کا رگ وید میں کہیں ذکر نہیں[ف] عام طور سے پھیل گیا یہ عقیدہ اپنشد میں نہایت آب وتاب سے بیان کیا گیا ہے ذیل میں ہم چند مقامات کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔

(۱) راجہ چترا گنگا ینی اوالکا اور اس کے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

> مردوں کی روحیں چندر ماد یوتا (چاند) میں پہونچتی ہیں جہاں سے یہ دیوتا پھر انھیں واپس کرتا ہے۔ اب جیسے جس کے اعمال ہیں اسی کے مطابق کیڑا مکوڑا یا پچھلی یا چڑیا یا شیر یا سور یا سانپ یا چینا یا آدمی یا کچھ اور شکل میں مسخ ہو جاتا ہے۔

ف۔ دیکھو مسٹر دت کی کتاب ہندوستان قدیم صفحہ ۲۱۰

Marfat.com

پاک ارواح پہلے اگنی کے عالم میں پھر وایو پھر ورونا پھر پراجپتی پھر برہمان کے عالموں میں پہونچتی ہے۔ اس عالم میں حوض آرا. کوہ لیشتہا، دریاے وجارا، شجر الیا، شہر سالجیا، ایوان اپراجتا موجود ہیں، اندر اور پراجپتی دیوتا محافظ ہیں اور برہمان تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہیں۔ جن کے حضور میں رواح حاضر ہوتی ہیں۔ (باب اول کوشتاکی)

(۲) راجہ جے بلی اسی اُدالکا کے بیٹے سے کہتا ہے۔

مردوں کی روحیں چاند میں رہتی ہیں پھر وہاں سے واپس ہوتی ہیں اور قطرۂ باراں بنکر برستی ہیں۔ پھر چاول یا کوئی اور غلہ یا جھاڑی یا درخت یا کوئی اور قسم کا تخم بن جاتی ہیں۔ اس درجہ پر پہونچکر جن روحوں کے اعمال نیک تھے وہ تو برہمن یا چھتری یا ویش کے گھر میں غذا کے ذریعہ سے دوسرا جنم لیتے ہیں۔ لیکن جن کے اعمال بُرے تھے وہ کتے یا سور یا چنڈال کا جنم لیتے ہیں۔ (چھندوگیا باب پنجم ۱۰)

(۳) تناسخ کو صوفیانہ رنگ میں اس طرح بیان کرتے ہیں۔

برھادارنیکا باب چہارم میں لکھا ہے کہ:-

جس طرح ایک سُنار سونے کے ٹکڑے کو ڈھال کر ایک عمدہ

Marfat.com

شکل کا زیور بنا دیتا ہے اسی طرح روح اس جسم کو چھوڑ کر اور جہالت کی آلائش سے پاک ہو کر ایک دوسرے عمدہ قالب میں جنم لیتی ہے یہ تو اُس شخص کا حال ہے جس میں خودی باقی ہے لیکن جب خودی دور ہو گئی اور صفائی کامل حاصل ہو گئی تو اس کی روح کو کسی دوسرے قالب کے بدلنے کی ضرورت نہیں ہے وہ سیدھا برہمان میں مل جاتا ہے اور جس طرح سانپ کی کینچلی بل میں اتری پڑی رہتی ہے اسی طرح جسم بھی علیحدہ ہو جاتا ہے۔ لیکن وہ غیر مادی اور غیر فانی روح برہمان ہے اور محض نور ہے جس کو یہ علم حاصل ہو گیا اور نفس پر قابو پا گیا وہ اپنی ہستی کو ہستی مطلق میں دیکھتا ہے، جہاں من و تو کی گنجائش نہیں ہے، اب بدی کا اس پر زور نہیں چلتا بدی پر اس کو فتح حاصل ہو گئی، بدی اس کو جلا نہیں سکتی وہ خود بدی کو جلا دیتا ہے، بدی سے نجات پا کر بے داغ اور شک سے پاک ہو کر وہ سچا برہمان ہو جاتا ہے"

انتباہ

عام خیال ہے کہ ہنود میں فلسفہ سانکھیا کا موجد کپلا اور ...

Marfat.com

بودھ کا بانی گوتم وجود روح کے منکر ہیں اور اس لئے معاد کے بھی قائل نہیں ہے لیکن یہ غلط فہمی ہے ذیل میں ہم کپلا کی تعلیم کا ملخص سانکیا کریکا سے اخذ کر کے درج کرتے ہیں۔

آتما یعنی روح

کپلا جو سن عیسوی سے سات آٹھ سو برس قبل یعنی گوتم بدھ سے ایک یا دو صدی بیشتر گذرا ہے مادہ اور روح دونوں کو قدیم اور ازلی مانتا ہے۔ مادہ یعنی پرکرت سبب الاسباب ہے جس سے عقل ادراک اور حواس ظاہر و باطن اور تمام محسوسات کا عالم وجود میں آیا۔ روح یعنی آتما مجرد عن المادہ ہے۔ مگر فعل اور انفعال سے بالکلیہ بری ہے۔ لیکن چونکہ دنیا میں پرا کرت (مادہ) کے ساتھ مقیم ہے اس لئے انسان کے مرنے کے بعد جب اس جسم خاکی سے علیحدہ ہو گئی تو اپنے ہمراہ ایک دوسرا لطیف جسم لنگا سریر جو اعمال خیر یا شر کا مظہر ہے لیجاتی ہے، اب اگر نیکی کا عنصر غالب ہے تو لنگا سریر آٹھ علوی عالم میں جن کی صفت ستو (نور) ہے درجہ بدرجہ صعود کرتا رہتا ہے لیکن اگر بدی کا عنصر غالب ہے تو بطور تنزل پانچ سفلی عالم

Marfat.com

ہیں جن کی صفت ... تمس (ظلمت) ہے متبلائے ہبوط ہو جاتا ہے۔ پانچ سفلی عالم یہ ہیں۔ جانوران اہلی، جانوران صحرائی، طیور حشرات الارض وغیرہ نباتات اور جمادات اس طور سے پراکرتی پہلے جسم خاکی پھر لنگا سریر کے کرشموں کا تماشہ دکھاتے دکھاتے آخر تھک جاتا ہے۔ آتما (روح) پر جب رقص ہستی کی پوری حقیقت روشن ہو گئی تو پراکرتی (مادہ) کی رفاقت سے نجات حاصل ہو جاتی ہے بالفاظ دیگر نجات کامل کا انحصار علم حقیقی پر ہے۔ (سانکھ کریکا مترجمہ مسٹر ڈیوس ۵۹ لغایت ۶۸)

مذہب بودھ کا نزوان

سن عیسوی سے چھ سو برس پیشتر ہندوستان میں عقلائے ہند کا مذہب محض رسم و رواج کا مجموعہ رہ گیا تھا۔ برہمنوں کے مذہبی استبداد کے سامنے قدیم رشیوں کی روحانی تعلیمات سلب ہو گئی تھیں اور اپنشد کی فلسفیانہ نکتہ سنجیاں محض لفظی نزاع اور سخن پروری کیلئے وقف ہو گئیں، ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی پرستش اور روحوں کے آواگون کے چکر نے دماغوں کو مختل کر دیا تھا۔ چار ذاتوں کا وجود اگرچہ تقسیم عمل کی رو سے مادی ترقی

Marfat.com

کو مفید ہوا۔ لیکن ساتھ ہی اخلاقی اور روحانی موت کا ایک خوفناک آلہ ثابت ہوا اور ملک کی آبادی کا بہت بڑا حصہ شودر کے ذلیل نام سے منسوب کر کے نجات سے محروم کر دیا گیا۔ ایسی جہالت کے زمانہ میں سرزمین ہند کا لقمان یعنی گوتم بدھ نے ادنیٰ اور اعلیٰ سب پر سچی دینی تعلیم کے ذریعہ سے نجات ابدی کا دروازہ کھول دیا۔ گوتم کی تعلیم کا ملخص یہ ہے کہ حیات مایۂ آلام ہے اور تمنائے حیات جس کی بناء لذات جسمانی پر ہے مصائب کا پیش خیمہ ہے اس لئے اس تمنا کا خون ہو جانا دراصل مصائب کا خاتمہ کر دینا ہے لیکن یہ طریق سخت دشوار ہے اس لئے انسان کو چاہئے کہ اعمال ہشتگانہ کے ذریعہ سے اس منزل کو طے کرے وہ اعمال یہ ہیں۔

درستی ایمان	خلوص نیت	خفگوئی	راستروی
اکل حلال	صدق طلب	تصفیۂ باطن	استغراق کامل

(مہادگا باب اول ۶)

ان اعمال کی ممارست اور حقیقت حیات پر غور و تعمق سے قلب میں ایک خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس کو نروان کہتے ہیں۔ گوتم اس کی تشریح یوں کرتا ہے۔

جنھوں نے راہ سلوک طے کر لی ان کی مصیبت کا خاتمہ ہو گیا۔

Marfat.com

غم والم سے چھوٹ گئے اور ہر قسم کی بیڑیاں کٹ گئیں وہ
جمعیت خاطر کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ قید
حیات ان کے واسطے سوہان روح تھی۔ وہ علائق
سے یوں جدا ہوتی ہیں۔ جیسے راج ہنس جھیل سے
اڑ جاتے ہیں۔ (دہم پد ۹۰ و ۹۱)

بودھ کے عقیدہ میں نروان اس زندگی میں حاصل ہو سکتا ہے۔ یہی انسان کا منتہائے کمال ہے اور یہی اس کی بہشت ہے۔ ایسا نفس جو فنا کے درجہ پر پہونچ گیا پھر کبھی آواگون کے پھندے میں پھنس نہیں سکتا۔ گوتم کا یہ نروان ان لوگوں کو جو دیوتاؤں کی شاہد بازیاں اور جسمانی لذّات کے افسانے مزے لے لے کر سنتے تھے کچھ زائد دلفریب نہ معلوم ہوا اس لئے انھوں نے گوتم سے بار بار پوچھنا شروع کیا کہ دنیا میں جن لوگوں کو یہ مرتبہ حاصل ہو گیا ان کی کیفیت مرنے کے بعد کیا ہوئی۔ گوتم نے جو جواب ان سائلوں کو دیا وہ سننے کے قابل ہے۔ کہتا ہے۔

مکالمہ گوتم و ملوکیاپت

ملوکیاپت:۔ مہاتما مجھے صاف صاف بتا دے کہ "بودھ کامل" مرنے

کے بعد زندہ رہتا ہے یا نہیں۔

گوتم:۔ اے شخص کیا میں نے تجھے کہا تھا کہ تو میرا چیلہ بن جا اور میں تجھ سے فنا اور بقائے عالم کا راز کہدوں گا۔

ملوکیاپت:۔ ایسا تو نہیں ہے۔

گوتم:۔ پھر تو مجھ سے ایسا سوال نہ کر۔ لیکن یہ یاد رکھ کہ اگر کوئی شخص زہر آلود سے زخمی ہو جائے اور وہ طبیب سے یوں کہے کہ علاج زخم سے پہلے مجھے یہ بتا دے کہ مجھے کس نے زخمی کیا تھا آیا وہ برہمن تھا یا چھتری یا ویش یا شودر انصاف سے بتا کہ ایسے شخص کا کیا انجام ہوگا۔ بیشک وہ ایسے مہلک زخم سے مرجائے گا۔ بس یہی حال اس آدمی کا ہے جو نفس کا تزکیہ اس وجہ سے نہیں چاہتا کہ اس کو معلوم نہیں کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا اس لیے اے شخص جس مسئلہ میں میں سکوت اختیار کروں اس کے متعلق چون وچرا نہ کرنا لیکن جو کچھ میں نے تعلیم دی ہے۔ اسکی منادی کرتے رہنا۔

گوتم کی مشہور مرید کھیما کا لطیفہ

کوسل کا راجہ ایک سفر میں کھیما سے ملا اور کہنے لگا۔

Marfat.com

راجہ:- اے مقدس ولیہ مجھے بتادے کہ بودھ مرنے کے بعد کیا زندہ ہے؟

کھیما۔ اس صاحب کمال نے اس امر کا اظہار نہیں کیا۔

راجہ۔ تو کیا بودھ مرنے کے بعد زندہ نہیں ہے؟

کھیما۔ (متانت) سے اس صاحب کمال نے یہ بھی نہیں بتایا کہ وہ مرنے کے بعد زندہ نہیں ہے[1]

گوتم کے بعد اس کے پیرو چونکہ تناسخ کی آب و ہوا میں پلے تھے اس لئے اس عقیدہ کے گہرے اثر سے محفوظ نہ رہ سکے۔ لیکن چونکہ گوتم نے روح سے بحث نہیں کی تھی اس لئے تناسخ کے مسئلہ میں اس قدر ترمیم کی گئی کہ اگر اس زندگی میں نروان حاصل نہ ہو سکے تو مرنے کے بعد مُردے کے کرم (عمل) نوزائیدہ معصوم بچے میں حلول کرتے ہیں اور جس طرح ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلتا ہے اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اسی طرح حیات کا سلسلہ

---

[1] گوتم کی تعلیمات کا مجموعہ تین دفتر میں ہے جن کو تیپاٹک کہتے ہیں، راجہ اشوک کے حکم سے ۲۴۲ برس قبل مسیح پٹنہ کی کونسل میں جمع کئے گئے۔ ہم نے دونوں مکالمے دفتر اول یعنی "سُت پاک" سے ترجمہ کئے ہیں جو جہم نکائے" اور سمیوت نکائے" وغیرہا حصص میں منقسم ہے، مذہب بودھ کے پیرو اب وجود روح کے منکر ہیں مگر یہ وہی صورت ہے جیسے عیسائیوں میں تثلیث کے عقیدہ کا یقین حالانکہ حضرت عیسٰی نے اس فاسد عقیدہ کی تعلیم نہیں دی ۱۲

Marfat.com

قائم رہتا ہے یہاں تک کہ دوسری زندگی کی تمنا کا پورے طور سے استیصال ہوجائے اور نزوان کا مرتبہ حاصل ہوجائے[1]

مذہب بودھ کا چراغ ایک ہزار سال کے اندر جب ہندوستان میں گل ہونے لگا تو اپنشد کے پرانے عقیدہ تناسخ نے ویدانت کی تعلیم میں دوسرا جنم لیا۔

ویدانت

برہم ستر کے خطبہ سوم میں لکھا ہے کہ موت کے بعد روح ایک جسم لطیف کے ساتھ چاند میں چڑھ جاتی ہے جہاں سے واپس ہوتے وقت کرہ اثیر۔ ہوا اور بادل میں ہوتی ہوئی پانی کی شکل میں برستی ہے اور اس طرح پہلے نباتات میں حلول کرتی ہے اور غذا کے ذریعہ سے جانوروں کے رحم میں داخل ہوتی ہے چوتھے خطبہ میں لکھا ہے کہ روح جس وقت برائیوں سے پاک ہوجاتی ہے تو عرفان کامل کے درجہ پر پہنچ کر جس طرح قطرہ دریا میں مل جاتا ہے اسی طرح ہستی مطلق میں انجذاب کلی حاصل کرتی ہے۔ اور یہ انتہائی کمال ہے۔ لیکن اس زندگی میں بھی اگر

---

[1] ڈیوس کے ہبرٹ لیکچرز صفحہ ۹۹

Marfat.com

یوگ کے طریقہ میں کمال ہو گیا۔ تو جیون مکتی کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے
اور پھر جوگی جی بقول پتنجلی مصنف یوگ سُتر جس شکل میں چاہیں
خواہ پتھر خواہ درخت خواہ جانور میں تبدیل ہو جائیں اور چشم زدن
میں جہاں چاہیں پہونچ جائیں غرض کہ ایسے ایسے مافوق العادت
کرشمے دکھلانے کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔

ویدانت کے ساتھ ہنود میں فلسفیانہ تعلیم کا خاتمہ ہو گیا
اس کے بعد جب اٹھارہ پوران لکھے گئے تو اگرچہ تناسخ کا عقیدہ
بدستور قائم رہا لیکن دور از کار اور حد سے زیادہ فحش اور شرمناک
افسانے جزو مذہب[ے] ہو گئے۔

۳۔ یونانیوں کے عقائد

قدیم یونانی اگرچہ کوہ المپس کو دیوتاؤں کا استھان اور ٹارٹارس
کو شیاطین کا مسکن سمجھتے تھے۔ لیکن انسان کی ارواح مرنے کے بعد
ایک تحتانی مقام ہیڈس میں بس جاتی تھیں جہاں نہ روشنی ہے اور نہ

ے دیکھو پدم پوران جلندھر کی عورت برندا بشن کا عاشق ہونا اور پتھر بنجانا۔
سالگرام اور تلسی کی پوجا۔ اسی طرح لنگ پوران اور متسیہ پوران وغیرہ میں اسی
قسم کی داستانیں ہیں جن کی تاویل معذر گناہ بدتر از گناہ ہے ۱۲

Marfat.com

کسی قسم کی دلچسپی کا سامان۔ الیکیز جو ہومر کی مشہور نظم رزمیہ کا ہیرو ہے ہیڈس کی افسردگیوں کی شکایت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس حالت کے مقابلہ میں دنیا کے سب سے حقیر مزدور کی زندگی بہتر ہے۔

مُردوں کو جلانے کی رسم ہومر کے زمانہ میں رائج تھی پٹروکلیس کی روح کہتی ہے کہ چتا پر آگ کے شعلوں میں جس وقت میں جسم کی آلائش سے پاک ہو گئی تو پھر ہیڈس سے کبھی واپس نہیں آ سکتی۔

مسٹریز یا اسرار

مذکورۂ بالا عقیدہ قدیم تھا لیکن سنہ عیسوی سے چھ سو برس قبل پہلے محض جزائر وسطیٰ اور پھر تمام یونان میں عقیدہ مسٹریز پراسرار طریق سے ایک خاص دیوی یا دیوتا کی پرستش کے ذریعے سے مرنے کے بعد عیش و آرام کا امیدوار بننا کی تعلیم سے جس کو فیثا غورث اور اس کے شاگردوں نے فلسفیانہ رنگ میں پیش کیا عام طور سے پھیل گیا۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور الیوسی نین مسٹریز تھیں جن کا ماحصل یہ ہے۔

افسانۂ اول:- پرسی فون ایک پری جمال دیوی تھی جسکو زئیس دیوتا کی ایما سے روحوں کا دیوتا ہیڈس بھگا لے گیا۔ پرسی فون

کی ماں دمیترہ جو کوہ المپس کی ایک مشہور دیوی تھی، زیس سے ناراض ہو کر بیٹی کی تلاش میں ایک بوڑھی عورت کے بھیس میں الوسی لیس کی سر سبز زمین پر اتری اور جب کہیں بھی بیٹی کا پتہ نہ چلا تو غصہ میں آ کر ایک ہولناک قحط کی بلا نازل کر دی جس کے سبب سے دیوتاؤں کی نذر بھینٹ سب موقوف ہو گئی۔ زیس یہ حالت دیکھ کر گھبرایا اور ہیڈس سے سفارش کی کہ کسی طرح پرسی فون کو.... .... اس کی بے قرار ماں کو دکھا دے۔ ہیڈس کسی طرح راضی نہ ہوتا تھا اس نے پرسی فون کو روحوں کی رانی بنا لیا تھا کہ جو کوئی اس کی پوجا کرے مرنے کے بعد اس کو ہر قسم کی راحت عطا ہو۔ لیکن آخر زیس کی کوشش سے یہ طے ہوا کہ پرسی فون چار مہینے ہیڈس کے ساتھ رہے اور بقیہ ایام اپنی ماں کے پاس۔ اس طور سے پرسی فون کی پرستش نجات کا ذریعہ قرار پایا۔ دیوی جس سے خوش ہو گئی اس کو مرنے کے بعد الیسیم کے سبز و شاداب مرغزاروں میں چین کرنا نصیب ہوتا تھا۔ لیکن جس نے اس کی پوجا نہ کی اور اپنے جسم پر اس کے بتخانہ کی خاک نہ ملی اس کو مرنے کے بعد کیچڑ میں ڈال دیتے تھے۔ اس افسانہ کی فلسفیانہ تشریح یوں کرتے تھے کہ جس طرح زمین میں بیج بوتے ہیں اور وہ پھوٹ کر پھر پھولتا پھلتا

Marfat.com

اسی طرح مرنے کے بعد انسان الیسیم میں پھر زندہ ہو کر عیش کرتا ہے لیکن جس طرح بعض تخم زمین میں خراب ہو کر سڑ جاتے ہیں اسی طرح بدوں کی روحیں اذیت پاتی ہیں۔

افسانۂ دوم :- اسی پرسی فون سے دیوتاؤں کے راجہ زیس نے پوشیدہ تعلق پیدا کر لیا جس سے زگروس تولد ہوا، ہیرا جو زیس کی رانی تھی یہ سُن بہت بگڑی اور گروہ شیاطین ٹائی ٹنز سے سازش کر کے زگروس کے مار ڈالنے کی کوشش کی چنانچہ ٹائی ٹنز مٹی کا چہرہ لگا کر بچوں کی شکل میں زگروس کے ساتھ مل جل کر کھیلنے لگے۔ اور اس کو طرح طرح کی چیزیں دکھا کر بہلانے لگے۔ ایک دن ایک آئینہ پیش کیا جس کو زگروس بہت غور سے دیکھنے لگا۔ ٹائی ٹنز نے موقع پا کر زگروس پہ حملہ کیا مگر اس نے یہ رنگ دیکھ کر سیکڑوں قالب بدلنا شروع کئے کہ کسی طرح ان کے پنجہ سے چھوٹ جائے اتفاق سے زگروس پھنسا بنا ہی تھا کہ خونخوار ٹائی ٹنز فوراً اس کے تکے بوٹی کر کے کھا گئے۔ لیکن اتھینی دیوی نے زگروس کے کلیجہ کو چپکے سے اٹھا لیا اور زیس کے پاس لے گئی۔ جس نے اپنے لخت جگر کا کلیجہ کو فوراً نگل لیا جس سے زگروس ایک جدید دیوتا ڈیانی سس

Marfat.com

کے قالب میں حلول کر کے ظاہر ہوا۔ زئیس اس کارروائی کے بعد ٹائی ٹنز کی طرف متوجہ ہوا اور ان کو اپنے غیظ و غضب کی بجلی سے جلا کر راکھ کر ڈالا۔ اس راکھ سے نسل انسانی پیدا ہوئی چونکہ ٹائی ٹنز نے زگروس کا گوشت کھالیا تھا اس لئے انسان میں نیکی اور بدی دونوں عنصر ہیں۔ اس افسانے سے تناسخ کا عقیدہ سمجھایا جاتا تھا۔ فیثاغورث کا شاگرد امپیداکلیز کہتا ہے کہ روح کو تیس ہزار برس تک مختلف قالب بدلنا پڑتے ہیں تب کہیں زئیس کی ذات میں انجذاب کلی حاصل کرتی ہے۔

لیکن سن عیسوی سے چار سو ستر برس پیشتر یونان کے مدینۃ الحکما ایتھنس میں ایک ایسا فیلسوف پیدا ہوا جس نے لقائے روح کا مسئلہ اپنے خون سے حل کیا۔ یہ شہید حق سقراط ہے جس کو اسکے وہم پرست ہموطنوں نے اسکی حکیمانہ تعلیم سے برافروختہ ہو کر زہر دیدیا۔ ذیل میں ہم اس کے شاگرد رشید افلاطون کے مکالمات سے سقراط کی موت کا سین اور اسکی آخری صحبت کا اقتباس درج کرتے ہیں

سقراط کی موت کا سین افلاطون کے قلم سے

سقراط کے شاگرد کرائٹو اور سمیاس قید خانہ میں آتے ہیں۔

سقراط اپنے بستر پر بیٹھ جاتا ہے۔ بیڑیاں کاٹ دیگئی ہیں سقراط اپنے پاؤں کو سہلا کر کہتا ہے۔

سقراط۔ میرے دوستو جسے لوگ راحت کہتے ہیں وہ ایک عجیب معمّا ہے۔ حیرت تو یہ ہے کہ وہ اپنے ضد یعنی تکلیف کے ساتھ کس طرح شریک ہے۔ حالانکہ دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں۔ لیکن اگر ایک ان میں سے کسی کو ملتی ہے تو خواہ مخواہ دوسرے سے بھی سابقہ پڑتا ہے کیونکہ دونوں کے سرے جڑے ہوئے ہیں۔ اگر ایسپ اس پر غور کرتا تو ان کا افسانہ یوں بناتا کہ دیوتا کو جب دو جنگجو شکلوں میں صلح کرانا منظور ہوا تو اس نے دونوں کے سر ایک ہی زنجیر میں جوڑ دیئے۔ اب اگر ایک سر کھینچے تو دوسرا بھی لامحالہ کھنچ آئے گا۔ دیکھو میرے پاؤں میں بیڑیوں کے سبب سے درد تھا اب بیڑیاں کٹ گئی ہیں تو تکلیف کی جگہ راحت نے لے لی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ میدان تحقیق میں عقل انسانی نے ایک پوشیدہ راہ نکال لی ہے جب تک یہ جسم سنگ راہ ہے اور روح آلودہ علائق اس وقت تک شاہد حق کا ملنا دشوار ہے اسلئے

Marfat.com

حکمت کا مقتضا یہ ہے کہ حتی الوسع تعلقات جسم سے علیحدہ رہے تاکہ روح میں صفائی پیدا ہو اور جسم سے جدا ہو کر جمعیت حاصل کرے۔ موت کیا ہے؟ روح کا قید جسم سے آزاد ہو جانا اس لئے حکمت کا سچا طالب وہ ہے جو ایسی آزادی کا متمنی رہے۔ کیوں کیا ایسا نہیں ہے؟

شاگرد۔ بیشک ایسا ہی ہے۔

سقراط۔ اگر ایسا ہے تو کیا یہ شرم کی بات نہیں ہے کہ جو شخص تمام عمر موت کا طالب رہا ہو اس کے سامنے جس وقت موت آئے تو وہ جزع و فزع میں مبتلا ہو جائے۔

شاگرد۔ کیوں نہیں۔

سقراط:۔ سمیاس حقیقت میں جو لوگ جویائے حکمت ہیں وہ دراصل موت کے طالب ہیں اور ان کے سامنے موت کوئی خوفناک شے نہیں ہے کیونکہ جس چیز سے وہ کارہ تھے یعنی جسم اس سے نجات ملی اور اب وہ آزادی کے ساتھ اپنے مطلوب کی طرف جاتے ہیں۔ پرانی داستانوں میں لکھا ہے کہ بہت سے اگلے لوگ ہیڈس میں بخوشی خاطر چلے گئے تاکہ وہاں وہ اپنے عیال و اطفال سے ملیں۔ اب اگر طالب حکمت اس غرض سے

Marfat.com

ہیڈس میں جائے کہ وہ وہاں آزادی سے اپنے مطلوب سے
ہمکنار ہو تو کیا بعید ہے اس کا تو دین و ایمان ہی یہی ہے
میرے دوستو اگر وہ سچا شیدائی حکمت ہے تو موت سے
ڈرنا کیا معنی وہ تو اور خوش ہوگا۔

شاگرد۔ ہونا تو ایسا ہی چاہیئے۔

سقراط۔ میرے دوستو اب اس امر پر غور کرو کہ اگر روح کو فنا نہیں
تو ایک دوسرا اہم معاملہ پیش آتا ہے جس کا تعلق محض اس
زندگی سے نہیں بلکہ ہمیشہ کے واسطے ہے وہ کیا؟ سنو اگر
موت کے یہ معنی ہیں کہ انسان کا قصہ ہی تمام ہو گیا تو بدکار
بڑے مزے میں رہے کیونکہ مرنے کے بعد جسم کی طرح روح
اور اس کے افعال ذمیمہ بھی فنا ہو گئے اور کچھ جھگڑا ہی باقی
نہ رہا لیکن اگر روح کو فنا نہیں ہے تو معاملہ نازک ہے
اب اگر گناہوں سے پناہ چاہتے ہو تو حتی الوسع خیر اور حکمت
کے راستہ پر چلو کیونکہ روح نے اس دنیا میں جو کچھ اکتساب
کیا ہے خیر ہو یا شر اس کے ساتھ ہیڈس جاتا ہے ارواح
جب پہلی منزل پر پہنچتی ہیں تو سب سے پہلے انکے اعمال
کا حساب ہوتا ہے اب جن کے اعمال نیک و بد کا پلہ برابر

رہا تو وہ ایک دریا میں پھینک دیئے جاتے ہیں جہاں ان پر عذاب ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جائیں اور نجات حاصل کریں۔ لیکن جن کے گناہ نہایت سخت ہیں مثلاً قتل عمد وغیرہ وہ لوگ ٹارٹارس (دوزخ شیاطین) میں پھینک دیئے جاتے ہیں۔ جہاں سے نجات کی کوئی صورت نہیں البتہ ایسے گناہ کبیرہ کے مرتکب مثلاً والدین کی نافرمانی وغیرہ کے واسطے یہ امید ہے کہ ایک سال کے بعد موج دریا ان کو ساحل پر پھینک دے اب اگر انھوں نے عذر معذرت کر کے اپنے مدعیوں کو رضامند کرلیا تو عذاب سے نجات پا جاتے ہیں۔ ورنہ پھر ٹارٹارس میں پھینک دیئے جاتے ہیں۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک حق العباد ادا نہ ہو جائے اب ان لوگوں کا حال سنو جنھوں نے راہ حق اختیار کی وہ اس دنیا سے یوں جاتے ہیں جیسے قیدی قید سے چھوٹے وہ جسم اور جسمانیت سے منزہ ہو کر اور علم حکمت سے صفائی باطن حاصل کر کے ابدالآباد تک آرام کرتے ہیں۔

کرائیٹو:۔ بیشک ایسا ہی ہوگا لیکن استاد اب مجھے اور میرے
ساتھیوں کو کیا حکم ہوتا ہے کچھ اپنی اولاد کے واسطے وصیت
کیجئے یا کسی اور معاملہ میں تاکہ ہم اس کو بجا لائیں۔

سقراط:۔ میں جو ہمیشہ کہتا رہا اب بھی کہتا ہوں کہ اپنی اپنی فکر کرنا
اور میرے نقش قدم پہ چلتے رہنا ہی میری خوشنودی
کا باعث ہے۔

شاگرد:۔ ہم ایسا ہی کریں گے اور اب فرمایئے کہ آپ کی تجہیز
وتکفین کس طرح ہو۔

سقراط:۔ تم جس طرح پسند کرو بشرطیکہ تم مجھے پکڑ سکو اور میں
بھاگ نہ جاؤں۔

(مسکرا کر اور شاگردوں کو محبت بھری نگاہ سے دیکھ کر)

میرے دوستو میں کرائیٹو کو کیونکر سمجھاؤں کہ میں وہی سقراط
ہوں جو اس وقت تم سے گفتگو کر رہا ہے۔ وہ تو یہ سمجھ
رہا ہے کہ تھوڑی دیر میں میرا جسم مردہ اس کے سامنے
ہوگا اور اس لئے دریافت کرتا ہے کہ تجہیز و تکفین کیونکر
ہو۔ میرے شاگردو عدالت کے سامنے کرائیٹو نے میری
ضمانت کی تھی کہ میں کہیں بھاگ نہ جاؤں گا اس لئے اب

تم سے کہتا ہوں کہ اس کے برعکس تم اس وقت یہ ضمانت کرو کہ میں مرنے کے بعد پھر یہاں ٹھہرنے کا نہیں بلکہ دوسرے مقام پر چلا جاؤں گا تاکہ کرائٹو میری جدائی کا متحمل ہوسکے اور جب وہ میرے جسم کو آگ میں جلتا ہوا یا زمین میں دفن ہوتا دیکھے تو میرے واسطے غمگین نہ ہو (کیونکہ موت سے میں کسی مصیبت میں مبتلا نہیں ہوا) اور نہ اس طرح نوحہ کرے کہ آہ سقراط جل کر راکھ ہوگیا یا خاک میں مل گیا۔

(ماخوذ از مکالمۂ افلاطون موسوم بہ "فیڈو")

افلاطون الٰہی

فلسفۂ یونان کا مورخ زلر کہتا ہے کہ سقراط کی موت نے اسکی تعلیمات میں ایک نئی روح پھونک دی، اس کے شاگردوں میں سب سے زیادہ مشہور افلاطون ہے جس کی جوش روحانیت کا یہ عالم ہے کہ اس کی کوئی تصنیف الٰہیات کی بحث سے خالی نہیں، استاد کے مرتے ہی اس نے قلم اٹھایا اور پچاس برس تک یعنی ۳۴۷ برس قبل مسیح جب تک موت نے اس کی دنیاوی زندگی کا خاتمہ نہ کردیا الٰہیات کے اسرار دلکش اور لطیف پیرایہ میں بیان کرتا رہا۔

Marfat.com

اس کی تصانیف کا مجموعہ ۳۵ مکالمات اور ۸ا خطوط میں منقسم ہے (انگریزی میں جوٹ نے ان کا ترجمہ کیا ہے)

روح کے متعلق افلاطون کے خیالات مذکورہ بالا انتخاب سے ظاہر ہوتے ہیں مگر جن اصول پر اس نے وجود اور بقائے روح کی بنیاد رکھی ہے وہ یہ ہیں۔

✓ انسان کلیات مثلاً عدل۔ خیر۔ حسن وغیرہ کا ادراک کرتا ہے جس طرح آئینہ میں صور اشیا منعکس ہوتے ہیں اسی طرح ان کلیات کا عکس اس عالم مادی میں نظر آتا ہے لیکن ان کا مستقل وجود ایک دوسرے غیر متغیر عالم میں ہے جس کو عالم مجردات یا عالم مثل کہتے ہیں۔ روح اس عالم مثل سے عالم مادی میں نازل ہوتی ہے لیکن جس طرح دوست کی تصویر دیکھنے سے دوست یاد آجاتا ہے اسی طرح محسوسات عالم کے معائنہ سے وہ عالم مثل یاد آتا ہے اور کلیات کا ادراک ہوتا ہے اس تقریر سے زمان ماضی میں روح کا وجود ثابت ہوتا ہے لیکن یہ کہ آئندہ بھی مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے اس کے متعلق افلاطون کہتا ہے کہ روح کو محض ترکیب عناصر کا نتیجہ جیسا کہ حکمائے طبعیین کا خیال ہے ہرگز نہ سمجھنا چاہئے کیونکہ جسم اور روح کے تعلق میں

ہم کو آمر اور مامور کا فرق[1] صاف نظر آتا ہے

عام خیال ہے کہ افلاطون تناسخ کا قائل ہے اور اس کے ثبوت میں اس کے مکالمہ مینو کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس طرح زمان ماضی میں وجود روح کے واسطے افلاطون نے ایک عالم مثل کا وجود ثابت کیا ہے اسی طرح اس نے مرنے کے بعد ان ارواح کے واسطے جو لذات جسمانی میں منہمک رہی ہیں ایک عالم برزخ کا وجود ثابت کیا ہے۔ جہاں ان کے اعمال اُن جانوروں کی صورت میں متمثل ہوتے ہیں۔ جن کے اوصاف سے وہ مشابہ ہوتے ہیں مثلاً ظالم اور جابر بھیڑیا اور چیل کی شکل میں اور بندۂ شکم گدھے کی شکل میں نظر آئینگے۔ (فیڈو صفحہ ۲۲۵) مورخ زلر کہتا ہے۔

ارسطو

افلاطون کے ذوق روحانیت کا رنگ اسکے مشہور شاگرد ارسطو

---

[1] مقدمہ فیڈو صفحہ ۱۶۲۔ دوسرے مکالمات میں بھی افلاطون نے روح اور جسم کا فرق ظاہر کیا ہے۔ اور اگرچہ منطقی حیثیت سے اس کا استدلال کمزور ہے لیکن ذوق سلیم پر اسکے جوش بیان اور اعلیٰ تخیل کا گہرا اثر ہوتا ہے۔

Marfat.com

کی منطقانہ تعلیم سے ہلکا پڑ گیا۔ ارسطو ۳۸۴ ق م پیدا ہوا تھا۔ اٹھارہ برس کی عمر میں افلاطون کی بیت الحکمت میں شامل درس ہوا اور استاد کی وفات یعنی ۳۴۷ ق م تک حاضر رہا۔ ارسطو اگرچہ استاد کی نہایت تعظیم کرتا تھا لیکن تصانیف میں نہایت آزادی سے بعض مسائل میں اختلاف کیا۔ اس نے فلسفۂ اولیہ میں عالم مثل کے مستقل جداگانہ وجود سے انکار کیا اور اپنے استدلال کی بنیاد استقرار پر رکھی۔

ارسطو نے حکمائے طبیعین کے مشاہدات کو پیش نظر رکھ کر سب سے پہلے علم الحیات کی بنیاد ڈال کر حیات کے منازل ثلاثہ یعنی روح نباتی وحیوانی وانسانی کو ارتقائی حیثیت سے ثابت کیا لیکن چونکہ افلاطون کی حکمت اشراقیہ کا ذوق چشیدہ تھا اس لئے روح بشر کے جداگانہ وجود سے انکار نہ کر سکا۔ کتاب الحیوان باب سوم میں کہتا ہے کہ روح کی دو حیثیتیں ہیں۔

(۱) روح حیوانی جو محض ترکیب جسم کا نتیجہ ہے اور موت کے بعد جسم کے ساتھ فنا ہو جاتی ہے۔

(۲) روح مجرد یا نفس انسانی جو بواسطۂ روح حیوانی مدبر بدن ہے۔ نفس کی دو حالتیں ہیں، حالت فاعلہ اور

Marfat.com

حالت منفعلہ، آخر الذکر حالت مقتضیات کی پابند ہے اور اس لئے موت کے بعد فنا پذیر ہے لیکن حالت فاعلہ چونکہ غیر متغیر ہے اس لئے موت کے بعد قائم رہتی ہے۔ لیکن انفرادی حیثیت سے نہیں بلکہ اپنے مبدا یعنی عقل کل یا عقل فعال میں جسم اور جسمانیت سے منزہ ہو کر جذب ہو جانے سے[۵۱]۔

۴۔ زرتشتیوں کے عقائد

زرتشتیوں کی مقدس کتاب اوستا[۵۲] ہے جس کی متعدد تفسیروں کو ژند کہتے ہیں۔ اوستا کے ۲۱ نسک (صحائف) تھے لیکن ۳۳۱ برس قبل مسیح سکندر رومی نے ایران کو فتح کر کے اصطخر کے شاہی کتب خانے میں آگ لگا دی اور آتشکدوں کو مسمار کر دیا۔ ساڑھے پانچسو برس کے بعد اردشیر بابکاں بانی

---

۵۱ فلسفہ ارسطو مصنفہ زلر صفحہ ۲۰۶ و ۲۰۷۔ ارسطو کی اس منطقیانہ تقسیم روح سے اپی کیورس نے جو ۳۴۱ ق م میں پیدا ہوا فائدہ اٹھا کر روح کی حالت فاعلہ کے بقا سے بھی انکار کر دیا اور یہ تعلیم دی کہ مرنے کے بعد نفس بھی فنا ہو جاتا ہے لیکن عقلا نے عوام کے راہ راست پر قائم رہنے کے خیال سے جزا و سزا کا عقیدہ تعلیم کیا ہے ورنہ "ہمیں سب کہیں ڈھکو سکے نہ عذاب ہے نہ ثواب"۔ انسان کو فکر فردا سے اپنے عیش کو منغص نہ کرنا چاہئے ۱۲
۵۲ ماخوذ از "پہلوی ٹیکسٹ" مرتبہ ڈاکٹر ویسٹ و ژند اوستا مترجمہ ڈارمیسٹیٹر و وزنیسٹر و اسٹرام ہو کہ مستری ۱۲

سلطنت ساسانیاں کے عہد میں ایک مذہبی کونفرنس ہوئی جس نے بڑی جدوجہد سے صرف ۲ نسک مع چند متفرق اجزار کے پہلوی زبان میں ترجمہ کر کے ترتیب دئیے۔ پہلوی اوستا اب دو حصوں میں منقسم ہے۔ حصہ اول میں ۳ دفتر ہیں۔ وندآد۔ وسپراد اور یاسنا جن میں احکام اور مناجات زرتشت جمع ہیں۔ حصہ دوم میں جس کو خورد اوستا کہتے ہیں وظائف، دعائیں اور تعویذ ہیں۔

اوستا کے سوا چند اور خاص کتابیں الہامی کہی جاتی ہیں اول دین کرد جس میں سیرت زرتشت اور آداب معاشرت کا بیان ہے۔ سکندر نے اصل کتاب جلادی تھی۔ اردشیر بابکان کے عہد میں از سر نو پہلوی زبان میں لکھی گئی تھی، اس کے متفرق اجزار کا ترجمہ آٹھویں صدی عیسوی میں دستور آذر فرد بانغ نے فارسی میں کیا۔ دوم بندہش اس کتاب کو بیشتر زندقہ کہتے تھے۔ ساتویں صدی عیسوی میں لکھی گئی۔ توریت کی کتاب پیدائش کی طرح اس میں آفرینش عالم کا ذکر ہے۔ سوم ارداویراف نامہ اردشیر بابکان کے زمانہ میں ایک بزرگ ارداویراف نے اپنے مکاشفات یوحنا کے مکاشفات کی طرح قلمبند کئے تھے۔ اس میں عالم بالا کی سیر دکھائی گئی ہے۔ چہارم دادستان دینک آٹھویں صدی

Marfat.com

عیسوی کی تصنیف ہے جس میں معاد اور حشر و نشر کے حالات مفصل درج ہیں۔ اس کا مصنف موبد موبدان مینو شچہر ہے۔

ذیل میں ہم ان کتابوں کے چند مقامات کا اقتباس درج کرتے ہیں۔

اوستا کے دفتر یاسنا میں لکھا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی روح تین دن تک ہم درجا کی حالت میں زمین پر رہتی ہے چوتھے روز علی الصباح سروش (ملک[1] الارواح) روح کو اپنے ہمراہ ایک پُل پر لے جاتا ہے جس کا نام "کنود" ہے یہ پُل جیسا کہ دین کرد میں لکھا ہے دوزخ پر قائم ہے اور بال سے زیادہ باریک ہے لیکن نیکوں کو ایسا معلوم ہوگا کہ جیسے ۹ تلواریں برابر رکھ دیگئی ہوں۔ پُل پر پہونچ کر روح اگر نیک ہے تو اس کے کردار ایک نوخیز حسینہ جمیلہ حور کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ لیکن بدوں کے سامنے ایک کالی کلوٹی ڈلپونی آتی ہے۔ الغرض سروش

---

[1] سروش کے لفظی معنیٰ "سننے والے" ہیں سب سے پہلے اہرمزد کا فرمان سروش پر نازل ہوتا ہے وہ اس کو سُن کر وخشور (پیغمبران) کو سناتا ہے گویا سروش زرتشتوں کا جبریل ہے۔ یاسنا کے باب ۴۳ میں لکھا ہے کہ زرتشت نے او سنا کو سروش سے سنا فریدوں پر بھی سروش نازل ہوا تھا ۱۲

کنودیل کے پاس روح کو کھڑا کرتا ہے جہاں انصاف اور سچائی کے فرشتے راستہ اور راسنند (فرشتہ مہر) کے سامنے اس کے اعمال کو تولتے ہیں اور نتیجہ وزن کے موافق بہشت یا دوزخ میں بھیجتے ہیں۔ لیکن اگر نیکی اور بدی کا پلہ برابر رہا تو مقام ہمیشتگان (اعراف) میں جگہ ملتی ہے۔

ارد اویراف اپنی سیر سموات کی تشریح یوں کرتا ہے۔

میں عالم مکاشفہ میں سروش سے ملا جس نے مجھے کنوادیل پر ایک سونے کی ترازو دکھائی جس میں مردوں کے کردار تولے جاتے تھے میں نے مہر یزد کو پانچ ہزار فرشتوں کے جھرمٹ میں دیکھا۔

پھر میں امیس اسپنت (ملک مقرب) بہمن سے ملا۔ جو ایک سونے کے تخت پر جلوہ افروز تھا اس نے مجھے آہرمزد (خدائے زرتشت) کے حضور میں پیش کیا۔ جس کے گرد مقرب فرشتے۔ زرتشت، گشتاسپ اور جاماسپ وغیرہ ہا کی فردہر (ارواح) صف باندھے کھڑی تھیں میں ادب سے جھکا اور حمد و ثنا میں مصروف ہو گیا۔ آہرمزد کے حکم سے سروش نے مجھے بہشت اور دوزخ کی سیر کرائی۔

Marfat.com

ارداویراف نے چار بہشت دیکھیں، ستارہ پایہ، ماہ پایہ خورشید پایہ۔ گروثمن آخرالذکر آہرمزد کا مقام ہے اور یہی اعلیٰ علیین ہے بہشت میں ہر قسم کی جسمانی لذّات کی تصویر کھینچی گئی ہے اسی طرح دوزخ کو ایک تیرہ و تار ہولناک غار عمیق بیان کیا گیا ہے۔

اوستا میں رستخیز (قیامت) کا ذکر متعدد جگہ آیا ہے زرتشت نے جس طرح دیوتاؤں کے عوض ایک خدا آہرمزد کی پرستش کی تلقین کی اسی طرح اس نے تناسخ کے عوض حشر و نشر کے عقیدہ کی تعلیم دی۔ رستخیز کے متعلق یہ روایت ہے کہ جب دنیا میں بدی غالب آجائیگی تو زرتشت کی نسل سے تین بیٹے ہر ہزار سال کے بعد پیدا ہوں گے اور عالم میں دین زرتشت کو تازہ کریں گے تیسرے بیٹے سوسیوش (زرتشتیوں کا مسیح) کے عہد میں قیامت آئیگی۔ کیومرث (آدم) مع اپنی تمام نسلِ انسانی کے پھر پیدا ہوگا، تمام انسان ایک میدان میں جمع ہوں گے اور اپنے اپنے اعمال ملاحظہ کریں گے۔ زمین ایک پگھلے ہوئے آتشیں مادے کی طرح موجزن ہوگی نیک اور بد سب کو اس پر سے چلنا ہوگا۔ مگر نیکوں کو تکلیف محسوس نہ ہوگی اور آرام سے بہشت میں چلے جائیں گے۔ مگر بدوں کو سخت اذیت ہوگی اور وہ تین دن تک دوزخ میں رہینگے اس مابین میں اہرمن مع اپنی ذریّات کے آہرمزد کے مقابلہ کو نکلے گا

لیکن سب کے سب اس ہولناک آتشین مادے سے جل کر فنا ہو جائینگے بدوں کو پھر دوزخ سے نکالیں گے اور دوزخ کو بھی فنا کردیں گے اس طور سے نسل انسانی پھر نور کے جسم پاکر ابدالآباد تک بہشت میں رہے گی[1]

۵۔ یہودیوں کے عقائد

عام خیال ہے کہ یہودی توریت اور زبور کو جو حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد پر نازل ہوئیں مانتے ہیں۔ لیکن جن کتابوں سے یہود اپنے عقائد کا استنباط کرتے ہیں وہ یہ ہیں۔

اوّل۔ کتاب (وحی متلو) جو تعداد میں ۲۴ ہیں، پانچ حضرت موسیٰ کے صحائف یا اصل توریت باقی ۱۹۔ انبیائے بنی اسرائیل کے صحائف جن میں زبور حضرت داؤد بھی شامل ہے، یہ سب کتابیں اولڈ ٹسٹامنٹ (عہد عتیق کے نام سے عیسائیوں میں مشہور ہیں۔ ان کتابوں کے علاوہ ۳۱ کتابیں اور ہیں جو اپوکرافل (نامعتبر) سمجھکر عہد عتیق سے خارج کردی ہیں۔ ان میں سے خاص خاص یہ ہیں۔ کتاب ادریس، مشاہدات ابراہیم، مشاہدات موسیٰ

---

[1] ماخوذ از دین کرد باب ہم وادستان دانک باب ۳۲۔ وبندلیش باب ۳۰

ٹوبٹ، دانائے سلیمانؑ، کتاب مقابیس، کتاب معراج اشعیاہ وغیرہما۔
اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت موسیٰ کی پانچ کتابیں جو اصل توریت ہیں ۵۸۶ ق م میں جب بخت نصر بیت المقدس کو تباہ کر کے اور یہودیوں کو گرفتار کر کے بابل لے گیا ضائع ہو گئیں۔ سو برس کے بعد حضرت عُزیر نے اپنے طور پر ان کتابوں کو لکھوایا اور انبیائے بنی اسرائیل کے صحف میں شامل کر کے ایک مجموعہ تیار کیا۔ لیکن یہ مجموعہ بھی ۱۶۸ برس قبل مسیح جب یونانی بادشاہ انطاکیوس اپی فینس نے ہیکل سلیمانی کو پھر مسمار کر دیا اور یہود کی مقدس کتابوں کو جلا دیا ضائع ہو گیا۔ اب صرف تراجم کے ذریعے سے ان کتابوں کا وجود ہے اسی وجہ سے سیکڑوں اختلاف اور باہمی تناقض پائے جاتے ہیں۔

دوم احادیث و آثار جن میں حسب ذیل مجموعے شامل ہیں

(۱) مشنہ جس کے معنی دہرانا ہیں۔ یہ ایک مجموعہ ہے احبار اور ربیون (علمائے یہود) کے ملفوظات کا جو ۲۰۰ء میں جمع ہو گیا تھا (۲) مدراسہ یعنی توراۃ کی آیات اور احکام کی تفاسیر کا مجموعہ جو مشنہ کے ساتھ ملحق کیا گیا۔ (۳) تالمود بابل اور شام کے ربیوں کے فتاوے اور آثار جو دو مختلف نسخوں میں ۶۵۰ء میں جمع ہو گئے تھے۔

عقائد

اسرائیل ابراہیم کیمبرج یونیورسٹی کا مشہور فاضل اپنی کتاب "جوڈاازم" (مذہب یہود) کے صفحہ ۸۷ میں کہتا ہے کہ ابتدائے عہد سے یہود میں معاد کا یقین مستحکم تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل کا مطمح نظر چونکہ بت پرستی کی توبیخ اور خدائے ذوالجلال کی تقدیس اور عبادت تھا اس لئے انھوں نے عالم آخرت کی کیفیت کچھ تفصیل سے بیان نہیں کی اور عذاب وثواب کی دنیاوی زندگی تک محدود رکھ کر آفات ارضی وسماوی کو غضب الٰہی کی شکل میں شامت اعمال کا لازمی نتیجہ قرار دیا اور فتح ونصرت کو حسنات کا ثمرہ تصور کیا۔ حضرت لیشعیاہ فرماتے ہیں۔

ہمیشہ خداوند پہ بھروسہ رکھو کیونکہ خداوند یہوواہ لازوال قوت ہے۔ وہ مغروروں کو نیچا دکھاتا ہے اور عالی شان محلوں کو بیخ وبنیاد سے اکھاڑ کر خاک میں ملا دیتا ہے۔

راہ حق ایمان والوں کا شعار ہے۔ اے خدائے برحق تو ہی ان کو راہ راست پر لاتا ہے۔ ہاں خداوند ہم تیرے انصاف کے منتظر ہیں۔ ہماری روح کی غذا تیرا نام ہے ہم تجھی کو یاد کرتے ہیں

Marfat.com

شبہائے تار میں میری روح تیرے واسطے بیقرار ہے۔ ہاں
پچھلی رات کو بھی تیری ہی جستجو میں سرگرم ہے۔
تیرے مُردے پھر زندہ ہوں گے اور میں جسم کے ساتھ
تیرے اٹھوں گا۔ اے خاک میں مل جانے والو اٹھو اور اسکی
حمد کے گیت گاؤ۔ کیونکہ جس طرح شبنم سے جھاڑی میں کلیاں
پھوٹ نکلتی ہیں اسی طرح زمین اپنے مُردوں کو اُگل دیگی۔
(کتاب یشعیاہ باب ۲۶ آیات ۴ و ۵ و ۷ - ۹ - ۱۷)

قدیم عقیدہ یہود یہ تھا کہ مرنے کے بعد روح ایک مقام شیول میں چلی جاتی ہے لیکن یوم یہواہ یعنی قیامت میں حساب و کتاب کے واسطے پھر جسم میں داخل ہوگی اور مردے زندہ ہو جائیں گے توراۃ میں "یوم یہواہ" کو یوم الوعید، الیوم، یوم الاکبر، یوم الحساب وغیرہ ناموں سے بیان کیا ہے۔ اس دن خداوند کا جلال نازل ہوگا۔ نیکوکار گنہگاروں سے الگ کئے جائیں گے، یہواہ اپنے دشمنوں سے انتقام لے گا اور ان کو جہنم میں ڈالدے گا۔ اسرائیلی گناہوں سے پاک ہو کر بہشت عدن میں آرام کریں گے۔ زمین و آسمان بدل جائینگے ماہتاب آفتاب کی طرح چمکے گا اور آفتاب کی روشنی سات حصے زیادہ ہوگی۔ ناز و نعیم کی فراوانی ہوگی۔ شراب کے دریائے علی و غش چلیں گے۔

Marfat.com

اور سرور و آرام کے ساتھ یہواہ کا دیدار نصیب ہوگا۔[1]

بابل کی اسیری کے بعد سے یہودیوں کے عقائد میں نمایاں تغیر پیدا ہوگیا۔ وہ اپنی قوم کو برگزیدہ اور وہ ابناء اللہ سمجھتے تھے حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کا جاہ و جلال بھولا نہ تھا اس لئے ان کی جوشیلی طبیعتوں کو محکومی کی ذلت، سلطنت کا زوال اور ہمسایہ قوموں کا عروج اور تسلط گوارا نہ تھا۔ لیکن واقعات سے انکار بھی ممکن نہ تھا اس لئے یوم یہواہ کی جگہ دور مسیحا نے لے لی جس کا ماحصل یہ تھا کہ عنقریب ان میں ایک مسیح پیدا ہوگا جو دشمنانِ دین اور شیاطین کا قلع قمع کرکے بیت المقدس کو از سرِ نو آباد کرے گا اور دائمی دنیادی بادشاہت کی بنیاد ڈالے گا۔ اس بادشاہت میں یہود کے مُردے اپنے جسم کے ساتھ زندہ ہو کر شریک سلطنت ہوں گے۔ لیکن ماںتی جہنم میں جلیں

"دور مسیحا" کا عقیدہ چونکہ یہود کے عقیدہ معاد کا ایک عنصر

---

[1] کتاب نحمیاہ باب اول آیت ۲۴، کتاب حبقوق باب اول آیت ۱۵۔ زبور باب ۴۶ آیت ۴ حزقیل باب ۳۶ آیت ۲۶۔ یرمیاہ باب ۳۱۔ آیت ۳۱

[2] کتاب ادریس الفات سیل لائن بشین گوئیاں۔ نغمات سلیمان وغیرہا

Marfat.com

اور دین عیسوی کا تو روح رواں ہے اس لئے ضرورت ہے کہ ہم یہاں بالتفصیل بیان کریں کہ مسیحا سے کیا مطلب تھا۔

تحقیق مسیحا

مسیحا آرامی زبان کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں جس کے سر پر تیل ملا جائے" یہودیوں میں تخت نشینی کے وقت بادشاہ کے سر پر تیل ملتے تھے (شموئیل اول باب ۲۴) اس رسم کے ادا ہونے کے بعد وہ یہواہ کی طرف سے اس کے بندوں کا حاکم تسلیم کیا جاتا تھا، اس لئے مسیحا کے مجازی معنی بادشاہ کے ہیں۔ قاضیوں کے دور کے بعد یہود میں سلاطین کا عہد شروع ہوا جن میں حضرت داؤد نہایت مشہور ہوئے آپ کے بیٹے حضرت سلیمانؑ کے بعد ہی سلطنت یہود میں زوال شروع ہو گیا۔ اور بنی اسرائیل کے اسباط میں تفرقہ پیدا ہو گیا۔ اور شمالی اور جنوبی دو سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ شمالی سلطنت کو اسیریا والوں نے ۷۲۲ برس قبل سن عیسوی تباہ کر دیا۔ اور جنوبی کو بھی بابل والوں نے ۵۸۶ برس قبل سن عیسوی برباد کرکے ہیکل سلیمانی کو مسمار کر دیا۔ ان ہولناک مصائب کے زمانہ

Marfat.com

میں یہود اپنے سلاطین کے زریں عہد کو یاد کر کے رو رو کر دعا کرتے تھے کہ حضرت داؤد کی اولاد میں کوئی ایسا بادشاہ یعنی مسیحا پیدا ہو جس کے دور میں ان کا سابقہ جاہ و جلال عود کر آئے اور دشمنان دین کا قلع قمع ہو جائے[۵]۔ لیکن انقلاب زمانہ سے جب یہود کی دنیاوی سلطنت کا عود کرنا ایک امید موہوم سے سے زائد نہ رہا تو ایک دوسرا امتزادی خیال تسکین کا باعث ہوا وہ یہ کہ ابن آدم یعنی بنی اسرائیل کے متفقہ اسباط کو پھر حکومت نصیب ہوگی (کتاب دانیال باب ہفتم آیات ۱۳ لغایت ۲۷) بنی اسرائیل چونکہ خود کو برگزیدہ قوم سمجھتے تھے اس لئے آدم کے خلف الرشید گویا اسرائیل تھے باقی قومیں سب ناخلف سمجھی جاتی تھیں اسی زمانہ میں سکندر ابن فیلقوس کی فتوحات کا طوفان اٹھا اور یونانی تمام ایشیا پر بلائے بے درماں کی طرح چھا گئے اور مشرق کی پرانی تہذیب کو نیست و نابود کرنے لگے ایران میں اگر آتشکدوں کو موبدوں کے خون سے بجھا دیا تو ہیکل سلیمانی کو جو بخت نصر کے بعد کیخسرو شاہ ایران کی اجازت سے از سر نو تعمیر ہوا تھا۔ انطاکیوس اپی فنیس ملک شام کے یونانی بادشاہ نے پھر مسمار کر دیا اور مقدس صحیفوں

---

[۵] کتاب یشعیاہ باب ۹ آیت ۶، یرمیاہ باب ۲۳ آیت ۵ حزقیل باب ۳۴

Marfat.com

کو جلا دیا۔ اس کے ان مظالم سے یہودیوں میں تہلکہ مچ گیا۔ لیکن پھر اسلی غون میں ایک مرتبہ پھر جوش پیدا ہوا۔ یہودا مقابی کی مردانہ ہمت اور حمیت دینی سے یہ فتنہ عظیم فرو ہوا اور سفاک یونانیوں کو شکست ہوئی ۱۶۷ برس قبل سن عیسوی یہودا نے بیت المقدس کو از سر نو تعمیر کیا اور تورات کو پھر جمع کیا۔ اس طور سے بنی اسرائیل کی منتظرہ اسباط یعنی "ابن آدم" کا موعودہ دور شروع ہوا۔ کتاب دانیال اسی عہد میں لکھی گئی۔ یہ کتاب حضرت دانیال کی طرف منسوب کی جاتی ہے اس میں یہ دکھایا گیا کہ چار سو برس پیشتر ان واقعات کے حضرت دانیال نے بابل کی اسیری کے زمانہ میں پیشین گوئی کی تھی۔ لیکن جب تھوڑے ہی عرصہ میں یہودا مقابی کے جانشینوں نے رعایا پر تشدد کرنا شروع کیا تو مخالف جماعت نے کتاب دانیال کی طرز پر دوسری کتابیں جن کو اپوکریفل کہتے ہیں لکھنا شروع کیں اور چونکہ مقابی حضرت داؤد کی نسل سے نہ تھے اس لئے ایک ایسے مسیحا کے پھر منتظر ہوئے جو نسل داؤد سے ہو۔ اسی زمانہ میں رومی فتوحات کی بجلی شام پر گری اور ۶۳ ق۔م پومپی نے بیت المقدس کو فتح کر لیا اور مقابی دور کا خاتمہ ہو گیا۔ یہود کو پھر غیر قوم کی غلامی کرنا پڑی اور اس ذلت و خواری کی حالت میں

Marfat.com

مسیح موعود کا بےچینی سے انتظار ہونے لگا۔ ایسے فتنہ و آشوب کے زمانے میں حضرت عیسٰےؑ پیدا ہوئے آپ کے متعلق ہم آئندہ صفحات میں عیسائیوں کے عقائد کی ذیل میں ذکر کریں گے۔ لیکن یہاں سلسلۂ کلام کے طور پر اس قدر لکھنا ضروری ہے کہ آپ نے یہود کو اس شور و شر سے جو دور مسیح کی پیشین گوئی کی آڑ میں بیت المقدس کی تباہی اور انقلاب حکومت کا باعث ہوتا تھا روکنا چاہا اور انبیائے ماسبق کی طرح خدا پرستی اور تہذیب اخلاق کی تعلیم دے کر مذہب میں جو محض رسم و رواج کا نام رہ گیا تھا نئی روح پھونک دی لیکن یہود اپنے جاہلانہ جوش میں یہ نکتہ نہ سمجھے۔

اس قول کی تائید میں ہم اس مشہور تقریر کا ترجمہ درج کرتے ہیں جو حضرت عیسیٰؑ نے عدالت کے سامنے کی تھی۔

پھر پائلٹ دوبارہ عدالت کی کرسی پر بیٹھا اور یسوع کو سامنے بلا کر پوچھا کہ کیا تو ہی یہودیوں کا بادشاہ ہے۔ یسوع نے جواب دیا کہ کیا تو یہ بات اپنی طرف سے کہتا ہے۔ یا دوسروں نے میری نسبت ایسا کہا ہے۔ پائلٹ نے جواب دیا کیا میں یہودی ہوں۔ خود تیری قوم اور سردار احبار تجھے میرے پاس پکڑ لائے ہیں۔ اب بتا کہ تیری کیا خطا ہے۔ یسوع نے کہا میری

بادشاہت اس دنیا کی نہیں ہے۔ اگر میری بادشاہت دنیاوی
ہوتی تو میرے خادم جنگ کرتے تاکہ مجھے یہود پکڑ نہ سکتے
لیکن میری سلطنت اس جہاں کی نہیں ہے۔ تب پائلٹ نے
کہا تو کیا تو حاکم ہے یسوع نے جواب دیا تو کہتا ہے کہ میں
حاکم ہوں ہاں میں اسی واسطے پیدا ہوا تھا اور اسی غرض
سے اس دنیا میں آیا کہ سچائی کا شاہد ہوں۔ میرا کلام وہی سنتا
ہے جو حق کا شیدا ہے۔ (انجیل یوحنا باب ۱۸ آیات ۳۳ تا ۳۷)

حضرت علیٰی کے بعد یہود مسیح موعود کے بدستور منتظر رہے اور تزکیہ قلوب کے عوض فتنہ وفساد اور رسمیات میں مبتلا رہے آخر ٹائٹس رومی نے ایک فیصلہ کن جنگ کے بعد ۷۰ء میں بیت المقدس کو بیخ وبنیاد سے اکھاڑ ڈالا اور تمام اشراف واعیان یہود کو روم میں قید کر لیا گیا۔ اس واقعہ ہائلہ کے بعد بھی یہود کی آنکھیں نہ کھلیں ساٹھ برس کے بعد ایک یہودی بارقشیہ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا جس کی تصدیق امام یہود عقبہ نے بھی کر دی پھر کیا تھا تمام یہودی جمع ہوئے اور رومیوں پر حملہ کر دیا لیکن ۱۳۵ء میں قیصر ہیڈرین نے سخت مقابلہ کے بعد ان کو شکست دی مسیح[1] مارا گیا اور یہود

[1] اس کے مارے جانے کے بعد یہود نے کہا کہ یہ مسیح موعود نہ تھا اب پھر انتظار ہونے لگا

Marfat.com

خانماں برباد ہو کر اقصائے عالم میں آوارہ گرد ہو گئے، احاطہ حرم اقدس میں ہل چلایا گیا جہاں خداوند ایہواہ کی پرستش ہوتی تھی وہاں رومیوں کے دیوتا جو پیٹر کا شوالہ بنایا گیا اور یروشلم کی جگہ ایلیا آباد ہوا۔ سچ ہے ؎

حلم حق با تو مواسا ہا کند   چونکہ از حد بگذرد رسوا کند

صدق اللہ العلی العظیم۔ وما ظلمناھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون۔

۶۔ عیسائیوں کے عقائد

جن کتابوں پر عیسائیوں کا اعتقاد ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) اناجیل اربعہ، یعنی متی۔ مرقس۔ لوقا اور یوحنا کی کتابیں جن میں حضرت عیسیٰ کے حالات اور اقوال درج ہیں حضرت عیسیٰ اور آپ کے حواریوں کی زبان ارامی (یعنی سریانی) تھی لیکن یہ کتابیں روایت بالمعنی کے طور پر سب سے پہلے یونانی زبان میں لکھی گئیں

اور آج تک دعاؤں میں اس کے ظہور کی التجا کرتے ہیں ؎

وعدے پہ مرے انکے قیامت کی ہے تکرار   اور بات ہے اتنی کہ ادھر کل ہے ادھر آج

Marfat.com

کہتے ہیں کہ مرقس کی انجیل سب سے قدیم ہے جو ۶۴ء سے ۶۷ء کے درمیان تحریر ہوئی۔ اس کا مصنف کوئی حواری نہ تھا۔ بلکہ ایک ولی تھا جس نے سُنی سنائی روایتیں روم کے عیسائیوں کے واسطے تحریر کر دیں۔ اسکے ابتدائی الفاظ یہ ہیں۔

"آغاز انجیل یسوع مسیح ابن اللہ" دوسرے درجہ پر متی کی انجیل ہے جس کے متعلق یہ روایت ہے کہ اس کا ماخذ اصل میں ایک ملفوظ تھا جس کو حواری متی نے اپنی زبان میں لکھا تھا لیکن وہ اسی زمانہ میں معدوم ہو گیا تھا اس لئے مترجم نے بہت کچھ اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے مثلاً اسی انجیل کے باب دہم آیت ۵ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے اپنے حواریوں کو صرف اسرائیل کی گم گشتہ بھیڑ (یہود) کی طرف بھیجا تھا اور تاکید کر دی تھی کہ غیر یہود سے نہ ملنا جلنا اور نہ ان کو تعلیم دینا لیکن پھر خاتمہ پر باب ۲۸ آیت ۱۹ میں لکھا ہے کہ مسیح دوبارہ زندہ ہو کر حواریوں پر ظاہر ہوا اور فرمایا کہ جاؤ باپ بیٹے اور روح القدس کے نام پر ساری دنیا کو اصطباغ دو۔ لوقا بھی کوئی حواری

Marfat.com

نہ تھا بلکہ ایک طبیب تھا جو سینٹ پال کے ہمراہ رہا تھا اس نے اپنی انجیل تھیوفلوس رومی کی تلقین کے واسطے لکھی اور متی اور مرقس کی اناجیل کو ماخذ قرار دیا۔ انجیل یوحنا حواری کا آغاز انتباعاً اس یہودی فلسفہ سے جو اسکندریہ میں اشترافیین کی تعلیمات سے پیدا ہوا تھا اور جس کا پیشرو مشہور یہودی فلسفی فائلو (المتوفی سنہ ء) معاصر حضرت عیسیٰ تھا کیا گیا نمونہ کے طور پر ہم اس انجیل کے باب اول کی چند آیات کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔

ازل میں کلمہ کا وجود تھا۔ کلمہ خدا کے ساتھ تھا۔ کلمہ عین خدا تھا۔

موجودات کا اسی سے ظہور ہوا اور بغیر اس کے کوئی شئے وجود میں نہ آئی۔

کلمہ مجسم ہو کر ہمارے یہاں مقیم ہوا (ہم نے اس کی شان دیکھی۔ اس میں باپ کے اکلوتے بیٹے کی شان جلوہ گر ہوئی) اور رافت اور حق کے ساتھ رہا۔

یہودی تصوف کے رنگ میں حضرت عیسیٰ کو کلمہ اور روح پہلے اسی انجیل میں کہا گیا مگر رفتہ رفتہ "ایک تین اور تین ایک" کی خالص عیسوی الٰہیات کی بنیاد اس پر قائم ہو گئی۔

Marfat.com

(۲) اعمال حواریین۔ حضرت عیسٰی کے بعد آپ کے حواریوں نے جو کچھ کام کیے ان کی تفصیل۔

اس کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ لوقا نے اپنی انجیل لکھنے کے بعد ان اعمال کو تھیوفلوس کی ہدایت کے واسطے لکھا۔

(۳) مجموعہ خطوط حواریین و مکاشفات یوحنا۔ اس میں سب سے بڑا حصہ سینٹ پال کے خطوط کا ہے جو یونانیوں اور رومیوں کے نام لکھے گئے۔ پال کا خط بنام تھسلونیاں ساکن مقدونیہ اناجیل اربعہ کی تحریر سے بھی قدیم مانا جاتا ہے اور بقول ہارنک حضرت عیسٰی کے ۲۰ برس بعد لکھا گیا۔ مکاشفات یوحنا میں خداوند کا جلوہ فرشتوں کی عجیب و غریب شکلوں کا نظارہ عجیب الخلقت جانور اور آثار قیامت، ورود مسیح، چشمہ حیات اور بہشت و دوزخ کے حالات نہایت آب و تاب سے بیان کیے گئے ہیں۔

ان کتابوں کے علاوہ اور ۳۴-۳۳ اناجیل ۲۲-۱ اعمال حواریین اور ۹۰ خطوط حواریین ہیں جن کو بعض فرقے نامعتبر کہتے ہیں[۵]

انسائیکلوپیڈیا برٹینکا طبع جدید جلد ۳ میں "بائبل" پر ایک

---

[۵] ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا برٹینکا طبع جدید جلد ۳ ص ۵۱ تحت لفظ "بائبل" و غیرہ کرنٹ

Marfat.com

مبسوط اور عالمانہ مضمون لکھا گیا ہے جس کی ایک سرخی "جمع و ترتیب انجیل" ہے ہم چند فقروں کا ترجمہ درج کرتے ہیں جو قابل غور ہیں۔

"یسوع اور اس کے حواریوں کی کتابیں اصل میں توراۃ تھیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یسوع اور اس کے حواری دونوں انھیں کتابوں پر قانع تھے۔ غالباً سو سے دو سو برس بعد وفات مسیحؑ ایسی تحریریں نظر آتی ہیں جن کو کتب عیسوی کہہ سکتے ہیں۔ عیسائیوں کی پہلی نسل تحریر کتب کی طرف مائل نہ تھی اتنا ہی نہیں کہ کتاب لکھنے کے واسطے کوئی خاص وجہ نہ تھی بلکہ نہ لکھنے کے واسطے البتہ صریح علت موجود تھی یہ علت انکے اس رجحان طبیعت میں مضمر تھی جس کو مسیح کی حیات بعد الممات سے تعبیر کرتے ہیں عیسائیوں کی پہلی نسل مسیح کے آسمان سے دوبارہ تشریف لانے کی روزانہ منتظر رہتی تھی۔ اصل یہ ہے کہ عیسائی نہ صرف "مسیحا" کے دوبارہ ورود کے منتظر تھے بلکہ رجعت یسوع کی پہلی تشریف آوری (جس سے نامرادی اور بیکسی ظاہر ہوئی) پر ورود "مسیحا" کا دعویٰ صادق نہ ہوا اس لئے عیسائیوں کی پہلی نسل جوش و خروش کے ساتھ یسوع کی بہت جلد ایسی آمد کی

Marfat.com

منتظر تھی جو جاہ و جلال اور عظمت و شان کے ساتھ ہو۔ قلوب
کی یہ حالت ہو تو مستقل تصنیفات کی ضرورت ہی کیا تھی انکو
تو یقین تھا کہ عنقریب خداوند سے بالمشافہ گفتگو ہوگی۔

(صفحہ ۸۷۲)

عیسائی علماء کے اس "حق بر زبان جاری" اقرار کے بعد اب
ضرورت نہیں کہ ہم اناجیل اربعہ یا دوسری کتابوں پر کچھ تنقید کریں۔
عقائد یہود کے ضمن میں ہم لکھ چکے ہیں کہ کیونکر حضرت عیسیٰ
کو یہودیوں نے جعلی مسیح تصور کیا لیکن ان کے مقابلہ میں عیسائیوں
نے آپ کو نہ صرف مسیح موعود بلکہ ابن اللہ اور ثالث ثلثہ یقین
کیا جو کفارہ کے طور پر مصلوب ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر
آسمان پر باپ کے پاس چلا گیا اور اب پھر جاہ و جلال کے ساتھ
نازل ہوگا۔ اس اجمال کی تفصیل کے واسطے پہلے حضرت عیسیٰ
کے واقعات زندگی پر غور کرنا چاہیئے۔

ذیل میں ہم فرانس کے مشہور محقق رینان کی معرکتہ الآرا
کتاب سیرت یسوع کا اقتباس درج کرتے ہیں۔

فاضل موصوف حضرت عیسیٰ کی حیات کے دو جداگانہ
دور قرار دیتا ہے۔ دور اول وہ ہے جب آپ نے گیلیلی (شہر جلیل)

Marfat.com

کے گرد و نواح میں موثر تمثیلوں کے ذریعہ سے زہد۔ قناعت، مذمت دنیا اور تواضع پر وعظ کہنا شروع کیا اور درویشانہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم دی۔ اس تعلیم سے اور آپ کے اس رحیمانہ طرز عمل سے جو آپ نے مغرور جُبّہ و دستار والے فریسیوں (فقہائے یہود) کے برعکس غربا مساکین اور دل شکستہ گنہگاروں پر رحم و کرم فرمانے سے اختیار کیا تھا آپ ہر دلعزیز ہو گئے لیکن اسکے ساتھ کسی نے آپ کو یہ کہنا شروع کیا کہ آپ ہی ایلیاس یا یرمیاہ (جو اب تک زندہ مگر نظروں سے غائب مانے جاتے تھے) ہیں اور جن کے ظہور سے دور مسیحا شروع ہوگا۔ کسی نے یہ خیال کیا کہ آپ ہی مسیح موعود ہیں لیکن آپ نے ان کو ایسا کہنے سے منع کیا اتنا ہی نہیں بلکہ ایک دن آپ کے ایک حواری نے عرض کیا کہ اے نیک استاد میں کونسا نیک کام کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں، آپ نے فرمایا کہ "تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے نیک تو کوئی نہیں۔ مگر ایک یعنی خدا۔ لیکن اگر تو ایسی زندگی چاہتا ہے تو احکام کی تعمیل کر۔

دوسرا واقعہ یہ ہے جب آپ مع ۱۲ حواریوں کے بیت المقدس کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ خلائق کے ایک مجمع میں یکایک ایک اندھا بول اٹھا کہ یہی داؤد کا بیٹا (مسیح موعود) ہے لوگوں نے

اس کی تائید میں زور شور سے "ہما یا بادشاہ مبارک" (ہوشعنا ابن داؤد) کے نعرے لگائے غرض کہ آپ اس شان سے ہیکل میں تشریف لے گئے اور دیکھا کہ عبادت کے عوض لوگ احاطہ حرم میں خرید فروخت کر رہے ہیں اور ایک بازار لگا ہوا ہے آپ سخت ناراض ہوئے اور نہی عن المنکر کے طور پر صرافوں کے تختے اور کبوتروں کی دکانیں الٹ دیں، یہ دیکھ کر فقہا اور علمائے یہود حسد کی آگ سے جلنے لگے۔ جب آپ نے ہیکل میں بے خوف و خطر فریسیوں (فقہاء) اور احبار کی ریاکاری، حب دنیا اور جاہلی کی قلعی کھول کر صدق نیت اور خلوص باطن کی طرف توجہ دلائی تو پیشوایان دین اپنی عظمت اور وقار کے جاتے رہنے کے خوف سے آپ کے دشمن ہو گئے اور قتل کے درپے ہو گئے۔ حضرت عیسیٰ سمجھ گئے کہ قاتلین انبیا اب آپ کو زندہ نہ چھوڑیں گے آپ نے ان پر نفرین کر کے بیت المقدس کے تباہ و برباد ہونے کی پیشین گوئی اور اپنے مریدوں کو اپنی موت کی خبر دیکر یہ وصیت کی کہ خبردار فریب میں مت آنا۔ بہت سے مسیح ہونے کا دعویٰ کریں گے اور بہتوں کو فریب دیں گے۔ جب تم جنگ و جدال کے ہیبتناک واقعات سننا تو پریشان مت ہونا۔ یہ ہونا ہے۔ آخر زمانہ میں فتنہ و فساد اور قتل و غارت کا بازار گرم ہوگا اور جب یہ سب

Marfat.com

گرنے لگیں گے، آسمان میں تزلزل پیدا ہوگا۔ مریدوں نے پوچھا کہ یہ وقت کب آئے گا۔ آپ نے جواب دیا کہ نہ انسان نہ آسمان کے فرشتے اور نہ "ابن آدم" کوئی بھی اس وقت کو نہیں جانتا —— ہاں اگر اس کا علم ہے تو خدا کو اس لئے ہوشیار رہو اور عبادت کرو کیونکہ تم کو اس ساعت کی خبر نہیں۔

سینٹ پال کی تعلیمات

پال جس کا اصلی نام ساآل تھا شہر طرطوس کا جس پر اس زمانے میں رومیوں کا قبضہ تھا باشندہ تھا۔ ابتدائی جوش یہودیت میں دین عیسوی کا سخت دشمن تھا اور حواریوں کو آزار دیتا تھا یہاں تک کہ اسٹیفن حواری کے شہید کرنے میں خود بھی شریک تھا لیکن ایک دن یہ مشہور کر کے کہ میں نے آسمان سے مسیح مصلوب کو نازل ہوتے دیکھا اور ان کے ہاتھ پر توبہ کر لی ہے[1] زمرہ حوارین میں شامل ہونے کا دعویٰ کیا۔ حواریوں نے پہلے انکار کیا۔ لیکن برناس کی سفارش سے جماعت میں داخل کر لیا۔ پال کے متعلق اعمال حوارین باب ۹

---

[1] اعمال حوارین باب ۹۔ آیات ۴ و ۶-۱۲

Marfat.com

آیات ۲۰ و ۲۹ میں لکھا ہے کہ اس نے سب سے پہلے مسیح کے ابن اللہ ہونے کا دعویٰ بے خوف و خطر پیش کیا۔ آخر میں پال حواریوں سے خفا ہو کر الگ ہو گیا[۵۲] اب اس نے اپنے طور پر حضرت عیسیٰ کے حالات بت پرست رومیوں اور یونانیوں کے توہمات کے قالب میں ڈھال کر پیش کئے اور اقوام غیر یہود (جنٹائلز) کا رسول مشہور ہوا۔ اس دعوے کے ثبوت میں ہم دو مثالیں پیش کرتے ہیں۔

اوّل ضمیر متکلم کی جگہ اکثر حضرت عیسیٰ نے خود کو "ابن آدم" کہا ہے جس طرح انبیائے بنی اسرائیل کہا کرتے ہیں۔ حضرت حزقیل فرماتے ہیں "خدا نے مجھ سے کہا کہ اے ابن آدم" گمراہ بنی اسرائیل کی طرف جا اور ان کو ہدایت کر (کتاب حزقیل باب ۲ آیت) توراۃ کے ایک دوسرے مقام پر خدا نے بنی اسرائیل کو اپنا بیٹا کہا ہے۔ دیکھو کتاب ہوسیا باب ۱۱ آیت ۱ "خدا کہتا ہے کہ جب اسرائیل بچہ تھا تو میں اس کو پیار کرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ میرا بیٹا مصر سے آیا ہے۔

سینٹ پال نے ان الفاظ سے فائدہ اٹھا کر یونانیوں اور رومیوں کو جو دیوتاؤں کے توالد و تناسل کے پیشتر ہی سے قائل تھے

---

۵۲ نامہ گلاتیون باب ۲ -

یہ تعلیم دی کہ حضرت عیسیٰؑ واقعی ابن اللہ تھے تاکہ آپ کی عظمت انکے دلوں میں راسخ ہوجائے۔ اسی نکتہ کی طرف کلام مجید میں حق تعالیٰ اشارہ فرماتا ہے۔

وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ	اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح خدا کا
ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم	بیٹا ہے یہ ان کا کہنا اپنے منہ سے
بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ	ہے ان کی باتیں اگلے کافروں کی سی
قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن	ہوگئی ہیں۔ اللہ ان کو ہلاک
قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّىٰ	کرے۔ یہ کہاں بہکے جاتے
يُؤْفَكُونَ۔ (سورۃ التوبہ)	ہیں۔

دوم۔ بت پرستوں کے عقیدے میں دیوتا مر بھی جاتے ہیں لیکن پھر کسی نہ کسی طرح زندہ بھی ہوجاتے ہیں۔ مصریوں کے دیوتا اُسائرس کے جسم کے ۱۴ ٹکڑے کیے گئے۔ مگر اپنے بیٹے ہورس کی مدد سے پھر زندہ ہوگیا۔ بابل والوں کی دیوی الیستر دوزخ میں مردوں سے بدتر ہوگئی مگر پھر صحیح وسالم واپس آگئی غرض کہ اسی قسم کے بہت سے افسانے بت پرستوں میں مشہور تھے پال نے مسیح کا مصلوب ہوکر تیسرے دن مردوں میں سے زندہ ہوکر آسمان پر چڑھ جانا اور باپ کے داہنے ہاتھ پر بیٹھنا

Marfat.com

اسی قبیل سے سمجھا[5] اور بت پرستوں نے بے چون وچرا تسلیم کر لیا۔
الغرض حضرت عیسٰی کو الوہیت کے درجہ پر پہونچانے کے واسطے جو بنیادی پتھر جناب سینٹ پال نے رکھا اُسی پر جوش غلو میں دین عیسوی کی عمارت قائم ہوئی۔ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا	اے اہل کتاب (نصاریٰ) دین
فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا	میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ پر
عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا	وہی کہو جو سچ ہے، سچ تو یہ ہے
الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ	کہ مسیح عیسٰی مریم کا بیٹا اللہ کا رسول تھا
اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ	اور اس کا کلام تھا جو مریم تک اس
مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا	نے پہونچایا اور اس کی روح تھا
بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا	پس اللہ اور اسکے پیغمبروں پر ایمان
ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ	لاؤ اور تین خدا نہ کہو اس سے باز آؤ
(سورۃ النساء)	یہ تمہارے واسطے بہتر ہوگا۔

---

[5] مقدس جھوٹ کہ جناب پال اپنے نامہ رومیان باب ۳ درس ۷ میں بہت فخر سے بیان کرتے ہیں کہ "اگر میرے جھوٹ کے سبب خدا کی سچائی زیادہ ظاہر ہوئی اور اس کی بزرگی زیادہ ہوئی تو کس لئے میں گنہگار گنا جاتا ہوں۔"

ہم اب اصل مطلب یعنی عیسائیوں کے عقائد متعلق معاد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ نے چونکہ صاف کہہ دیا تھا کہ میں توریت کو منسوخ کرنے نہیں آیا بلکہ پورا کرنے آیا ہوں اور جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جاویں توریت کا ایک نقطہ یا ایک شوشہ ہرگز نہ مٹے گا۔[1] اس لئے اناجیل اربعہ میں حیات بعد الممات اور حشر و نشر کے متعلق وہی یہود کے عقائد قائم رہے لیکن اس قدر اضافہ کے ساتھ کہ مسیح نے مردوں کو زندہ کر دیا۔ آپ کی مصلوبی کے وقت نیک لوگوں کی لاشیں قبروں سے نکل کر اٹھ کھڑی ہوئیں[2] خود یسوع مسیح تین دن مردہ رہنے کے بعد جی اٹھا اور آسمان پر چڑھ گیا اور باپ کے داہنے ہاتھ پر بیٹھ کر قیامت کے دن انصاف کریگا اس دن اس کے قریب حواریوں کے واسطے ۱۲ تخت بچھائیں جائیں گے اور وہ بنی اسرائیل کے ۱۲ اسباط کا انصاف کریں گے۔ معتقدین بہشت میں جائیں گے جہاں خدا اپنی آستین سے ان کے آنسو پونچھیگا اور انگور کی شراب پلائے گا۔ منکرین کو جلتی ہوئی آگ میں جھونک دیں گے جہاں وہ روئیں گے اور دانت پیسیں گے۔ اور ابدالآباد تک معذب رہیں گے

[1] متی باب ۵ آیت ۱۷ و ۱۸ [2] متی باب ۲۷ آیت ۵۲

Marfat.com

اناجیل اربعہ کا یہ مختصر بیان اعجوبہ پسند عیسائیوں کے واسطے کافی نہ ہوا اس لئے پارسیوں کے نامہ ارداویراف کی طرح یوحنا نے بھی عالم بالا کی سیر کر کے اپنے مکاشفات لکھے جن کو الہامی سمجھ کر جزو اناجیل یقین کرتے ہیں۔ ذیل میں ہم چند مکاشفات کا ترجمہ درج کرتے ہیں۔

مکاشفات یوحنا

اس کے بعد میں نے نگاہ کی تو دیکھا آسمان پر ایک دروازہ کھلا ہے۔ پہلی آواز جو میں نے سنی صور کی سی تھی جو مجھ سے مخاطب ہوئے۔ اس نے کہا ادیر آ میں تجھے آج وہ باتیں دکھاؤں گا جو اس کے بعد ضروری ہوں گی۔ یہ سنتے ہی میں روح میں آ گیا۔ میں نے ایک تخت رکھا ہوا دیکھا اور اس پر مجھے ایک شخص بیٹھا نظر آیا وہ شخص سنگ یشم اور عقیق کا سا تھا اور ایک قوس قزح جو دیکھنے میں زمرد کے مانند تھی اس تخت کے گرد لپٹی ہوئی تھی اس تخت کے آس پاس ۲۴ تخت اور تھے ان تختوں پر ۲۴ بزرگ سفید لباس پہنے ہوئے دیکھے ان کے سر پر سونے کے تاج تھے بجلی کی گرج اور آوازیں تخت سے نکلتی تھیں اور آگ کے سات چراغ تخت کے آگے روشن تھے۔ یہی چراغ خدا کی سات روحیں ہیں

Marfat.com

اس تخت کے سامنے شیشہ کا سمندر بلور کی طرح موجیں مار رہا تھا اور تخت کے بیچ میں اور تخت کے گرد چار ایسے جاندار تھے جن کے تمام جسم پر آنکھیں ہی آنکھیں تھیں۔ پہلا جاندار ببر ببر کی طرح تھا دوسرا بچھڑے کی شکل کا، تیسرا آدمی کی شکل کا۔ چوتھا اڑتے ہوئے عقاب کی صورت کا۔ ان چاروں کے چھ چھ پر تھے اور چاروں طرف جسم کے ہر حصہ میں آنکھیں ہی آنکھیں تھیں اور رات دن انھیں قدوس قدوس کہنے کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا (رہا ہے)

پھر میں نے نظر کی تو دیکھا کہ ہر قوم اور ہر فرقے کے لوگ جن کا شمار ممکن نہ تھا سفید جامہ پہنے اور خرمہ کی ڈالیاں ہاتھ میں لئے اس تخت کے آگے اور برے (حضرت عیسیٰ سے مراد ہے جو فدیہ کے طور پر مصلوب ہوئے) کے حضور کھڑے ہیں وہ غل مچا مچا کے کہہ رہے ہیں نجات ہمارے خدا کو اور اس برے کو جو تخت پر بیٹھا ہے۔ بارک

پھر میں نے دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا اس کے پاس جہنم کی کنجی تھی اور ایک طویل زنجیر تھی اس نے اژدھے یعنی شیطان کو پکڑ لیا اور ہزار برس تک قید رکھا اور اس کو تحت الثریٰ میں پھینک دیا اور دروازہ بند کر کے مہر لگا دی تاکہ وہ خلائق کو گمراہ نہ کرے۔ میں نے دیکھا کہ تخت بچھا دیے گئے اور انصاف ہونے لگا۔ جنھوں نے

یسوع اور کلمۂ حق کی راہ میں سر دیا۔ جنھوں نے دجّال کی پرستش نہیں کی نہ اس کا بت پوجا نہ اس کا نشان پیشانی اور ہاتھوں پر لگایا یہ سب لوگ زندہ ہو گئے اور ہزار برس تک مسیح کے ساتھ حکمراں رہے لیکن بقیہ مردے ویسے ہی رہے جبتک ہزار برس پورے نہ ہوئے یہ بعثت اولیٰ تھی۔ مبارک ہے وہ جو اس بعثت اولیٰ میں شریک ہوا اب اس پر آخری موت کا زور نہیں چل سکتا۔ یہ لوگ خدا اور مسیح کے نائب ہیں اور مسیح کے ساتھ ہزار برس تک حکومت کریں گے۔ ہزار برس کے بعد شیطان کو قید سے نکالیں گے وہ یاجوج اور ماجوج کو جو سمندر کی ریت کی طرح شمار میں ہیں جا کر بہکائے گا اور فساد ڈلوائے گا وہ وسیع زمین میں پھیل جائیں گے اور ولیوں کے خیمے کو اور مقدس شہر کو گھیر لیں گے۔ لیکن آسمان سے آگ برسے گی اور ان کو فنا کر دے گی۔ گمراہ کرنے والا شیطان سمندر میں ڈال دیا جائے گا اور دجّال اور جھوٹے پیغمبر بھی اور ان سب کو شب و روز ابد الآباد تک عذاب ہوتا رہے گا۔ موت اور دوزخ کو آتشین سمندر میں جھونک دیں گے اس کا نام فنائے آخر ہے (باب ۲۰)

پھر مجھے بہشت کا نظارہ دکھایا گیا جو جواہرات کی طرح

Marfat.com

جگمگاتی تھی اس کی دیواریں بلند اور بڑی تھیں اس میں بارہ پھاٹک تھے جن پر ۱۲ فرشتے دربانی کرتے تھے ہر پھاٹک پر بارہ اسباط بنی اسرائیل کے نام درج تھے دیوار کے بارہ آثار تھے جن پر ۱۲ حواریوں اور برہ (مسیح) کے نام منقوش تھے، دیواریں ہر قسم کے جواہرات مثلاً زمرد عقیق، لعل، فیروزہ، نیلم، پکھراج وغیرہ وغیرہ سے بنائی گئی تھیں اور پھاٹک موتیوں کے بارہ دانوں سے، ہر سڑک خالص سونے کی اور صاف اور شفاف (باب ۲۱) اور میں نے دیکھا کہ آب حیات کا دریا خدا اور برے کے تخت کے نیچے سے بہہ رہا تھا سڑک کے بیچ میں اور دریا کے دونوں جانب زندگی کا درخت لگا تھا جس میں بارہ قسم کے پھل تھے جو ہر مہینے پھلتے تھے، اس کی پتیاں قوموں کو صحت بخشنے والی تھیں، رات کا وہاں گذر نہیں، نہ شمع کی ضرورت اور نہ آفتاب کی روشنی کی حاجت ہے کیونکہ خدا خود ان کو بخشتا ہے اور بہشتیوں کو وہاں ابدالآباد تک رہنا نصیب ہوگا (باب ۲۲)

مکاشفات یوحنا کے طرز پر عیسائیوں کے ہولی (فادرز) ائمہ دین اور پاپاؤں اور ولیوں نے معاد کے متعلق جو حالات لکھے ہیں اگر ان کا اقتباس ہم یہاں درج کریں تو ناظرین یہ سمجھیں گے کہ ہم

Marfat.com

"طلسم ہوش ربا" یا "بیتال پچیسی" کے قصے کہانیاں لکھ رہے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسیحیت کا واہمہ غضب کا خلاق تھا۔

افسوس ہے کہ مسلمانوں نے بھی اہل کتاب کے اُن پادر ہوا افسانوں کو قبول عام کی سند دے رکھی ہے مثال کے طور پہ ہم دجّال کا ذکر کرتے ہیں۔

مکاشفات یوحنا کے مذکورہ بالا اقتباس میں دجال کا ذکر ہو چکا ہے، سینٹ پال نامہ دوم تھسلونین باب ۲ آیت ۹ میں کہتا ہے۔

> شیطان کے فساد کے بعد جب دجّال جو تمام تر قدرت اور کرشموں اور شعبدوں کے ساتھ پیدا ہوگا تو خداوند اس کو اپنے منہ کی پھونک (دم عیسیٰ) سے بھسم کر دے گا اور اپنے ظہور سے فنا کر دے گا۔

وہم پرست عیسائیوں نے ان اقوال کی بنا پہ دجّال کے متعلق عجیب و غریب قصے گھڑ لئے تھے۔ مسلمانوں میں بھی وہی روایتیں مشہور ہو گئی ہیں، علامہ ابن خلدون نے ایسے تمام روایات کی قلعی

خوب کھولدی ہے۔ لکھتے ہیں۔

ان العرب لم یکونوا اهل
کتاب ولا علم وانما غلبت علیهم
البداوة والامیة واذا
تواقت الی معرفة شیء مما
تتشوق الیه النفوس
البشریة فی اسباب
المکونات وبدء الخلیقة
واسرار الوجود فانما یسألون
عن اهل الکتاب قبلهم
ویستفیدونه منهم وهم
اهل التوراة من الیهود
ومن تبع دینهم من
النصاریٰ واهل التوراة
الذین بین العرب یومئذ
بادیة مثلهم ولا یعرفون
من ذلک الا ما تعرفه العامة

عرب کے لوگ اہل کتاب نہ تھے اور
نہ ان میں علم تھا۔ بدویانہ زندگی
اور جہالت ان پر غالب تھی جب
کسی بات کے دریافت کرنیکا
شوق ہوتا کہ اسباب کائنات
اور ابتدائے آفرینش واسرار
وجود سے واقف ہوں جن
سے آگاہ ہونے کا انسان کی
طبیعت کو شوق ہوتا ہے۔ تو اہل
کتاب سے دریافت کرتے تھے
جو اس زمانہ میں یہودی اور عیسائی
تھے اور بجز ان باتوں کے جو عوام
جانتے ہیں اور کوئی بات
نہیں جانتے تھے۔ یہ لوگ
زیادہ تر قبیلہ حمیر کے تھے
جو یہودی ہو گئے تھے۔ جب
مسلمان ہوئے تو جن باتوں

Marfat.com

من اهل الکتاب ومعظمهم من
حمیر الذین اخذوا بدین
الیهودیة فلما اسلموا بقوا علی
ما کان عندهم مما لا تعلق له
بالاحکام الشرعیة التی یحتاطون
لها مثل اخبار بدء الخلیقة و
مما یرجع الی الحدثان والملاحم
وامثال ذلک وهؤلاء مثل
کعب الاحبار ووهب بن
منبه وعبد الله بن السلام
وامثالهم فامتلأت التفاسیر
من المنقولات عندهم فی امثال
هذه الاغراض اخبار موقوفة
علیهم ولیست مما یرجع الی
الاحکام فتتحری فی الصحة التی
یجب بها العمل ویتساهل المفسرون
فی مثل ذلک وملاءوا الکتب

کا احکام شریعت سے جن میں
احتیاط کی جاتی ہے تعلق نہ
تھا مثلاً ابتدائے آفرینش
اور قرب قیامت کی
نشانیوں اور فتنوں کی خبریں
وہ سب ان کی وجہ سے
مسلمانوں میں رہ گئیں...
کعب احبار وہب بن منبہ
عبد اللہ بن سلام وغیرہ انھیں
لوگوں میں تھے۔ اس کا نتیجہ
یہ ہوا کہ تفسیروں میں اس
غرض کے لئے ایسی حدیثیں
نقل ہونے لگیں جنکا سلسلہ
روایت انھیں لوگوں تک
موقوف تھا اور چونکہ احکام اور
اعمال سے ان کا تعلق نہ تھا جس میں
تصحیح کی ضرورت ہوتی لہذا تنقیح بھی نہیں

Marfat.com

التفسير بهذه المنقولات	کی گئی تفسیر کی کتابیں ایسی منقولات
واصلها كما قلنا من اهل	سے بھر گئیں جن کے ماخذ عرب کے
التوراة الذين يسكنون البادية	جاہل یہودی تھے انکو تحقیق سے لگاؤ نہ
ولا تحقيق عندهم بمعرفة	تھا البتہ مذہبی بزرگ اور عابد و زاہد
ما ينقلونه من ذلك الا انهم	ہونے کی وجہ سے ان کی شہرت وسیع
بعد صيتهم وعظمت اقدارهم	اور عظمت وشان نہایت
لما كانوا عليه من المقامات	بلند تھی، یہی سبب ہے کہ یہ
في الدين والملة فتلقيت	حدیثیں اسی زمانے سے اب
بالقبول من يومئذ	تک مقبول چلی آتی ہیں۔

(مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۴۳۸ طبع بیروت)

اس عبارت کو غور سے پڑھو اور پھر دیکھو کہ کس طرح اسلام کا نورانی چہرہ روایات اہل کتاب سے گرد آلود ہو گیا ہے۔ کیا اب بھی ہماری آنکھیں نہ کھلیں گی یا ایہا الذین امنوا امنوا باللہ ورسولہ۔ (مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ)

دجّال کی اصلیت

اصل یہ ہے کہ "دور مسیحا" کی پیشگوئی میں کتاب دانیال باب ۸

آیات ۲۳ تا ۲۵ میں یہ بھی بیان کیا گیا تھا کہ اس سے پیشتر ظالمانہ حکومت ہوگی جس میں دغا و فریب۔ قتل و غارت وغیرہ عام طور سے پھیل جائیں گے۔ پہلی صدی عیسوی کے نصاریٰ چونکہ مسیح کے بہت جلد آسمان سے دوبارہ تشریف لانے کے منتظر تھے اسلئے انھوں نے قیاصرۂ روم کو دجّال تصوّر کیا۔ چنانچہ قیصر نیرو جس نے عیسائیوں کا قتل عام کیا تھا دجّال مشہور ہوا اس کے نام کے عدد ۶۶۶ نکلتے تھے۔ مکاشفات یوحنا میں لفظ دجّال کے بھی اسی قدر عدد تھے اس لئے سب کو یقین ہوگیا کہ نیرو دجّال ہے۔ لیکن نیرو کے بعد ظلم و ستم کا بازار ویسا ہی گرم رہا اور مسیح بھی تشریف نہ لائے اس لئے یہ خیال کیا گیا کہ نیرو پھر زندہ ہوگا اور عالم میں فساد ڈالے گا اس وقت مسیح نازل ہونگے اور اس کو قتل کر کے ابدی سلطنت قائم کریں گے [1]۔ لیکن جب قیصر قسطنطین نے دین عیسوی اختیار کر کے یونانی اور رومی مذہب کا خاتمہ کر دیا تو قیصر کے عوض ایران کے آتش پرست ساسانی بادشاہ کو دجّال کا لقب ملا اور یہ مشہور ہوا کہ دجّال مشرق [2] (یعنی ایران) سے پیدا ہوگا۔ غرضکہ زمانے کے رنگ

---

[1] انسائیکلوپیڈیا آف ریلجن جلد پنجم صفحہ ۳۸۶

[2] لعل بلا دان دجال نیز از اصفہان پیدا شود، کا مصرعہ یہیں سے اڑایا گیا ہے۔

کے ساتھ دجال کا رنگ بھی بدلتا گیا۔ طرہ یہ کہ عیسائیوں کے مختلف فرقوں نے آپس ہی میں ایک دوسرے کو دجال کہنا شروع کیا۔ چنانچہ پروٹسٹنٹ طریق کا بانی لوتھر تقدس مآب پوپ (پاپائے روم) کو دجال کہتا ہے[1]۔

دجّال کا مادہ دجل ہے جس کے معنیٰ فریب کے ہیں۔ عربی میں دجّال ایسے شخص کو کہتے ہیں جو بڑا فریبی ہو۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر زمانہ میں دغا اور فریب کا بازار گرم رہا ہے اور ایک نہیں سیکڑوں دجّال پیدا ہوئے اور ہوں گے[2]۔ پہلی صدی عیسوی کا دجال اگر نیرو تھا۔ لیوتھر کا دجال اگر پوپ تھا تو اس بیسویں صدی کا دجّال کیسر بھی جدید تہذیب کے پردے سے آخر نکل ہی آیا۔ "بنی نوع انسان کا ہمدرد" طرابلس کے نخلستان اور بلقان کے کوہستانوں میں اپنے اصلی خون آشام دیو کی صورت میں باوجودیکہ پھر بھی آنکھوں میں خاک جھونکنے کی کوشش بہت کچھ کی مگر بمصداق "جو چپ رہیگی زبان خنجر تو خون پکاریگا آستین کا" آخر ظاہر ہو ہی گیا۔ "آزادی اور حریت" کا پری پیکر خلق خدا کو اپنی زلف

---

[1] ماخوذ از انسائیکلوپیڈیا تحت لفظ اینٹی کرائسٹ (دجّال)

[2] ماخوذ از علم الحدیث مولفہ مولانا عمادی ۱۲

Marfat.com

چلیپا کا غلام بنانے میں آخر کھل کھیلا۔ کیوں نہیں ؎

گرچہ ہوں دیوانہ پر کیوں لے سکا میں کھاؤں فریب
آستیں میں دشنہ پنہاں ہاتھ میں نشتر کھلا
گو نہ سمجھوں اس کی باتیں گو نہ پاؤں اُس کا بھید
پر یہ کیا کم ہے کہ مجھ سے وہ پری پیکر کھُلا (غالب)

۷۔ عقائد اسلام

مسلمانوں کے عقائد کا اصل ماخذ قرآن مجید ہے۔

دنیا میں کوئی کتاب جسے اہلِ مذاہب الہامی یقین کرتے ہیں ایسی نہیں ہے جو قرآن مجید کے مقابلہ میں اب تک اپنی اسی حالت میں جس طور پر کہ نازل ہوئی تھی محفوظ رہی ہو۔ سر ولیم میور۔ جیسا دو عیب نما بدہنر شد در نظر مستشرق اپنی کتاب لائف آف محمدؐ میں نکتہ چینی کرتے کرتے ایک مقام پر بے ساختہ لکھ جاتا ہے کہ دنیا میں غالباً کوئی اور کتاب ایسی نہیں ہے جس کی عبارت بارہ سو برس تک ایسی خالص رہی ہو۔ کچھ شک نہیں کہ حوادث اور فتن میں یہ کتاب تمام الہامی کتابوں کے مقابلہ میں جس حیرت انگیز طریقہ سے

Marfat.com

محفوظ رہی ہے صاف نظر آتا ہے کہ انسانی طاقت سے بالا تر کسی
پوشیدہ قوت نے اپنا اعجاز دکھایا ہے۔ ایک ایسی قوم میں جس میں
لکھنے پڑھنے کا رواج بمنزلہ شاذ کے ہو[1] ایک ایسے زمانہ میں جبکہ
ہر طرف سے دشمنوں کا نرغہ ہو۔ قریش، اعراب، ایران اور روم کی
زبردست سلطنتیں مخالفت پر تلی ہوں۔ ایک ایسی حالت میں جبکہ کسی
الہامی کتاب کے بجنسہٖ محفوظ رہنے کی کوئی ایک وجہ بھی موجود
نہ ہو علی رؤس الاشہاد یہ دعویٰ کر بیٹھنا کہ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ
اور لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ اور پھر اس دعوے کا آجتک جبکہ تیرہ سو
برس سے زائد ہو چکے ہیں حرف بحرف پورا ہونا اتنا ہی نہیں بلکہ
فرض کرو کہ آج یکایک اگر یہ کہہ دیا جائے کہ دنیا میں الہامی کتابوں
کے جس قدر قلمی اور مطبوعہ نسخے ہوں سب کے سب ایک ہی
وقت میں فوراً سمندر میں پھینک دیئے جائیں تو بتاؤ کہ بجز قرآن
مجید کے جو سینۂ مسلم میں محفوظ ہے وہ کونسی الہامی کتاب ہے
جو پھر بجنسہٖ شائع ہو سکتی ہو۔ پھر اگر اس کی حفاظت کا یہ الٰہی انتظام
نہیں ہے تو کیا ہے؟ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

---

[1] مشہور مؤرخ بلاذری کا قول ہے کہ جب آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے تو قریش کے تمام قبیلے میں صرف (۱۷) آدمی تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے (فتوح البلدان صفحہ ۴۷۱)

Marfat.com

مصطفیٰ را وعدہ داد الطاف حق | گر بمیری تو نمیرد این سبق
کس نتاند بیش و کم کردن درو | تو بہ از من حافظے دیگر مجو

اب ہم اس حفاظت الٰہی کی کیفیت تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں

جمع و ترتیب قرآن مجید

اہل کتاب کا عقیدہ ہے کہ خدا نے کوہ طور پر اپنے ہاتھ سے پتھر کی تختیوں پر توریت کو کھود کر حضرت موسیٰ کو دیا۔ حضرت موسیٰؑ جب اپنی قوم کے سامنے ان الواح کو لائے تو دیکھا کہ آپ کی عدم موجودگی میں بنی اسرائیل گوسالہ پرستی کرنے لگے ہیں آپ نے جوش غضب میں الواح کو پھینک دیا جو ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔[1]

اب اس کے مقابلہ میں کلام مجید کا حال سنو حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	بیشک اسکو عالموں کے پروردگار نے
نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى	اتارا ہے اسکو اتارا ہے روح الامین نے
قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ	تیرے دل پر تاکہ تو ڈرانے والوں سے ہو
بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ (سورۂ شعراء)	واضح عربی زبان میں۔

---

[1] کتاب خروج باب ۳۲ درس ۱۵ و ۱۶

Marfat.com

کیوں نہیں۔ قلب محمدی طور تجلی تھا اور مسلمانوں کے دل پتھر کی لوحیں پھر کیوں نہ حیرت انگیز حفاظت کا اعجاز ظاہر ہو۔

نبوت کے ۲۳ برس کی مدت جب وہ تمام کلام جو مختلف اوقات میں آنحضرتؐ پر بذریعہ وحی نازل ہوا تھا اس کا نام قرآن مجید ہے حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اور قرآن کے ہم نے حصے حصے کر دیئے

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (سورہ بنی اسرائیل)

اسلئے کہ تو اس کو ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کو سنائے اور ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اتارا۔

جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی تو آنحضرت صلعم صحابہ کے سامنے تلاوت فرماتے تھے اور کاتب وحی سے جن میں حضرات علی و عثمان و زید بن ثابت و ابی بن کعب خاص طور سے مشہور ہیں لکھوا دیئے تھے۔ کیونکہ خود آنحضرت صلعم لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے جیسا کہ اس آیت پاک سے صاف ظاہر ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (سورۃ العنکبوت)

اور نہ تو پڑھتا تھا اس سے پہلے کتاب اور نہ لکھتا تھا تو اسے داہنے ہاتھ سے۔ اگر اس وقت تک شک کرتے جھوٹے۔

Marfat.com

احادیث اور آثار بھی اس امر کے شاہد ہیں۔ درحقیقت اگر آنحضرت صلعم کو لکھنا پڑھنا آتا ہوتا تو آپ کے عزیز واقارب، صحابہ اور رفقا ضرور واقف ہوتے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ اپنی قوم کے سامنے خلاف واقعہ دعوی کرتے کیونکہ ایسی صورت میں مخالفین کو اس کی گرفت کا آسان موقع ہاتھ آجاتا اور عقائد اسلام کی تصدیق پر ہرگز یقین نہ کرتے۔ قطع نظر اس کے ایک ایسی خفیف بات کے چھپانے سے فائدہ کیا تھا آپ کا پڑھا لکھا ہونا منصب نبوت کے کسی طرح مخالف نہ تھا اور نہ اس سے قرآن مجید کی شان اور اس کے معجزہ میں اور بے مثل فصاحت وبلاغت میں کچھ فرق آسکتا تھا کیونکہ حروف کے لکھ لینے یا پڑھ لینے سے کوئی انسان فصیح اور بلیغ نہیں ہوسکتا خصوصاً ایسا بزرگ جو افصح العرب والعجم ہو۔ فرانس کا مشہور مستشرق ڈاکٹر مورلیس جو آجکل گورنمنٹ فرانس کی طرف سے کلام مجید کا ترجمہ کر رہا ہے اپنے ایک مضمون میں جس میں مشہور مورخ رینان کے اتہامات کی دھجیاں اڑائی ہیں لکھتا ہے۔

قرآن مجید کی اگر کوئی ایسی منقبت ہو سکتی ہے جس میں کسی طرح کا نقص نہ نکل سکتا ہو تو وہ اس کی فصاحت وبلاغت ہے وہ عظیم الشان فضیلت جس پر تیس سو ملین (۳۰ کروڑ)

انسان فخر کرتے ہیں وہ یہی ہے کہ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے یہ کتاب تمام آسمانی کتابوں پر فائق ہے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلی عنایت نے انسان کے لئے جو کتابیں تیار کی ہیں ان سب میں بہترین کتاب ہے۔ اس کے نغمے انسان کی خیر و فلاح کے متعلق فلاسفہ یونان کے نغموں سے کہیں اچھے ہیں۔ مجھے امید تھی کہ موسیو ریناش قرآن مجید کے متعلق (اپنی کتاب تاریخ الادیان میں) اتنا سخت فیصلہ کرنے میں میرے ترجمۂ قرآن کے مکمل ہونے تک تامل فرمائیں گے۔ میرے ترجمہ سے ان کو معلوم ہوگا کہ کمال بلاغت اور اعلیٰ مطالب میں قرآن کا درجہ کس قدر بلند ہے اب تک ان امور کی صحت میں انھیں جو شک ہے وہ اعتقاد راسخ اور ایمان سلیم سے بدل جاتا ہے یہ عذر کافی نہیں ہے کہ وہ قرآن کی زبان نہیں جانتے۔ لہذا اس فیصلہ میں ان کو معذور رکھنا چاہیے۔ جو ایک بات نہیں جانتا اس کو فیصلہ کرنا کیا ضرور ہے موسیو سا واری اور کازیمرسکی کے ترجمے کافی نہیں ہیں نہ ان سے مطلوبہ اغراض حاصل ہو سکتی

ہیں اور نہ قرآن کی حقیقت سے اطلاع ہوتی ہے[1]

یہی حال سیل اور پالمر کے انگریزی ترجموں کا ہے

دیکھیں ہمارے بزرگ قوم نواب عماد الملک

کیا کرتے ہیں۔

الغرض وحی جو نازل ہوتی تھی اس کو صحابہ یا تو زبانی حفظ کر لیتے تھے یا جو لکھنا جانتے تھے وہ اس کو اونٹ کی ہڈی یا کھجور کی چھال یا چمڑے وغیرہ پر لکھ لیتے تھے۔ یہ طریقہ ابتدائے نبوت سے جاری ہو گیا تھا۔ چنانچہ تفسیر اتقان میں لکھا ہے کہ احمد نے اپنی مسند میں روایت کی کہ حضرت جعفر طیار نے نجاشی بادشاہ حبش کے سامنے سورۂ مریم کی تلاوت کی حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے واذا سمعوا ما انزل الی الرسول ... الآیہ (سورۂ مائدہ) اسی طرح حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے واقعہ میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنی بہن کے پاس ایک صحیفہ لکھا ہوا دیکھا[2] جس میں

---

[1] ماخوذ از تہذیب الاخلاق ضمیمہ وکیل مورخہ ۸ مئی ۱۹۱۰ء

[2] اصابہ فی معرفۃ الصحابہ ذکر حضرت عمرؓ ۱۲

Marfat.com

سورۂ حدیدہ کی ابتدائی آیات درج تھیں ایسے بہت سے واقعات ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید جس قدر نازل ہوتا تھا قلمبند کرنے کے ساتھ تحریر بھی کر لیا جاتا تھا۔ تفسیر اتقان میں لکھا ہے کہ ابو عبیدہ نے کتاب القرائۃ میں صحابۂ رسول اللہ میں سے جو لوگ قاری تھے ان کا ذکر یوں کیا ہے کہ مہاجرین میں سے خلفائے اربعہ طلحہ، سعد، ابن مسعود، حذیفہ، سالم، ابو ہریرہ اور ایسے بارہ اور اصحاب اور صحابیہ۔ صحیح بخاری میں حضرت قتادہ سے مروی ہے[1] کہ جن صحابیوں نے پورا کلام مجید جمع کر لیا تھا وہ چار شخص تھے۔ ابی بن کعب، معاذ بن جبل زید بن ثابت، ابو زید اور ایک روایت میں ابو الدرداء۔

آیتوں کی ترتیب اپنی اپنی سورتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توقیف (ہدایت) اور آپ کے حکم سے واقع ہوئی ہے۔ اور اس بارے میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں البتہ سورتوں کی موجودہ ترتیب جمہور کے نزدیک

---

[1] بخاری باب القراء ۱۲

Marfat.com

صحابہ کے اجتہاد سے قائم ہوئی ہے[1] اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم کی حیات تک چونکہ وحی کا سلسلہ جاری تھا اس لئے متفرق تحریری اجزاے قرآن ایک کتاب کی صورت میں جمع نہیں کئے گئے۔ لیکن جب آپ نے انتقال فرمایا اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو متفرق اجزاء کو ایک ہی مجلد میں مرتب کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اس واقعہ کو ہم صحیح بخاری سے بجنسہٖ نقل کرتے ہیں۔

عن زید بن ثابت قال	زیدؓ ابن ثابت کہتے ہیں کہ مجھکو
ارسل الی ابی بکر عنل مقتل	ابو بکرؓ نے اہل یمامہ[2] کے قتل
اھل الیمامۃ فاذا عمر بن	کے زمانہ میں بلا بھیجا۔ عمرؓ بن
الخطاب عندہ قال	خطّاب بھی وہاں موجود تھے
ابوبکر ان عمر اتانی	ابو بکر نے کہا کہ عمر میرے پاس
فقال ان القتل قد	آئے اور کہا کہ یمامہ کے دن

---

[1] اس بحث کو سیوطی نے اپنی تفسیر اتقان نوع ہشتم میں نہایت شرح و بسط سے لکھا ہے [2] جنگ یمامہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایک سال بعد سنہ ۱۲ھ میں واقع ہوئی۔ مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں۔

Marfat.com

استحر یوم الیمامۃ بقراء	قرآن کے قاری کثرت سے قتل
القرآن وانی اخشیٰ ان	ہو گئے اور میں ڈرتا ہوں کہ اور
استحر القتل بالقراء بالمواطن	موقعوں میں بھی قاری کثرت سے
فیذھب کثیر من القرآن	مقتول ہوں تو قرآن بہت سا جاتا
وانی اری ان تامر بجمع	رہیگا اور میری یہ رائے ہوتی
القرآن قلت لعمر کیف	ہے کہ تم قرآن کے جمع کرنے کا حکم دو
تفعل شیئا لم یفعلہ	میں نے عمر سے کہا تم وہ کام کیونکر کرو گے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ	جس کو رسول اللہ صلعم نے نہیں
وسلم قال عمر ھذا واللہ خیر	کیا[۱] - حضرت عمر نے کہا خدا کی قسم یہ

---

[۱] و [۲] شاید کسی کو یہ شبہ ہو کہ حضرت ابوبکر اور حضرت زید کو پہلے تامل کیوں ہوا۔ اصل یہ ہے کہ صحابہ رسول اللہ صلعم امور دین میں نہایت محتاط تھے۔ کوئی فعل جو عہد رسالت میں نہیں ہوا تھا جبتک اس کو بہتر نہیں سمجھ لیتے تھے بدعت خیال کرتے تھے نزول قرآن کا منشا یہ تھا کہ لوگ اس کی مزاولت کر کے ہدایت حاصل کریں نہ یہ کہ جلدوں میں باندھ کر رکھ چھوڑیں (افسوس آج کل ہمارا یہی حال ہو گیا ہے) حضرت ابوبکر کا خیال پہلے اسی طرف رجوع ہوا اس لئے تامل کیا۔ لیکن حضرت عمر کا منشا دوسرا تھا یعنی فتنہ و آشوب میں تحفظ کے لحاظ سے ایک مجلد تحریر کر لینا چاہئے۔ جبکہ یہ کام سرانجام ہو گیا تو حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں نزول قرآن کے منشاء کو پیش نظر

Marfat.com

فلم يزل عمر يراجعني حتى شرح
الله صدري لذلك ورأيت
في ذلك الذي رأى عمر
قال زيد قال أبو بكر إنك
رجل شاب عاقل لا
نتهمك وقد كنت تكتب
الوحي لرسول الله صلى الله
عليه وسلم فتتبع القرآن
فاجمعه فوالله لو كلفوني
نقل جبل من الجبال ما كان
أثقل علي مما أمرني به من
جمع القرآن قال قلت لأبي
بكر كيف تفعلون شيئاً لم
يفعله رسول الله صلى الله

عمدہ بات ہے عمر اسی طرح مجھ سے
اصرار کرتے رہے یہانتک کہ خدا نے
میرا سینہ اسکے لئے کھول دیا اور
میں نے بھی اس کام میں وہ فائدہ
دیکھا جو عمر نے سوچا تھا زید کہتے
ہیں کہا ابو بکر نے کہا تم جوان عاقل
آدمی ہو تم پر ہم بدگمانی نہیں کر سکتے
اور تم رسول اللہ صلعم کے لئے وحی لکھا
کرتے تھے پس قرآن کی جستجو کر کے
اس کو جمع کرو رسول خدا کی قسم اگر
کسی پہاڑ کو ہٹا دینے کو کہتے تو مجھپر
اتنا گراں نہ ہوتا جتنا کہ قرآن کے جمع
کرنے کا حکم گراں معلوم ہوا
میں نے ابو بکر سے کہا تم لوگ وہ کام کیونکر

(بقیہ ص ۲۲۳) رکھ کر پھر اس مصحف کی نقلیں نہیں کرائیں۔ بلکہ قرآن کے کثرت سے پڑھے جانے کا انتظام کیا۔ چنانچہ تراویح میں کلام مجید کا التزام کے ساتھ مساجد میں پڑھنے کا طریقہ آپ کے وقت سے اب تک جاری ہے ۱۲

Marfat.com

علیه وسلم قال هو والله
خیر فلم یزل ابوبکر یر
اجعنی حتی شرح الله صدری
للذی شرح له صدر ابی
بکر وعمر فتتبعت القرآن
اجمعه من العسب واللخاف
وصدور الرجال حتی
وجدت آخر سورة التوبة
مع ابی خزیمة الانصاری
لم اجدها مع احد غیره لقد
جاءکم رسول من انفسکم
عزیز علیه ما عنتم حتی خاتمة
براءة وکانت الصحف عند
ابی بکر حتی توفاه الله ثم
عند عمر حیاته ثم عند
حفصة بنت عمر

(رواه البخاری)

کرو گے جس کو رسول اللہ صلعم نے
نہیں کیا۔ ابوبکر نے کہا خدا کی قسم
یہ کام اچھا ہے۔ ابوبکر اسی طرح
اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ خدا
نے میرا سینہ اسکے لئے کھولدیا جس
کے لئے ابوبکر و عمر کو خیال دلایا تھا
پس میں قرآن کو تلاش کرکے جمع کرنے
لگا۔ ہڈیوں اور سپید پتھر کی تختیوں
سے اور لوگوں کے سینوں سے یہاں
تک کہ سورہ توبہ کا آخر میں نے
ابوخزیمہ انصاری کے پاس پایا اور کسی کے
پاس نہیں پایا۔ لقد جاءکم رسول من
انفسکم عزیز علیہ ما عنتم براۃ کے آخر
تک اور سب صحف ابوبکر کے پاس تھے۔
یہاں تک کہ خدا نے انکو وفات دی۔ پھر عمر کے
پاس تھے انکی زندگی تک۔ پھر حفصہ کے
پاس جو عمر کی بیٹی تھیں۔

Marfat.com

ابن ابی داؤد نے یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب کے طریق سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا، عمرؓ نے (مسجد میں) آکر کہا جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بھی قرآن کی تعلیم حاصل کی ہو وہ آکر اپنے یاد کردہ قرآن کو سنائے اور عمر کسی شخص سے قرآن کا کوئی حصہ اس وقت تک نہیں تسلیم کرتے تھے جب تک وہ آدمی اپنے دو گواہ نہ لائے، اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ زید بن ثابت قرآن کو محفوظ لکھا پانے ہی پر اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ اس کی شہادت ان لوگوں سے بھی بہم پہونچا لیتے جنھوں نے اسے سن کر یاد کیا تھا اس کے علاوہ خود زید حافظ قرآن تھے۔ غرض کہ قرآن مکتوب کے موجود پانے اور خود حافظ ہونے کے باوجود انکا دو شہادتوں کو بھی بہم پہونچا کر اسے مصحف میں تحریر کرنا حد درجہ کی احتیاط تھی۔ ابوشامہ کا قول ہے کہ صحابہ کی غرض یہ تھی کہ قرآن نہ لکھا جائے۔ مگر اسی اصل سے جو رسول اللہ صلعم کے روبرو تحریر میں آیا ہے نہ کہ محض یادداشت پر اعتماد کر کے لکھ لیا جائے، اسی وجہ سے زید نے سورۃ التوبہ کے آخری حصہ کی نسبت کہا ہے کہ میں نے اُسے ابی خزیمہ انصاری کے سوا کسی اور کے پاس نہیں پایا۔ یعنی لکھا ہوا صرف انھیں کے پاس پایا۔ کیونکہ زید محض یادداشت پر اکتفا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ کتابت کو بھی دیکھنا

Marfat.com

چاہتے تھے لہ

الغرض قرآن مجید جب اس طور پر مرتب ہوا تو سب سے پہلے کاغذ پر لکھا گیا۔ موطا میں منقول ہے۔

عن سالم بن عبد اللہ قال — سالم بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ابوبکر نے
جمع ابوبکر القرآن فی قراطیس — قرآن کو کاغذ پر جمع کیا

اس تحریری مجموعۂ قرآن کو مصحف کا لقب دیا گیا۔ ابن اشتہ کتاب المصاحف میں لکھتے ہیں کہ جب وقت صحابہ نے قرآن کو جمع کر کے اوراق میں لکھ لیا تو ابوبکر نے اس کے لئے کوئی نام تجویز کرنے کی ہدایت کی اس وقت کسی نے سفر اور کسی نے مصحف نام رکھنے کی صلاح دی۔ کیونکہ حبش کے لوگ کتاب کو مصحف کہا کرتے تھے اور ابوبکر پہلے شخص تھے جنہوں نے کتاب اللہ کو جمع کر کے اس کا نام مصحف رکھا۔

حضرت عثمان کے زمانہ میں ایک دوسرا واقعہ پیش آیا۔ جس کے سبب سے اس مصحف کی نقلیں بلاد اسلامیہ میں روانہ کی گئیں۔

بخاری نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ حذیفہ بن الیمان عثمانؓ کے پاس آئے اور وہ عراق والوں کے ساتھ اہل

لہ ماخوذ از اتقان فی علوم القرآن

Marfat.com

شام سے لڑے تھے آرمینیہ اور آذربائجان کی فتح میں۔ حذیفہ کو ان دونوں ممالک کے مسلمانوں کا قرارت میں اختلاف رکھنا سخت پریشان بنا چکا تھا۔ اس لئے انھوں نے عثمان سے کہا "تم امت کی اس بات سے پہلے ہی خبر لے لو جبکہ وہ یہود اور نصاریٰ کی طرح باہم اختلاف رکھنے والی بن جائے" عثمانؓ نے یہ بات سن کر حضرت حفصہ کے پاس کہلا بھیجا کہ جو صحیفے آپ کے پاس رکھے ہیں انھیں بھیجد یجئے ہم نقل کر کے واپس کردیں گے۔ حفصہ نے وہ صحیفے عثمان کے پاس بھیجدیئے، عثمانؓ نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیرؓ سعد بن العاص اور عبدالرحمن بن الحارث کو ان کی نقل کرنے پر مامور کیا اور تینوں قریشی صاحبوں سے کہا کہ جہاں کہیں قرآن کے تلفظ میں تمہارے اور زید بن ثابت کے مابین اختلاف آپڑے وہاں اس لفظ کو خاص قریش ہی کی زبان میں لکھنا کیونکہ قرآن انھیں کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ ان چاروں صاحبوں نے مل کر عثمان کے حکم کی تعمیل کردی اور جب وہ ان صحیفوں کو مصاحف میں نقل کر کے لکھ چکے تو عثمان نے وہ صحائف بدستور حضرۃ بی بی حفصہ کے پاس واپس بھیجدیئے اور اپنے لکھوائے ہوئے مصحفوں میں سے ایک ایک مصحف ممالک اسلامیہ کے ہر ایک گوشہ میں ارسال کردیا اور حکم دیا

Marfat.com

کہ اس مصحف کے سوا اور جس قدر صحیفے یا مصحف پہلے کے موجود ہوں ان کو سوختہ کر دیا جائے۔ یہ واقعہ سنہ ۲۵ھ کا ہے۔

اتقان میں حارث المحاسبی کا یہ قول درج ہے کہ "لوگوں میں یہ بات مشہور ہو رہی ہے کہ قرآن کو عثمان نے جمع کیا۔ مگر دراصل یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ عثمان نے تو صرف یہ کیا کہ اپنے اور اپنے پاس موجود ہونے والے مہاجرین اور انصار کے باہمی اتفاق رائے سے عام لوگوں کو ایک ہی وجہ سے قراءت کرنے پر آمادہ کیا کیونکہ ان کو اہل عراق اور اہل شام کی قراءتوں کے حروف میں باہم اختلاف رکھنے کے باعث فتنہ کا خوف پیدا ہو گیا تھا[۵]۔ حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ اگر میں حکمران ہوتا تو مصاحف کے ساتھ وہی عمل کرتا جو عثمانؓ نے کیا۔ قاضی ابوبکر اپنی کتاب الانتصار میں لکھتے ہیں کہ عثمانؓ نے ابی بکرؓ کی طرح قرآن کو "ما بین اللوحین" (دو دفتیوں کے اندر) ہی جمع کر دینے کا قصد نہیں کیا بلکہ انھوں نے تمام

---

[۵] یہ ہے اختلاف قراءت کی اصلیت، عیسائیوں نے جب دیکھا کہ اناجیل کی تحریف اور تدلیس پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی تو انھوں نے خدا ہی کور باطنی سے اختلاف قراءت کی روایت کو تحریف کا مترادف سمجھ کر قرآن مجید پر اعتراض کرنے لگے۔ کیا خوب ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

Marfat.com

مسلمانوں کو ان معروف اور ثابت قراتوں پر جمع کر دینے کا ارادہ کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول چلی آتی تھیں اور جس قدر قراتیں ان کے سوا پیدا ہوئی تھیں ان کو مٹا دینا چاہا۔

حقیقت معاد

اب ہم عقائد معاد کی تشریح کلام مجید سے جو بالاتفاق اصل ماخذ ہے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ لیکن سب سے پہلے یہ دو اصول ذہن نشین کر لینے چاہئیں

دو اصول

پہلا اصول کلام مجید مختلف اوقات میں نازل ہوا ہے اسلئے شان نزول پر سب سے پہلے غور کرنا چاہیئے، آنحضرت صلعم جب مبعوث ہوئے تو معاد کے متعلق مختلف خیالات تھے۔ ایک گروہ مشرکین حشر ونشر اور عذاب و ثواب کا قائل نہ تھا اور ایسے خیالات کو خرافات سمجھتا تھا۔ ایک بدوی شاعر کہتا ہے

اموت ثم بعث ثم حشر

مرنا پھر زندہ ہونا پھر چلنا پھرنا

حدیث خرافۃ یا ام عمرو

یہ تو خرافات باتیں ہیں اے عمرو کی ماں (شاعر کی بیبی)

Marfat.com

ایک گروہ قدیم مصریوں کی با (روح بشکل بوم) کو صدی اور ہامہ تصور کرتا تھا۔ لبید ایک نوحہ میں کہتا ہے۔

فلیس الناس بعدک فی نقیر وماھم غیر اصداء وھام

(تیرے بعد لوگ نالہ کرنے والے نہیں ہیں ہاں صدیٰ اور ہامہ جوش انتقام میں چیختے رہیں گے)

"ہامہ" اور "صدی" کے متعلق یہ خیال تھا کہ وہ پردار جانور ہیں جو مقتول کے سر سے نکل کر آسمان پر چیختے پھرتے ہیں جب تک انتقام نہ لیا جائے، مشرکین کے علاوہ ایک گروہ مجوسیوں اور اہل کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ کا تھا جو حشر اجساد "ظہور مسیحا" اور "رجعت مسیحا" کا قائل تھا۔ کلام مجید میں جہاں معاد کا ذکر آیا ہے، وہاں ان گروہوں کے معتقدات کو پیش نظر رکھنا چاہیئے تاکہ آیات کے معانی منکشف ہو جائیں۔

دوسرا اصول:۔ مذاہب عالم میں اگرچہ بہت کچھ تباین اور تخالف ہے لیکن اگر بامعان نظر دیکھا جائے تو اصولاً ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ جس طرح علم الجنین کے ماہرین نے الواع کے جنین میں سابقہ اشکال ارتقائی کا معائنہ کیا ہے اسی طرح علم الادیان کے واقف کو مؤخر مذہب میں اس کے مقدم مذہب کے معتقدات کا اعادہ صاف نظر آتا ہے تم اوپر کے صفحات میں

Marfat.com

پڑھ آئے ہو کہ مصریوں کا عقیدہ متعلق اسایئرس کس طرح یونانیوں کے عقائد مسٹریز (اسرار) میں عود کر آیا۔ اسی طرح یہود کا "دو رمسیحا" عیسائیوں کے "رجعت مسیح" میں نمودار ہو گیا۔ قرآن مجید چونکہ کائنات ادیان کا "عالم صغیر" ہے[1] اس لئے ضرور ہے کہ اپنے سابقہ "اقالیم" کے رائج کا پتہ دے۔ اس کے سب سے قریب کے اقالیم نصاریٰ اور یہود اور زرتشتیوں کے عقائد ہیں یہی وجہ ہے کہ حشر و نشر جزا و سزا وغیرہ میں انھیں مصطلحات کا اعادہ پایا جاتا ہے لیکن جس طرح عالم انسان عالم حیوان ممیز ہے اسی طرح معاد کی تمام آیات پر جب من حیث المجموع غور کرو گے تو اگر چشم بصیرت کور نہیں ہے تو بیساختہ زبان سے نکل جائے گا ؎

شاہد آں نیست کہ موئے و میانے دارد
بندۂ طلعت آں باش کہ آنے دارد

ان دو اصولوں کو ذہن نشین کرنے کے بعد اب آیات ذیل پر غور کرو۔

---

[1] حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقاً لما بین یدیہ من الکتاب ومھیمنا علیہ (سورۃ المائدہ) اور اتاری ہم نے تجھ پر کتاب حق کے ساتھ سچا کرنے والی "اگلی کتابوں کو" اور سب پر شامل۔

(۱)

آیات

واللہ الذی ارسل الریاح فتثیر سحابا فسقناہ الی بلد میت فاحیینا بہ الارض بعد موتہا کذلک النشور (سورہ فاطر)

وتری الارض ہامدۃ فاذا انزلنا علیہا الماء اہتزت وربت وانبتت من کل زوج بہیج ذلک بان اللہ ہو الحق وانہ یحیی الموتی وانہ علی کل شیء قدیر (سورۃ الحج)

ترجمہ:- اور اللہ وہ ہے جس نے بھیجا ہے ہواؤں کو پھر اٹھاتے ہیں بادلوں کو پھر ہم اس کو ہانک لے جاتے ہیں مرے ہوئے شہر کی طرف پھر اس سے زندہ کرتے ہیں زمین کو اس کے مرجانے کے بعد اسی طرح مُردوں کا زندہ ہونا ہے۔

اور تو دیکھتا ہے کہ زمین خشک ہو گئی پھر جب ہم برساتے ہیں اس پر پانی تو پھولتی ہے اور بڑھتی ہے اور اگاتی ہے ہر قسم کی خوش آئند چیزیں۔ یہ اسلئے ہے کہ اللہ وہی برحق ہے اور یہ کہ وہی زندہ کرتا ہے مُردوں کو اور یہ کہ وہی ہر شئے پر قادر ہے۔

امثال۔ کس لطیف اور موثر پیرائے میں موسم باراں کے حیات بخش

Marfat.com

منظر کا دلفریب نقشہ کھینچ کر حیات بعد الممات کی طرف توجہ دلائی ہے جس سے عالم اور جاہل، شہری اور دیہاتی، وحشی اور متمدن سب ہی مستفید ہو سکتے ہیں۔

قدرت نے یہ تمثیل انسان کے سامنے اسی دن پیش کردی تھی جبکہ اس کو دنیا میں پہلے پہل ہوش آیا ہے۔ لیکن تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ قدیم قوموں نے کسی طرح اس تمثیل کی اصلیت سمجھنے میں کوتاہی کی اور آواگون کے پھندے میں پھنس کر رہ گئے ہنود یہ سمجھے کہ واقعی روحیں پانی کی طرح برستی ہیں اور سبزہ میں حلول کر کے اُگتی ہیں اسی طرح یونانی ،،الوسی ین مسٹریز،، کی بھول بھلیوں میں سرگرداں رہے۔ حالانکہ اس لطیف تمثیل سے حیات بعد الممات کی طرف صرف ذہن منتقل کیا گیا ہے[۵] جس طرح کوئی یہ کہے کہ زید شیر ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ زید کے دُم بھی ہے۔ بس صرف شجاعت کی طرف ذہن منتقل کیا گیا ہے۔

---

۵ حکماء طبیعین کی تقلید میں محمد بن زکریا رازی طبیب اور ابو مسلم خراسانی تناسخ کے قائل ہو گئے، محدث ابن حزمؒ نے انکی رد میں ایک جدا عنوان الکلام علی من قال بتناسخ الارواح قائم کیا ہے (جزو اول کتاب الفصل صفحہ ۹۰)

Marfat.com

(۲)

اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی ان فی ذلک لآیٰت لقوم یتفکرون (سورۃ الزمر)

ترجمہ۔ اللہ جانوں کو مرتے وقت اٹھا لیتا ہے اور جو نہیں مریں ان کو سوتے وقت (اٹھا لیتا ہے) پھر جن پر موت کا حکم لگا چکا ان کو تو رکھ چھوڑتا ہے اور باقی جانوں کو ایک ٹھہرے ہوئے وعدے (موت) تک چھوڑ دیتا ہے۔ بیشک اس میں غور کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

خواب

موسم باراں کا اعجاز چونکہ روزانہ نظر نہیں آتا اس لئے اُن آیات میں ایک ایسی تمثیل بیان کی گئی جو ہر روز اعلیٰ اور ادنیٰ سب کو ایک ہی طور پر نظر آتی ہے وہ کیا؟ خواب (نیند) اسی واسطے اس کو ”اخ الموت“ کہتے ہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

میرہند ارواح ہر شب زین قفس — فارغاں نے حاکم و محکوم کس
شب ز زنداں بیخبر زندانیاں — شب ز دولت بیخبر سلطانیاں

Marfat.com

نے غم و اندیشۂ سود و زیاں — نے خیال این فلاں و آن فلاں
رفتہ در صحرائے بیچوں جان شاں — روح شاں آسودہ و ابدان شان
چونکہ نور صبحدم سر برزند — کرگس زریں گردوں پر زند
میل ہر جانے بسوئے تن شود — ہر تنے از روح آبستن شود

اس مضمون کو ڈریپر نے فلسفیانہ طور پر خوب لکھا ہے۔ کہتا ہے[1]

ہماری زندگی کا ⅓ حصہ نیند میں گذرتا ہے اور اس زمانہ میں ہم پر عالم خارجی کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ سامعہ، باصرہ اور دوسرے قوائے معطل ہوتے ہیں۔ لیکن وہ کبھی نہ آنکھ جھپکنے والی اور ہر وقت فکر میں ڈوبی رہنے والی نقاب پوش ساحرہ یعنی روح اپنی کنج تنہائی سے ان تصویروں پر نظر ڈالتی رہتی ہے جو اس نے جمع کی ہیں، یہ تصویریں نہ مٹ سکتی ہیں اور نہ ان کا رنگ اڑ سکتا ہے اور ان کو طرح طرح سے ترکیب دے دیکر وہ اس دلکش اور حیرت انگیز مرقع کی تیاری کا سامان کرتی ہے جسے خواب کہتے ہیں۔

اس طور سے قدرت نے انسان کی جسمانی ساخت کا ڈھنگ ہی کچھ ایسا ڈالا ہے کہ بقائے روح اور حیات

---

[1] معرکہ مذہب و سائنس صفحہ ۱۹۱ و ۱۹۲

Marfat.com

اخروی کے تصورات بے اختیار اس کے دماغ میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ غیر مہذب وحشی کو بھی جس کی روح پر جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی ہے خواب میں وہ سہانے جنگل اور دلفریب مرغزار نظر آتے ہیں جو اس کی یاد کا سب سے زیادہ خوشگوار حصہ ہیں ظاہر ہے کہ عالم خواب کے ان مظاہر کو وہ روح کے وجود اور بقا کی حجت قاطع سمجھتا ہے۔ خود ہم بھی جن کی تہذیب اور تمدن کا آفتاب نصف النہار پر ہے اس قسم کے واقعات سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اور جو نتائج ہمارے غیر مہذب آباؤ اجداد نے ان سے اخذ کئے تھے وہی ہم بھی نکالتے ہیں، ہمارے اعلیٰ درجہ کی تہذیب و شائستگی جس طرح ہمیں کمزوریوں اور بیماریوں سے نہیں بچا سکتی اسی طرح مقتضیات فطرت کی قید سے بھی آزاد نہیں کر سکتی ان اعتبارات سے روئے زمین کے کل انسان مساوی الحیثیت ہیں۔ ہم خواہ وحشی ہوں خواہ تہذیب یافتہ لیکن اس سے ہم کو کسی طرح مفر نہیں کہ ہماری فطرت فنا اور بقا کی ان حقیقتوں کو جن سے زیادہ عظیم الشان اور قلب کو مرعوب کرنے والی حقیقت اور کوئی نہیں ہو سکتی ایک نہ ایک وقت

Marfat.com

ہمارے سامنے پیش کر کے رہتی ہے۔

(۳)

وَیَقُولُ الْاِنسَانُ ءَ اِذَا مَامِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَیًّا اَوَلَا یَذْکُرُ الْاِنسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰہُ مِن قَبْلُ وَلَمْ یَکُ شَیْئًا۔ (سورۂ مریم)

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلْقَہٗ قَالَ مَن یُّحْیِ الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ قُلْ یُحْیِیْھَا الَّذِیْ اَنشَاَھَا اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَھُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُ نِ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُم مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَا اَنتُم مِّنْہُ تُوقِدُونَ (سورۂ یٰسین)

ترجمہ:۔ اور آدمی کہتا ہے کہ کیا جب میں مر جاؤں گا تو پھر (دوبارہ) جِلا کر نکالا جاؤں گا کیا اس آدمی کو اتنا شعور نہیں کہ جب پہلے وہ کچھ نہ تھا ہم نے اس کو پیدا کر دیا۔

اور ہمارے لئے مثال مارتا ہے اور اپنی خلقت بھول گیا اور کہا کون جلائے گا ہڈیوں کو جب وہ سڑ گل گئی ہوں کہہ دے وہی اُسے جلائے گا جس نے اس کو پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر شے پر دانا ہے وہی جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ نکالی پس ناگاہ تم اُس سے تاپتے ہو۔

Marfat.com

حشر و نشر

انسان اگر اپنی خلقت پر غور کرے تو معاد کے یقین کا راستہ صاف نظر آتا ہے تم باب اول سلولر کھبوری (مسئلہ ہویت) میں پڑھ آئے ہو کہ کس طرح پروٹوپلیزم (مادۃ الحیات) مدارج ارتقاء طے کر کے ''احسن تقویم'' کے درجہ پر پہونچ گیا۔ اب فرض کرو کہ ہم کئی لاکھ برس قبل مسیح سمندر کے کنارے کھڑے ہوئے امویا (پہلا جانور) کا تماشا دیکھ رہے ہیں کیا اس وقت کسی طور سے بھی یہ خیال ہو سکتا تھا کہ ایک دور ایسا بھی آئے گا جب انیسویں صدی میں اس ناچیز دھبّہ کا حشر ڈارون کی شکل میں نظر آئے گا۔ مگر اس عجیب و غریب حشر یعنی ''نشاۃ الاولیٰ'' کو ہم نے سائنس کی خردبین سے دیکھ لیا اب آئندہ کے واسطے کیوں آنکھ بند کرلیں اور کیوں نہ غور کریں۔

ولقد علمتم النشاۃ الاولیٰ فلولا تذکرون (سورہ واقعہ) اور بتحقیق تم نے پہلی پیدائش جان لی پھر کیوں نہیں سوچتے۔

سچ پوچھو تو پروٹوپلیزم کا اس بے انتہا کاوش و کاہش کے بعد ڈارون بن جانا اس سے لاکھ درجہ مشکل تھا کہ اب جبکہ کارخانہ جما جمایا ہے ایک دوسری شکل میں ڈارون اپنے ادراک کا اصلی مزہ چکھ لے۔ کیوں نہیں۔

Marfat.com

وَهُوَ الَّذِی یَبْدَءُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ وَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْہِ (سورۃ روم)

اور وہی ایسا ہے جس نے مخلوق کی ابتدا کی پھر اس کا اعادہ کریگا (دوبارہ پیدا کریگا) اور یہ اس پر آسان ہے۔

لیکن افسوس با ایں ہمہ وسعت معلومات ان مدعیان علم کی یہ حالت ہے۔

بَلِ ادّٰرَکَ عِلْمُھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ بَلْ ھُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْھَا بَلْ ھُمْ مِّنْھَا عَمُوْنَ (سورۃ النمل)

بلکہ ان کا علم مختلف ہو گیا آخرت میں بلکہ وہ شک میں ہیں بلکہ وہ اس سے نابینا ہیں۔

کچھ نہیں جس طرح انتخاب طبعی کی بنا پر وہ افراد جن میں کوئی نمایاں تفوّق تھا اور جو "ماحول" کے اثر سے کشمکش حیات میں غالب آکر "بقائے اصلح" کے لقب سے ملقب ہوتے اسی طرح وہ نفوس جو حسنات کے ماحول میں تقوے کے امتیازی نشان سے فائز ہو کر قلب منیب[1] کے جدید اکتساب سے نشاۃ الاخرے" کے عالم میں داخل ہوتے وہی بازی لے گئے۔

---

[1] اشارہ ہے اس آیت پاک کی طرف مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبِ ۝ ادْخُلُوْھَا بِسَلَامٍ ذٰلِکَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ (جو ڈر ا رحمٰن سے غیب پر اور رجوع کرنیوالا دل لایا داخل ہو تم جنت میں سلامتی کے ساتھ یہ دن ہمیشہ رہنے کا ہے (سورۃ ق)

Marfat.com

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا (سورۂ والشمس) — بیشک کامیاب ہوا جس نے پاک کیا نفس کو اور بیشک نامراد ہوا جس نے گم کیا اُسے۔

اقوالِ خمسہ

ضرورت ہے کہ ہم یہاں ان اقوال کو جو معاد کے متعلق بیان کئے گئے ہیں درج کر دیں۔ شرح مواقف میں لکھا ہے کہ "معاد کے مسئلہ میں جو اقوال کہے جا سکتے ہیں وہ صرف پانچ ہیں۔

(۱) صرف معاد جسمانی کا ثبوت اور یہ ان اکثر متکلمین کا مذہب ہے، جو نفس ناطقہ کا انکار کرتے ہیں۔

(۲) صرف معاد روحانی کا ثبوت یہ مذہب فلاسفۂ الٰہیین کا ہے۔

(۳) ان دونوں میں سے کسی کا ثبوت نہیں۔ فلاسفۂ طبیعیین میں سے قدما کا یہی مذہب ہے۔

(۴) بالکل سکوت اختیار کرنا یہ مذہب جالینوس سے منقول ہے اس کا قول ہے کہ مجھکو یہ نہیں ثابت ہوا کہ نفس آیا مزاج ہے یا موت کے وقت معدوم ہو جائے گا یا اس کا اعادہ ناممکن ہوگا یا وہ ایک جوہر ہے جو بدن

Marfat.com

کے خراب ہونے پر باقی رہتا ہے۔ اس حالت میں معاد بھی ممکن ہوگی

(۵) دونوں کا ثبوت (یعنی جسمانی وروحانی) اور یہی اکثر محققوں کا مذہب ہے۔ مثلاً حلیمی۔ غزالی۔ راغب۔ ابوزید الدبوسی معمر (جو کہ قدیم معتزلیوں میں سے ہے) اور عموماً متاخرین شیعہ اور اکثر صوفیوں کا یہ لوگ کہتے ہیں کہ انسان حقیقت میں صرف نفس ناطقہ کا نام ہے وہی مکلف ہے وہی عاصی اور مطیع ہے اسی پر ثواب عذاب ہوتا ہے اور بدن تو بجائے ایک آلہ کے کام دیتا ہے جسم خراب ہو جاتا ہے پھر بھی نفس باقی رہتا ہے پس جب خدا قیامت کے دن مخلوقات کو اٹھانا چاہے گا تو ہر ایک روح کے لئے ایک مخصوص جسم بنا دیگا جس سے روح کا تعلق ایسا ہی ہوگا جیسا کہ دنیا میں تھا"

اس پانچویں قول کی تائید شاہ ولی اللہ نے بھی اپنی تصانیف میں کی ہے مگر جسم کے ساتھ "نسمہ[۵]" کی اصطلاح قائم کی ہے لکھتے ہیں۔

---

[۵] حجۃ البالغہ میں لکھا ہے کہ تمام حیوانات میں بسبب اختلاط اخلاط کے قلب میں بخار لطیف پیدا ہوتا ہے جس کو حرارت غریزی کہتے ہیں اسی سے حیوان کی زندگی ہے جب تک وہ پیدا ہوتا رہتا ہے حیوان زندہ رہتا ہے جب اسکا پیدا ہونا

Marfat.com

فلا یکون تلک الحیوۃ مبتدأۃ	پس یہ زندگی کوئی ابتدائی زندگی نہ
بل لتکمیل ما فیہا مجازاۃ	ہوگی بلکہ اسی کی تکمیل کیلئے ہوگی جو ان
فیتضعف تلک الاجساد الی	میں ہے بطور بدلا دینے کے پھر یہ جسم ایک
ھیئۃ لسیمتہ و تدخل فی	ہیئت نسمیہ میں اوپر کو چڑھیں گے اور
حوادث الحشر (تفہیمات الٰہیہ ص ۲۸۸)	حشر کے واقعات میں داخل ہونگے۔

کچھ شک نہیں کہ قول نجم صراط مستقیم ہے بشرطیکہ جسم یا نسمہ یا کسی اصلاح سے ایک ایسی صورت مراد ہو جو اجمالی طور پر تو مفہوم ہو سکے۔ مگر اس کی کیفیت مجہول ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

وننشئکم فی ما لا تعلمون	اور ہم تم کو پیدا کریں اس صفت میں
سورۂ واقعہ	جس کو تم نہیں جانتے۔

بیشک ہم جانتے نہیں کہ کس صورت میں دوبارہ اٹھائے جائینگے لیکن نشاۃ الاولیٰ کی کھلی ہوئی شہادتوں سے اتنا سمجھ سکتے ہیں

بند ہو جاتا ہے حیوان مر جاتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے گلاب کے پھول میں نمی یا کوئلے میں آگ (سائنس کی مثال الکٹرسٹی یا کہربائیت ہے) مگر یہ بخار متولدہ من الاخلاط روح نہیں ہے بلکہ مرکب روح یا نسمہ ہے جو روح کو اس سے متعلق ہونے کیلئے مادہ ہے پس روح اس نسمہ سے متعلق ہوتی ہے اور بذریعہ اس نسمہ کے جسم سے ۱۲

Marfat.com

—— کہ ہم کسی نہ کسی طرح سے اٹھائے ضرور جائیں گے۔ پس یہی صراط مستقیم ہے جو یہود کے "دورِ مسیحا" اور نصاریٰ کی "رجعت مسیح" کے افراط اور طبیعین اور منکرین معاد کی تفریط کے درمیان سے گذر کر سیدھی منزل مقصود تک چلی گئی ہے۔

(۴)

يَسْئَلُ أَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ يَقُولُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ أَيْنَ الْمَفَرُّ كَلَّا لَا وَزَرَ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ وَلَوْ أَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ

(سورۂ قیامہ)

ترجمہ:۔ پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا جب آنکھیں پتھرا جائیں اور چاند بے نور ہو جائے اور سورج اور چاند جمع کئے جائیں (اُس دن) آدمی کہے آج کہاں جائے فرار ہے۔ کچھ نہیں، بچاؤ نہیں ہے تیرے رب کی طرف آج جائے قرار ہے۔ جان لے گا آدمی کہ اُس نے کیا آگے بھیجا ہے اور کیا پیچھے چھوڑا ہے۔ بلکہ آدمی اپنی جان پر خود شاہد ہے۔ اگرچہ اپنے عذر پیش کیا کرے۔

Marfat.com

قیامت

آدمی پوچھتا ہے کہ قیامت کب آئے گی۔ غافل جب تیری آنکھیں پتھرائیں نبضیں چھوٹ گئیں اور دم نکل گیا تو تیری قیامت تو آ گئی اب آسمان اور اس کے نورانی اجرام زمین اور اس کے دلفریب اصنام باقی رہے تو تجھے کیا۔ نیز آسمان پھٹ پڑا اور تیری زمین پاؤں تلے سے نکل گئی اب تو ہے اور تیرا نفس تیری نیکی اور بدی خود بھی پر روشن ہے۔ بہج ہے۔

من مات فقد قامت قیامتہ جو مر گیا تحقیق اسکی قیامت قائم ہو گئی

نادانو! اگر تم کو قیامت کا یقین نہیں ہے تو یہ موت کی قیامت جس کو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کیا کم ہے۔ مگر نہیں تم سے کہا گیا کہ چاند میں پہلے مخلوق تھی۔ مگر اب ویران ہے بعض کواکب جو کرہ زمین سے بھی بڑے تھے منتشر ہو گئے۔ اور کروں میں جا ملے۔ بہت سے ثوابت اور سیارے صبابتہ النجوم کے متلاطم آتشیں سمندر سے طوفان کی طرح اٹھے اور امواج کی طرح فضائے کائنات کے ساحل سے ٹکرا کر رہ گئے۔ تم نے یہ سب سراپا حیرت داستان سنی اور یقین کر لیا لیکن کیا قیامت ہے کہ اگر تمہارے

Marfat.com

سامنے یہ دل ہلا دینے والی آیت پڑھی جائے

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ	اور صور پھونکا جائیگا تو جو آسمان میں
مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ	ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بیہوش
فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ	ہو جائیں گے، مگر جن کو اللہ چاہے
ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا	پھر دوبارہ صور پھونکا جائیگا
هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ وَ	تو یکایک وہ دیکھتے کھڑے ہونگے
اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا	اور زمین اپنے مالک کے نور سے
وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ	چمک اٹھے گی اور اعمالنامہ
بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَ	سامنے رکھا جائے گا اور پیغمبر
قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ	اور گواہ حاضر کئے جائیں گے اور
لَا يُظْلَمُوْنَ - (سورۃ الزمر)	انصاف کے ساتھ انکا فیصلہ ہوگا اور ان پر ظلم نہ ہوگا

تو کس ڈھٹائی سے کہتے ہیں کہ مَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً (میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت آئے گی) کیا اس وجہ سے کہ سائنس کے جدید مصطلحات کے عوض مذہب کی قدیم لغات کا استعمال ہوا ہے اس لئے یقین نہیں آتا لیکن کچھ سمجھے بھی کہ یہ خطا کس کی ہے ؂

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

(۵)

فاما من طغیٰ و اثر الحیوٰۃ الدنیا فان الجحیم ھی الماویٰ
واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھویٰ فان
الجنۃ ھی الماویٰ۔ (سورۃ والنازعات)

ترجمہ:۔ لیکن جس نے سرکشی کی اور دنیاوی زندگی کو اختیار کیا
پس بیشک دوزخ اس کا ٹھکانہ ہے لیکن جو ڈرا اپنے رب کے
حضور کھڑے ہونے سے اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکا
پس بیشک جنت اس کا ٹھکانا ہے۔

بہشت و دوزخ

کسی کا قول ہے کہ انسان کا دل گھڑی کے پنڈولم (لنگر) کی
طرح ہر وقت تبسم اور آہ کے مابین حرکت کیا کرتا ہے۔ کچھ شک
نہیں کہ انسان کے تمام تعلقات کا ملخص رنج یا راحت کا احساس
ہے اور یہی دو ایسے جذبات ہیں جو برانگیختہ کرنے والے واقعات
اور خارجی تعلقات کے منقطع ہو جانے کے بعد بھی سائے کی طرح
ساتھ رہتے ہیں اتنا ہی نہیں بلکہ جدید تحقیقات سے ثابت ہوا
ہے کہ جسم کے تمام اجزا فنا ہو جاتے ہیں اور بالکل ایک نیا جسم پہلے

جسم کے مشابہ پیدا ہوتا رہتا ہے لیکن اجزائے جسم کے ساتھ کاش ان گزشتہ جذبات کا احساس بھی بدل جاتا۔ مگر نہیں خارجی تعلقات منقطع ہو جائیں اور وہ جسم بھی جس کا اس وقت ان جذبات سے بلاواسطہ تعلق تھا فنا ہو جائے۔ لیکن قلب انسانی کی دنیا میں برق تبسم کی چمک اور دود آہ کی سیاہی مٹائے نہیں مٹتی۔ جب قلب انسانی کی فطرت ہی ایسی واقع ہوئی ہے تو بہشت تبسم اور دوزخ آہ کا نمونہ خود ہم میں موجود ہے اور ہم اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ ایک طرف

عمان جہنم لمحیط بالکافرین[۱] — اور بیشک دوزخ نے کافروں کو ہر طرف سے چھا لیا ہے۔

کا روح فرسا عالم اور دوسری جانب

الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔ — سنتا ہے بیشک وہ خدا کے دوست ہیں انہیں نہ کچھ خوف ہے نہ غم۔

---

[۱] امام غزالیؒ اپنی تفسیر جواہر القرآن میں لکھتے ہیں۔ کہ خدا نے یہ نہیں کہا کہ دوزخ آئندہ محیط ہو جائے گی بلکہ ابھی اسی وقت محیط ہے اسی طرح لترون الجحیم کی تفسیر کی ہے (ای ان الجحیم فی باطنکم) یعنی دوزخ خود اندر موجود ہے ۱۲

Marfat.com

کا دلکش منظر روزن قلب سے صاف نظر آرہا ہے لیکن اگر تم کو بیداری میں نظر نہیں آتا تو خواب کے عجائبات پر غور کرو۔ علم النفس کے ماہرین نے کہا ہے کہ خواب میں انسان معمولی باتوں کو عجیب و غریب شکلوں میں دیکھتا ہے مثلاً اس کا بستر نم ہو گیا تو وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ میں دریا میں تیر رہا ہوں کبھی تنفس کے مدّ و جزر سے یہ سمجھتا ہے کہ میں ہوا میں اڑ رہا ہوں۔ کبھی اس کے کان کے قریب ایک گھنٹی بجی تو دیکھتا ہے کہ لڑائی کا میدان گرم ہے اور توپیں چل رہی ہیں۔ ان عجائبات کے علاوہ زیادہ تر ایسا ہوتا ہے کہ قوتِ متخیلّہ اندرونی جذبات کو دلفریب شکلوں یا ہولناک تصویروں میں پیش کرتی ہے اور سونے والا باغ و بہار شجر و انہار مار و کژدم اور موذی جانوروں کو دیکھ کر رنج و راحت کا احساس کرتا ہے حالانکہ پاس والوں کو اس کی اس کیفیت کی مطلق خبر نہیں۔ غرضکہ خواب کیا ہے؟ ایک طلسمات کا عالم ہے اب اسی پر واقعات مابعد الموت کے رنج یا راحت کا قیاس کر لو۔ اور پھر خیال کو وسعت دیکر اس بیداری کے عالم کا تصوّر کرو جو خواب مرگ کے بعد پیش ہونے والا ہے۔ اس وقت رنج و راحت کا عالم یعنی بہشت اور دوزخ اپنے اصلی رنگ میں نظر آئیں گے۔

Marfat.com

فکشفنا عنک غطاءک ۔ اور ہم نے تجھ سے تیرا پردہ اٹھادیا۔

فبصرک الیوم حدید۔ (سورہ ق) پس آج تیری نظر تیز ہے (آنکھیں کھل گئیں)

انتباہ

اس فریب میں نہ آنا کہ بہشت اور دوزخ کی تصویر چونکہ محسوسات کے رنگ میں کھینچی گئی ہے اس لئے محض خیالی ہے۔ انسان فطرتاً صرف انھیں چیزوں کو سمجھ سکتا ہے یا انھیں کا خیال اس کے دل میں آسکتا ہے جو اس نے بذریعۂ حواس محسوس کی ہیں۔ لیکن چونکہ قانون ارتقا کے مطابق کوئی چیز بیکایک نہیں پیدا ہوتی اس لئے ممکن نہیں کہ نشاۃ الاخریٰ کے رنج و راحت کی تصویر کھینچنے میں موجودہ محسوسات کا رنگ نہ آئے ؎

مقصد ہے ناز وغمزہ ولے گفتگو میں کام
بنتا نہیں ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

(غالب)

اس مطلب کی توضیح علامہ ابن تیمیہ نے خوب کی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

ان اللہ سبحانہ وتعالی
اخبرنا بما وعدنا بہ
فی الدار الآخرۃ من النعیم
والعذاب واخبرنا بما یوکل
ویشرب وینکح ویفرش
وغیر ذلک فلولا معرفتنا
بما یشبہ ذلک فی الدنیا
لم نفہم ما وعدنا بہ
ونحن نعلم مع ذلک ان
تلک الحقائق لیست مثل
ھذہ حتی قال ابن عباس
لیس فی الدنیا مما فی الجنۃ
الا الاسماء

(رسالہ فی شرح حدیث النزول)

خدا نے آخرت میں جس راحت و
عذاب کا ہم سے وعدہ کیا ہے اس
کی خبر اور ۔ ان چیزوں کی خبر
دی ہے جو کھائی پی، صحبت کی
اور بچھائی جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ
لہذا جن چیزوں کا وعدہ ہوا ہے
اگر دنیا میں بھی انھیں سے
ملتی جلتی ہوئی چیزوں کا ہم کو علم
نہ ہوتا تو ہم ان وعدوں کو سمجھ ہی نہ
سکتے باایں ہمہ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ
واقعات ایسے ہی نہیں ہیں جیسے
دنیا میں نظر آتے ہیں حتی کہ حضرت
ابن عباس کا قول ہے کہ بہشت میں
جو چیزیں ہیں ان میں سے دنیا میں کوئی
چیز بھی نہیں ہے اگر ہے تو صرف نام ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ انسان کے سمجھنے کے واسطے بہشت
و دوزخ کا بیان جب تک کہ اسی کے محاورہ اور بول چال میں

Marfat.com

نہ ہو مہمل ہے البتہ یہ امر ملحوظ رہے گا کہ وہ بیان اس کی فطرت کے مطابق سچا اور موثر ہے یا نہیں۔ تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ رنج وراحت یعنی بہشت اور دوزخ کی تصویر ہر مذہب نے کھینچی ہے اور اس مذہب نے بھی جو "خود را فضیحت و دیگراں را نصیحت" کا مصداق ہے یعنی دین عیسوی، حضرت عیسیٰ نے جو کچھ معاد کے متعلق بیان فرمایا تھا وہ توراۃ کے عقائد تھے لیکن فرض کرلو کہ آپ نے بالکل نئی باتیں بتائیں۔ لیکن وہ ہیں کیا؟ بس یہی نا کہ "۱۲ تخت بچھائے جائیں گے اور انگور کی شراب پینے کو ملے گی۔ اور بدکار جہنم کی آگ میں جلیں گے" آخر محسوسات کے پھندے میں پھنسے یا نہیں اور کیونکر نہ پھنسے انسانی محاورہ کے سوا اور کہہ کیا سکتے تھے مگر ہم کو اس سے بحث نہیں روحانیت کے مدعی عیسائیوں نے جب خدا کا بیٹا اور بی بی تک یقین کرلیا تو انگور کی شراب اور مکاشفات یوحنا کی طلسمی داستان کا کیا مضائقہ ہے۔

افسوس تعصب نے پردہ ڈال دیا ہے اور نافہموں نے خلق خدا کو خدا کا کلام سننے سے بہکا دیا ہے۔ بہشت اور دوزخ کا بیان جس فصیح و بلیغ پیرائے میں قرآن مجید میں مذکور

Marfat.com

ہے وہ تمام انسانوں کے واسطے خواہ وہ گیلی لی کے ماہی گیر ہوں خواہ عرب کے چرواہے۔ خواہ ہند اور یونان کے حکماء ہوں خواہ یورپ اور ایشیا کے فرمانروا یکساں ترغیب و ترہیب کا باعث ہے۔ اگر دوزخ کے آلام کی تفصیل محسوس تشبیہوں میں بیان ہوئی ہے تو حقیقت کو بھی کسی بلیغ پیرائے میں ادا کیا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ — آگ اللہ کی بھڑکائی ہوئی ہے۔ جو

تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ۔ — دلوں پر پہونچ جاتی ہے۔

اسی طرح بہشت کی نعمتوں کی تصویر اگر محسوسات لذات کے پیرائے میں کھینچی ہے تو کس فصیح و بلیغ پیرائے میں حقیقت سے پردہ اٹھا دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے

فلا تعلم نفس ما اخفی لھم — کوئی نفس نہیں جانتا کہ آنکھیں ٹھنڈی

من قرۃ اعین جزاء بما کانو — کرنے والی نعمتوں سے کیا اسکے لئے چھپا کر

یعملون (سورہ سجدہ) — رکھا گیا ہے جو انکے (نیک) کاموں کا

بدلہ ہے۔

یہی مطلب ہے اس حدیث شریف کا جو بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ کی سند سے روایت کی ہے۔

Marfat.com

قال اللہ تعالیٰ اعددت	اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے
لعبادی الصالحین	نیک بندوں کے لیے وہ چیزیں تیار
مالا عین رأت ولا اذن	کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی اور
سمعت ولا خطر علی	نہ کسی کان نے سنی اور نہ کسی انسان
قلب البشر۔	کے دل میں اس کا خیال گذرا۔

ختم شد

مکتبۂ افکار کی

خوب اور خوبصورت کتابیں

تاریخ صحف سماوی	(تاریخ و تحقیق)	پروفیسر نواب علی	۵/۰۰
معارج الدین	(اسلام اور سائنس)	پروفیسر نواب علی	۴/۷۵
ایک وائلن سمندر کے کنارے	(ناول)	کرشن چندر	۶/۰۰
سڑک واپس جاتی ہے	(ناول)	"	۶/۷۵
ایک عورت ہزار دیوانے	(")	"	۵/۰۰
آسمان روشن ہے	(")	"	۴/۰۰
اک بوند لہو کی	(ناول)	جوگندر پال	۴/۲۵
ایک خوشبو اڑی اڑی سی	(افسانے)	کرشن چندر	۵/۲۵
کالا سورج	(")	"	۴/۵۰
مجاز ایک آہنگ	(فن و شخصیت)	صہبا لکھنوی	۱۰/۰۰
تہذیب و تحریر	(تنقید)	مجتبیٰ حسین	۵/۰۰
ادب و آگہی	(مضامین)	"	۷/۰۰
نبض دوراں	مجموعۂ کلام	پروفیسر منظور علیگ	۶/۰۰
غزل معلّیٰ	"	سید آل رضا	۵/۰۰

آپ اچھی کتابیں پڑھتے ہیں ہم اچھی کتابیں شائع کرتے ہیں

مکتبۂ افکار رابسن روڈ ۔ کراچی

Marfat.com

جوش نمبر

افکار کا مثالی اور عدیم النظیر کارنامہ جس نے نہ صرف زندہ دوستی کی عظیم الشان روایت قائم کی، بلکہ پاکستان کی ادبی عظمت بھی بڑھائی۔ اس نمبر پر پاکستان رائٹرز گلڈ نے ایک ہزار روپیہ انعام دیا۔ اور کراچی یونیورسٹی نے ایم اے کے نصاب میں شامل کرلیا۔

دنیا کی کسی زبان میں کسی زندہ ادیب پر اتنا عظیم و ضخیم نمبر آج تک شائع نہیں ہوا!

جوش نمبر

(دوسرا ایڈیشن۔ مجلد۔ اضافے کے ساتھ)

"میرے نزدیک افکار کا یہ نمبر میرے باب میں ایک ایسی تاریخی دستاویز ہے۔ جو آئندہ نسلوں کی بہمہ وجوہ رہنمائی کر سکے گی۔ اور اس سلسلے میں صہبا صاحب کا یہ اقدام اولین ادبیات اردو کی تاریخ میں تا قیامت دائم و قائم رہے گا"
______ جوش ملیح آبادی

صفحات ۷۶۳ آرٹ پیپر پر ۲۸ صفحات کی تصاویر۔

نیا سرورق قیمت ۱۲ روپے۔ محصولڈاک علاوہ

قیمتی ایڈیشن۔ سفید چکنا کاغذ مجلد مع ضمیمہ ۲۱ روپے، علاوہ محصولڈاک

مکتبۂ افکار۔ رابسن روڈ۔ کراچی

Marfat.com

معارِج الدّین

سائنس کی کائنات، سائنس مذہب کی روشنی میں۔
معمائے حیات اور حیات بعد الممات کی بصیرت افروز
تحقیق و تشریح اور تمام مشہور مذاہب یعنی مصریوں
ہندوؤں، یونانیوں، زرتشتیوں، یہودیوں، عیسائیوں
اور مسلمانوں کے افکار و عقائد کا تاریخی جائزہ

Marfat.com